

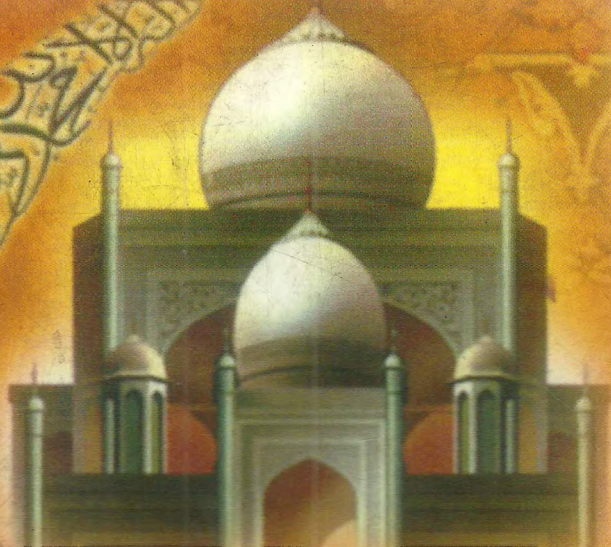
فقہ الحدیث

1

کتاب الامید

مِنْ قَوْلِ اللَّهِ بِخَيْرٍ اِيَقْنَمُ فِي الدِّينِ (مکاشفہ)

ایمان کی کتاب



تَالِيفُ وَتَخْرِيجُ:

حافظ عمرانؒ ایوبؒ لاهوری

از تحقیق و افادات:

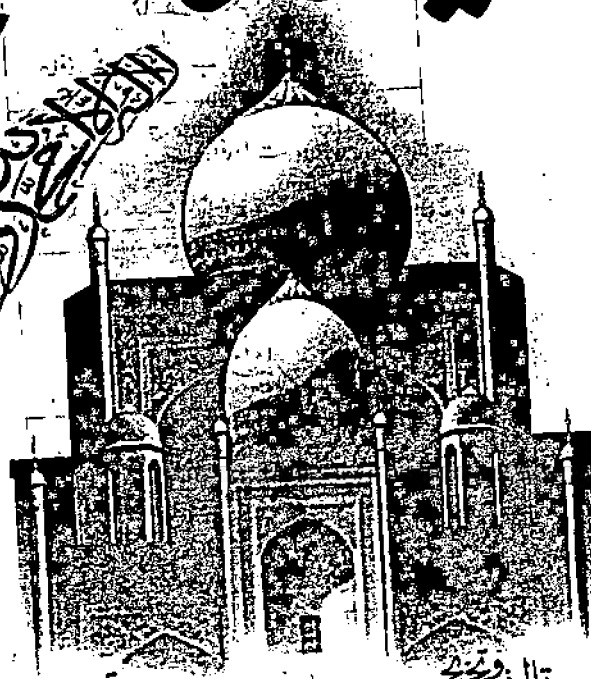
عَلَامَةُ نَاصِرِ الدِّينِ الْبُنَانِي رَحِمَهُ اللهُ

مَنْ يُرَىٰ اللَّهُ خَيْرٌ أَيْفَقَهُمْ فِي الدِّينِ وَكَانَ
 اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ جھلانی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فحاشیت محض فرماتے ہیں

سلسلہ
 فتاویٰ
 1

کتاب الایمان ایمان کی کتاب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



تحقیق و افادات

تالیف و تصحیح

حافظ عمران ایوب لاہوری، مفتی محمد نعیم، مفتی عبدالغنی نعیم، مفتی عبدالغنی نعیم

الکتاب انٹرنیشنل

F-50B مرادی روڈ، بلاک ہاؤس، جامعہ عمرانی، ویلیج - 143

Mob: 09312508762 Ph: 011-26986973

جميع حقوق بحق الكتاب انٹرنیشنل محفوظ ہیں

نام کتاب

کتاب الایمان

ایمان کی کتاب

تالیف و تخریج

حافظ عمر ان لؤب لا هوری، حفظ الله

تحقیق و افادات:

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی

تاریخ اشاعت

نومبر ۲۰۱۰ء



الكتاب انٹرنیشنل

F-50B مرادی روڈ، بلاک ہاؤس، جامعہ عمر بنی دہلی - ۲۵

Mob. - 09312508762, Ph 011-26986973

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیش لفظ

ایمان ایسا نور ہے جس کی روشنی دل میں پھوٹی ہے مگر اس کی کریمیں سارے جسم کو روشن کر دیتی ہیں۔ جسے یہ نور نصیب ہو جاتا ہے وہ دنیا میں بھی ہمیشہ اُجالے میں رہتا ہے اور روزِ قیامت بھی اس کی روشنی میں براہِ پا کر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ بالفاظِ دیگر جب کسی کے دل میں ایمان راسخ ہو جاتا ہے تو اس کی پوری زندگی میں عملِ صالح کی بہار آ جاتی ہے۔ عبادات سے لے کر معاملات تک، اخلاقیات سے لے کر معیشت و معاشرت اور سیاسیات تک اس کا ہر کام نیکی و تقویٰ کا مظہر بن جاتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو کسی بھی انسان کے لیے جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے اور حصولِ جنت ہی ہر مومن کا مقصدِ حیات ہے۔

یہ بات تو متفقہ ہے کہ ایمان کے بغیر جنت میں داخلہ ممکن نہیں لیکن ایمان کا مفہوم و حقیقت کیا ہے؟ ایمان کا عمل سے کیا تعلق ہے؟ ایمان میں کی مٹی ہوتی ہے یا نہیں؟ ایمان اور اسلام میں کیا فرق ہے؟ کتاب و سنت میں کن صفات کے حامل افراد کو ایمان والے شمار کیا گیا ہے؟ ایمان کے ارکان کیا ہیں؟ کون کون سے کام انسان کو دائرۃ ایمان سے خارج کر کے حدودِ کفر میں داخل کر دیتے ہیں؟ یہ تمام ایسے سوالات ہیں جن کے تفصیلی جوابات کا ہر ایمان کے دعویدار کو علم ہونا چاہیے تاکہ وہ خود کو پرکھ سکے کہ آیا وہ محض ایماندار ہونے کا دعویٰ ہی کر رہا ہے یا اپنے ایمان میں سچا بھی ہے۔ پیش نظر کتاب ”کتاب الایمان“ میں ایمان کے انہی معانی و مطالب اور حقائق و مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

اس کتاب میں آیاتِ قرآنیہ اور صرف صحیح احادیث کی روشنی میں ایمان سے متعلقہ تقریباً تمام مباحث کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تمام احادیث کی مکمل خرچ و تحقیق کی گئی ہے۔ تحقیق کے لیے زیادہ اعتماد

علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ پر کیا گیا ہے (کیونکہ عالم اسلام کی اکثریت انہیں محدث العصر اور مجدد اسلام تسلیم کر چکی ہے)۔ اردو زبان سادہ اور اسلوب عام فہم رکھا گیا ہے تاکہ عوام و خواص کتاب سے مستفید ہو سکیں۔ کتاب کے آخر میں ایک مستقل باب قائم کر کے ایمان و عقائد سے متعلقہ اُن احادیث کو ذکر کیا گیا ہے جو ضعیف اور من گھڑت ہیں مگر کم علم خطباء کے بیان کرنے کی وجہ سے عوام میں مشہور ہو چکی ہیں۔

قارئین کی مزید سہولت کے لیے ابتدائے کتاب میں وہ چند ضروری اصطلاحات بھی درج کر دی گئی ہیں جنہیں کتاب میں استعمال کیا گیا ہے۔ مزید برآں کتاب میں ائمہ سلف اور اہل السنہ والجماعہ کی اصطلاح بھی جا بجا استعمال کی گئی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بھی یہاں وضاحت کر دی جائے۔

”ائمہ سلف“ یا سلف صالحین سے مراد وہ لوگ ہیں جو صدر اسلام میں گزر چکے ہیں۔ ان میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ان کے قریبی زمانوں کے وہ معروف ائمہ شامل ہیں جو اجماع سنت اور اجتہاد بدعت میں مشہور ہیں اور ان کی امامت و فضیلت پر ساری امت متفق ہے۔ اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ لوگ سب سے زیادہ دین کو سمجھنے والے تھے اس لیے ایمان و عقائد اور دیگر مسائل میں ان کے فہم کو دوسروں کے فہم پر ترجیح دینی چاہیے۔

”اہل السنہ والجماعہ“ سے مراد وہ جماعت ہے جو اپنے عقائد، اقوال اور اعمال میں نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے پیروکاروں کے طریقے پر مضبوطی سے قائم ہے۔ اجماع سنت ان کا شیوہ اور اجتہاد بدعت ان کی علامت ہے۔ قیامت تک یہ لوگ باقی رہیں گے، غالب رہیں گے اور ان کی مدد کی جائے گی۔ نیز ان کی اتباع کرتا ہدایت اور ان کی مخالفت کرتا گمراہی ہے۔

آخر میں قارئین سے التماس ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کسی قسم کا سقم یا کمی دیکھیں تو ضرور مطلع کریں تاکہ جلد از جلد اس کی تصحیح یا اضافہ کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو ہماری اصلاح و فلاح کا ذریعہ بنائے۔ (آمین!)

”وَعَاوَنِي فِيهِ رَبِّي وَاللَّهُ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ“

کہہ

حافظ عمران ایوب لاہوری

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات
18	چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی
21	مقدمہ
	ایمان کی فضیلت کا بیان
25	اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے
25	اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل حاصل ہے
25	اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتا
26	اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اجر عظیم عطا فرمائے گا
26	اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے
26	اہل ایمان کو نہ تو کسی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی ظلم و ستم کا
27	اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نجات دینے کا ذمہ اٹھایا ہے
27	اللہ تعالیٰ اپنی نصرت خاص سے اہل ایمان کی تائید فرماتے ہیں
28	نبی کریم ﷺ کو بھی ایمان والا بننے کا حکم دیا گیا تھا
28	قرآن مجید اہل ایمان کو بڑے اجر کی نوید سناتا ہے
29	اہل ایمان کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے
29	اہل ایمان کو صحت قائمہ دیتی ہے
29	اہل ایمان غلام و لونڈی مشرک مرد و عورت سے بہتر ہیں
30	اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے دلوں کو ہدایت سے نوازتا ہے
30	اہل ایمان ہی ہدایت یافتہ اور کامیاب لوگ ہیں
31	اللہ تعالیٰ مومن آدمی کی دنیا و آخرت میں پردہ پوشی فرماتا ہے

- 31 اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ اور افضل عمل ایمان باللہ ہے
- 32 اہل ایمان سے اللہ تعالیٰ نے جنتوں کا وعدہ کر رکھا ہے
- 32 اہل ایمان سے اللہ تعالیٰ نے جنت کی تجارت کر رکھی ہے
- 33 جنت صرف اہل ایمان کے لیے ہے
- 34 روز قیامت ایمان والوں کو جنت کا راستہ دکھانے کے لیے ایک نور مقرر ہوگا
- 34 جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہوگا وہ بھی جہنم میں نہیں رہے گا
- 35 جو اللہ پر ایمان نہیں لاتا اسے مائوس ماتھ میں اعمال نامہ دے کر جہنم میں بھٹک دیا جائے گا

اہل ایمان کی صفات کا بیان

- 36 قرآن کریم میں مذکور صفات
- 36 اپنے ایمان میں شک نہ کرنا:
- 36 صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا:
- 36 دین کو اللہ کے لیے خالص کر دینا:
- 36 اللہ کا ذکر سن کر ڈر جانا:
- 37 اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنا اور مومنین سے محبت رکھنا:
- 37 ہر کام میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کو مکمل طور پر تسلیم کرنا:
- 37 ہر چیز پر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و رضا کو ترجیح دینا:
- 38 اختلاف و نزاع کے وقت ہر بات اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹنا:
- 38 نماز میں خشوع اختیار کرنا، ملوکا موموں سے بچنا، زکوٰۃ ادا کرنا وغیرہ:
- 39 غریبوں پر خرچ کرنا، عہد کی پاسداری کرنا اور سختی میں صبر کرنا وغیرہ:
- 39 توبہ و استغفار کرنا، عبادت کرنا اور حدودِ الہی کی پابندی کرنا وغیرہ:
- 39 حدودِ الہی کے نفاذ میں خری کا مظاہرہ نہ کرنا:
- 39 اللہ تعالیٰ سے دین کی تائید و حمایت کا کیا ہوا وعدہ پورا کرنا:
- 40 دوسرے مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھنا:
- 40 کبیرہ گناہوں سے بچنا اور اللہ کے عذاب سے ہمیشہ خائف رہنا وغیرہ:
- 41 حدیث نبوی میں مذکور صفات
- 41 نبی کریم ﷺ سے کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت کوٹنا:
- 41 اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے:
- 41 ہمیشہ اعتدال و آواز مائوس کا شکار رہنا:

41 صحابہ کرام اور ائمہ سلف کے چند اقوال

ایمان کی حقیقت کا بیان

- 43 فصل اول: ایمان کا معنی و مفہوم
- 43 دینی اصطلاحات کی بنیاد اور لغت و شرح کا اہم تعلق
- 44 ایمان کا لغوی مفہوم
- 47 ایمان کا اصطلاحی مفہوم
- 47 ایمان اور اسلام میں فرق
- 53 کیا ایمان میں استثناء درست ہے؟
- 56 کیا اسلام میں استثناء درست ہے؟
- 57 فصل دوم: ایمان قول و عمل کا نام ہے
- 57 کیا عمل ایمان میں داخل ہے؟
- 57 آیات قرآنیہ
- 59 احادیث نبویہ
- 62 ائمہ عظام اور علماء کرام کے اقوال و فتاویٰ
- 67 دل، زبان اور اعضاء کا قول و عمل
- 71 فصل سوم: ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے
- 71 ایمانی کمی بیشی قرآن کریم کی روشنی میں
- 74 ایمانی کمی بیشی احادیث کی روشنی میں
- 78 ائمہ عظام اور علماء کرام کے اقوال و فتاویٰ
- 82 ایمان میں کمی بیشی کے اسباب
- 85 حسب اعمال لوگوں کے مختلف درجات
- 85 تین طرح کے لوگ:
- 85 بدترین لوگ:
- 85 بہترین لوگ:

ایمان کے ارکان کا بیان

89 فصل اول: اللہ پر ایمان

89	اللہ پر ایمان کا معنی	✽
89	اللہ کے وجود پر ایمان	✽
91	اللہ کی ربوبیت پر ایمان	✽
91	اللہ کی الوہیت پر ایمان	✽
93	اللہ کے اسماء و صفات پر ایمان	✽
94	آخر سلف کا عقیدہ	✽
97	فصل دوم: فرشتوں پر ایمان	✽
97	فرشتوں کا تعارف	✽
97	فرشتوں کی صفات	✽
97	فرشتے سخت اور مضبوط ہیں:	✽
98	فرشتے بڑے بڑے جسموں والے ہیں:	✽
98	تمام فرشتے حسامت میں یکساں نہیں	✽
98	فرشتے خوبصورت ہیں	✽
99	فرشتے معزز اور پاکباز ہیں:	✽
99	فرشتے علم والے ہیں:	✽
99	فرشتوں کی خصوصیات	✽
99	فرشتوں کی رہائش گاہیں آسمانوں میں ہیں	✽
100	فرشتے ہونٹ نہیں اور نہ ہی کتاب و سنت میں کہیں انہیں ذکر کیا گیا ہے:	✽
101	فرشتے اللہ کے کسی حکم کی بھی نافرمانی نہیں کرتے	✽
101	فرشتے اللہ کی عبادت سے نہ ٹھکتے ہیں اور نہ ہی اُکھتاتے ہیں:	✽
101	فرشتوں پر ایمان کا مفہیم	✽
105	فرشتوں کی ذمہ داریاں	✽
105	جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے پاس اپنا پیغام	✽
106	میکائیل علیہ السلام کو بارش برسانے اور نباتات وغیرہ آگے	✽
106	اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے	✽
107	روح قبض کرنے کی ذمہ داری ملک الموت علیہ السلام کو سونپی گئی ہے	✽
108	ملک الجبال علیہ السلام (یعنی پہاڑوں کا فرشتہ) کو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں	✽
108	ایک فرشتہ خواتین کے رحموں (یعنی پیٹ کی وہ مخصوص جگہ جہاں بچے	✽
109	پکڑے فرشتوں کو اللہ کا عرش اٹھانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے	✽

109	کچھ فرشتوں کو جنت اور جہنم کے دار و تحفے مقرر کیا گیا ہے
110	کچھ فرشتے بیت المعمور کی زیارت کرنے والے ہیں
110	کچھ فرشتے زمین میں پلٹے پھرتے رہتے ہیں
111	دو فرشتے مخلوق کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں، انہیں کراما کا تبین کہا گیا ہے
111	دو فرشتوں کی ذمہ داری قبر میں لوگوں سے سوال کرنے کی ہے، انہیں منکر مگر
112	کچھ فرشتے نماز جمعہ میں شرکت کرنے والوں کا اندراج کرتے ہیں
113	فرشتے جن کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں
113	فرشتے جن پر لعنت بھیجتے ہیں
114	فرشتے افضل ہیں یا انسان؟
115	فہرست س: العامی کتابوں پر ایمان
115	وحی کی لغوی توضیح
116	وحی کی شرعی تعریف
116	وحی کی اقسام
118	لفظ کتب کی لغوی توضیح
118	کتب کی شرعی تعریف
118	الہامی کتب
119	1 توراة:
120	2 انجیل:
120	3 زبور:
120	4 صحف ابراہیم و موسیٰ:
121	5 قرآن عظیم:
121	کتابوں پر ایمان کا حکم
122	کتابوں پر ایمان کی کچھ تفصیل
125	تورات و انجیل تحریف شدہ جبکہ قرآن کریم محفوظ کتاب ہے
126	کتب سماویہ جن امور میں متفق ہیں
129	کتب سماویہ جن امور میں مختلف ہیں
130	قرآن کریم، حدیث قدسی اور حدیث نبوی میں فرق
131	قرآن پر ایمان کے خصائص
136	قرآن کے فضائل

137	قرآن کریم کی مختلف سورتوں اور آیات کی فضیلت:
139	فصل بہار: پیغمبروں پر ایمان
139	پیغمبروں پر ایمان کا حکم
139	نبی اور رسول میں فرق
140	پیغمبروں پر ایمان کا مضموم
144	انسانوں پر انبیاء کے حقوق
145	اولوالعزم پیغمبر
146	اولوالعزم پیغمبروں میں افضل ترین پیغمبر
146	نبی کریم ﷺ کے خصائص
152	نبی کریم ﷺ کے حقوق
157	نبی کریم ﷺ کے عجزات
162	فصل بیع: آخرت پر ایمان
162	آخرت پر ایمان کا مضموم
162	موت اور اس کے بعد کے احوال پر ایمان
163	احوال قبر پر ایمان
165	علامات قیامت پر ایمان
165	قیامت کی چھوٹی علامات:
168	قیامت کی بڑی علامات:
170	یوم البعث پر ایمان
171	حوض کوثر پر ایمان
172	میزان پر ایمان
173	شفاعت پر ایمان
174	پل صراط پر ایمان
175	جنت اور جہنم پر ایمان
178	فصل منہج: اچھی نری تقدیر پر ایمان
178	تقدیر پر ایمان کا مضموم
178	اثبات تقدیر کے دلائل
179	تقدیر پر وجوب ایمان کے دلائل
180	تقدیر کے مراتب

181	① علم:	۱۸۱
181	② کتابت:	۱۸۱
182	③ ارادہ و مشیت:	۱۸۲
183	④ تطبیق:	۱۸۳
186	اگر سب کچھ پہلے ہی لکھا ہوا ہے تو عمل چھوڑ دینا چاہیے؟	۱۸۶
187	گناہ کے ارتکاب پر دلی تسلی کے لیے تقدیر کا سہارا لینا درست ہے۔	۱۸۷
188	تقدیر پر ایمان کے فوائد	۱۸۸
189	فصل ہفتم: جنات و شیاطین پر ایمان	۱۸۹
189	جنات و شیاطین پر ایمان کا مفہوم اور حکم	۱۸۹
190	جنات و شیاطین کا مختصر تعارف	۱۹۰
190	جنات کی تخلیق کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں	۱۹۰
190	جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔	۱۹۰
191	شیطان اکبر یعنی ابلیس بھی جن ہی ہے۔	۱۹۱
191	ابلیس نے ہی آدم و حوا علیہما السلام کو جنت سے نکلوایا تھا۔	۱۹۱
192	ابلیس کی وجہ سے ہی دنیا میں شرک و بت پرستی کا آغاز ہوا۔	۱۹۲
192	ابلیس کا ٹھکانہ پانی پر ہے۔	۱۹۲
193	ہر انسان کے ساتھ ایک جن مقرر ہے۔	۱۹۳
193	جنات کے لیے بالعموم شیاطین کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔	۱۹۳
193	جنات بے پناہ قوت و طاقت کے مالک ہیں۔	۱۹۳
194	جنات کو انسانی اجسام میں داخل ہونے کی طاقت حاصل ہے۔	۱۹۴
194	جنات اپنی شکل و صورت تبدیل کر سکتے ہیں۔	۱۹۴
195	جنات نبی کریم ﷺ کی صورت اختیار نہیں کر سکتے۔	۱۹۵
195	جنات کی خوراک ہڈی اور گوشت ہے۔	۱۹۵
195	جنات کی شادیاں ہوتی ہیں اور اولاد بھی۔	۱۹۵
196	جنات کو جانور بھی دیکھ لیتے ہیں۔	۱۹۶
196	اللہ کے کچھ نیک بندوں سے جنات ڈرتے ہیں۔	۱۹۶
196	قرآن کریم انسانوں کی طرح جنات کے لیے بھی مجرہ ہے۔	۱۹۶
197	جنات میں انسانوں کی طرح مومن بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی۔	۱۹۷
197	نیک جن دوسرے جنوں کو دین کی تبلیغ بھی کرتے ہیں۔	۱۹۷

197	انسانوں کی طرح جنوں کے پیغمبر بھی محمد ﷺ ہیں:	۵۴
198	مومن جن جنت میں اور کافر جن جہنم میں جائیں گے:	۵۴
198	جنات و شیاطین کے حملے:	۵۴
198	شیطان نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی قسم اٹھا رکھی ہے:	۵۴
199	شیطان تمام انسانوں کو جہنم میں داخل کرانا چاہتا ہے:	۵۴
199	شیطان کی کوشش ہے کہ تمام انسانوں کو کافر و مشرک بنا دے:	۵۴
199	اگر کافر و مشرک نہ بنا سکے تو انہیں گناہوں میں مبتلا کر دے:	۵۴
200	شیطان بندوں کو اللہ کی اطاعت سے روکتا ہے:	۵۴
200	شیطان بندوں کی عبادت خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے:	۵۴
200	ایک جن نے نبی کریم ﷺ کی نماز خراب کرنے کی کوشش کی:	۵۴
200	شیطان ہر پیدا ہونے والے بچے کو تکلیف پہنچاتا ہے:	۵۴
201	شیطان بندوں کو برے خواب دکھاتا ہے:	۵۴
201	طاغوت کی بیماری کا سبب جنات ہی ہیں:	۵۴
201	شیطان موت کے وقت بھی بندوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے:	۵۴
201	جنات و شیاطین اور وسوسے:	۵۴
201	وسوسے کا معنی و مفہوم:	۵۴
202	شیطان اولاد آدم کے دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے:	۵۴
203	شیطان کے وسوسے پیدا کرنے کے طریقے:	۵۴
205	شیطان وسوسے معاف کر دے جاتے ہیں الا کہ ان پر عمل کر لیا جائے:	۵۴
205	جنات و شیاطین سے بھاؤ کے طریقے:	۵۴

ایمان کے شعبوں کا بیان

208	(1) عقائد:	۵۴
208	(2) اسلام:	۵۴
208	اسلام کا معنی و مفہوم:	۵۴
209	اللہ کے باں دین صرف اسلام ہے:	۵۴
209	اسلام سابقہ تمام انبیاء کا دین ہے:	۵۴
211	دنیا میں ہر پیدا ہونے والا بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے:	۵۴
211	اسلام کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہیں:	۵۴

- 211 ایک آدمی کو اسلام میں داخل کرنا قیمتی مال و متاع سے بہتر ہے
- 212 کسی کو جبر اسلام میں داخل نہیں کیا جاسکتا
- 212 اسلام میں داخل ہونے والے ہر شخص پر غسل فرض ہے
- 212 اسلام سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے
- 212 اسلام سے مرتد ہونے والے کی سزا قتل ہے
- 212 ہر مسلمان کی یہی کوشش ہونی چاہیے کہ اسے حالت اسلام میں موت آئے
- 213 اہل اسلام زمین پر اللہ کے گواہ ہیں
- 213 حاملین اسلام کے لیے خوشخبری ہے
- 213 اسلام کے ارکان پانچ ہیں
- 214 (3) محاسن اخلاق
- 214 راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا اور حیا کرنا
- 215 کھانا کھانا اور سلام کرنا
- 215 پڑوسی کو تکلیف نہ دینا، مہمان کا اکرام کرنا اور ہمیشہ خیر کی بات کرنا
- 215 رسول ﷺ سے محبت کرنا
- 215 مسلمان بھائیوں کے لیے بھی وہی پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے
- 216 مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے سے بچنا
- 216 اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہونا
- 216 دوسروں کے ساتھ ہمیشہ اچھے اخلاق سے پیش آنا
- 216 عہد پورا کرنا
- 217 حرام کاموں پر مشتمل مجالس سے بچنا
- 217 باہم حسد، بغض اور قطع تعلقی سے بچنا
- 217 بدکاری، چوری اور شراب خوری سے بچنا
- 217 تکلفاً سادگی اختیار کرنا
- 217 پاکدامنی اختیار کرنا

ایمان کے نواقض کا بیان

- 218 نواقض ایمان کا معنی و مفہوم
- 218 نواقض ایمان
- 218 (1) اللہ کی عبادت میں شرک کرنا

- 219 (2) مشرکین کو کافر نہ کہنا یا ان کے کفر میں شک کرنا: ﴿
- 219 (3) مسلمانوں کے خلاف مشرکین کا تعاون کرنا: ﴿
- 220 (4) اعتقادی نفاق: ﴿
- 221 (5) اللہ کے دین سے اعراض: ﴿
- 222 (6) شک: ﴿
- 222 (7) انکار: ﴿
- 223 (8) اللہ کا یا اللہ کی آیات کا یا اللہ کے رسول کا مذاق اڑانا: ﴿
- 224 (9) اللہ کو یا اللہ کے رسول کو یا اللہ کے دین کو گالی دینا: ﴿
- 225 (10) اللہ اور اس کی شریعت کے مقابلے میں تکبر کرنا: ﴿
- 226 (11) تکذیب: ﴿
- 227 (12) کھانت اور عرافت: ﴿
- 228 (13) جادو کرنا اور کرانا: ﴿
- 228 (14) اللہ اور رسول یا ان کے کسی حکم سے بغض رکھنا: ﴿
- 228 (15) اللہ اور رسول کے طال کردہ کو حرام بنا لینا: ﴿
- 229 کیا ترک واجبات سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے؟ ﴿
- 229 کیا کبیرہ گناہ کا مرکب ایمان سے خارج ہو جاتا ہے؟ ﴿
- 232 ارتداد کا مفہوم اور حکم ﴿
- 233 کفر کا مفہوم اور اقسام ﴿
- 234 تکفیر معین کا تعیم ﴿
- 234 تکفیر کے موانع ﴿

عقیدہ ولاء و براء کا بیان

- 236 ولاء اور براء کا معنی و مفہوم ﴿
- 236 ولاء (دوستی) کی اہمیت ﴿
- 237 ولاء (دوستی) کا مستحق کون ہے؟ ﴿
- 238 براء (دشمنی) کا مستحق کون ہے؟ ﴿
- 238 اللہ رسول ﷺ اور مسلمانوں سے دوستی واجب ہے ﴿
- 241 کفر اور اہل کفر سے دوستی حرام ہے ﴿
- 243 اللہ رسول ﷺ اور مسلمانوں سے دوستی کی چند علامات ﴿

- 247 کفر اور اہل کفر سے دوستی کی چند علامات ﴿
- 249 کفار اور مسلمانوں کی باہمی دوستی ممکن نہیں ﴿
- 250 اللہ، رسول ﷺ اور مسلمانوں سے دوستی کا انعام ﴿
- 251 کفار سے دوستی کا انجام ﴿
- 252 عقیدہ ولاء وبراء ایمان کی بنیاد ہے ﴿

طاغوت کے ساتھ کفر کا بیان

- 253 طاغوت کا معنی و مفہوم ﴿
- 257 طاغوت کے ساتھ کفر کا حکم دیا گیا ہے ﴿
- 258 طاغوت کے ساتھ کفر کا کیا مطلب ہے؟ ﴿
- 258 طاغوت کے ساتھ کفر پہلے ہے اور اللہ پر ایمان بعد میں ﴿
- 259 تمام انبیاء طاغوت کے ساتھ کفر کی دعوت لے کر مبعوث ہوئے ﴿
- 260 کافروں کے ذہن میں طاغوت ہیں ﴿
- 260 کافر طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں ﴿
- 260 سابقہ اقوام کی ہلاکت کا سبب بھی طاغوت کی عبادت تھا ﴿
- 261 طاغوت سے بچنے والوں کے لیے خوشخبری ہے ﴿

ایمان اور عقائد سے متعلقہ متفرق مسائل کا بیان

- 262 صحابہ کرام کے حقوق کا بیان ﴿
- 262 صحابی کون ہے؟ ﴿
- 262 صحابہ سے محبت واجب اور ایمان کا جز ہے ﴿
- 262 صحابہ سے محبت کا میابی کا ذکر یہ ہے ﴿
- 263 تمام صحابہ کی فضیلت و عدالت کا اعتقاد رکھنا واجب ہے ﴿
- 264 کسی بھی صحابی کو برا بھلا کہنا حرام ہے ﴿
- 265 نبی کریم ﷺ کے اہل بیت سے عقیدت رکھنا واجب ہے ﴿
- 265 صحابہ میں چار خلفائے راشدین افضل ہیں ﴿
- 266 دس صحابہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے ﴿
- 267 اسلامی حکمرانوں کو خیر خواہی کے مستحق سمجھنا چاہیے ﴿
- 268 سلف صالحین کے ہم و منہج کو سب سے بہتر اور قابل اتباع سمجھنا چاہیے ﴿

269

سلف صالحین کے عقیدے پر مشتمل چند کتب

ایمان اور عقائد سے متعلقہ ضعیف احادیث کا بیان

271

مومن کی فراست سے بچو

271

تین چیزیں ایمان کی اصل ہیں

271

مومن کے چہرے پر اس کی تعریف سے اس کا ایمان بڑھتا ہے

271

جو غیر محرم سے نظر بنائے اللہ تعالیٰ اسے ایمان کی مناس عطا فرماتا ہے

271

اشراف ایمان یہ ہے کہ صاحب ایمان سے لوگ امن میں ہوں

271

افضل ایمان یہ ہے کہ اللہ کو اپنے ساتھ سمجھا جائے

272

ایمان تمنا کرنے کا نام نہیں

272

ایمان ایک لباس ہے

272

ایمان کا لباس تقویٰ ہے

272

غیرت ایمان سے ہے

272

بوہا پے سے سرسفید ہو جانا ایمانی لباس ہے

272

ایمان کے دروازے

272

تقدیر پر ایمان کا فائدہ

273

ایمان کیا ہے؟

273

ایمان محارم اور لالچ سے بچاتا ہے

273

ایمان دو نصف ہیں

273

ایمان اور عمل بھائی بھائی ہیں

273

ایمان سے انسان کا ایک قول ہی کافی ہے

273

تکافت ایمان کی طرف بلاتی ہے

273

تین چیزیں ایمان کی تکمیل کا ذریعہ ہیں

274

پانچ چیزیں ایمان کا حصہ ہیں

274

ابوبکر و عمر سے محبت ایمان کا حصہ ہے

274

حسد ایمان کو خراب کر دیتا ہے

274

مساواک نصف ایمان ہے

274

صبر کا ایمان میں درجہ

274

یقین مکمل ایمان ہے

275	قل و ذبح کرنے میں سب سے نرم اہل ایمان ہیں
275	نماز ایمان کا ستون ہے
275	اُدنی لباس پہننے سے ایمانی مٹاس حاصل ہوتی ہے
275	علم ایمان کا ستون ہے
275	ایمان کی موجودگی میں کوئی چیز بھی نقصان نہیں دیتی
275	ایمان کی بنیاد تقویٰ ہے
275	ایمان کا خلاصہ نماز ہے
276	کامل مومن وہ ہے جو آذنائش کو نعمت سمجھے
276	اہل بیت سے محبت کے بغیر ایمان کا حصول ناممکن ہے
276	ایمان قیص کی مانند ہے
276	شرابی سے ایمان نکال لیا جاتا ہے
276	صبح کے وقت نماز فجر کے لیے جانے والا ایمان کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہے
276	مدینہ دارالایمان ہے
276	حقیقتاً ایمان تک رسائی زبان کو زور کے بغیر ممکن نہیں
277	افضل ایمان ہجرت ہے
277	صاحبہ ایمان وہ ہے جو بکثرت اللہ کا ذکر کرے
277	حیاء کے بغیر ایمان نہیں
277	غیبت اور چغلی ایمان کو ختم کر دیتے ہیں
277	وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے
277	ملی سے محبت ایمان کا حصہ ہے
277	ایمان میں کمی بیشی کفر ہے
278	ایمان میں زیادتی کفر اور کمی شرک ہے
278	کامل مومن وہ ہے جو مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے
278	اذان کے وقت کلام کرنے سے زوال ایمان کا خدشہ ہے
278	اے پیغمبر! اگر میں تجھے نہ بنا تا تو کائنات نہ بناتا
278	جس نے خود کو پہچان لیا اس نے رب کو پہچان لیا
278	میں ایک چغلی خزانہ تھا

چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباط احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	احسان	قرآن سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔
(4)	اصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو چھوڑ لینا اصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرر رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) رائج بات (5) حالت مصححہ۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد ستوا تر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تہذیب الاشراف از امام حزی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء کی جمع ہے۔ اور جز اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جز در رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلق چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلق مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	بہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو کل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات، مطالعہ مکمل، عبادات، معاملات، تفسیر، سیرت، مناقب، فتن اور روزِ محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول، فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تفسیر ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافلہ کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارع ﷻ نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

(21)	راج	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد وغیرہ۔
(23)	مسالذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن و سنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک فقہ راوی نے اپنے سے زیادہ فقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی فقہ ذیائینہ و ازاد و قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شد و زور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو یا اس کا عادی ہو یا اس کا ان میں روان ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع ﷺ نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت و شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی سخت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں ان شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیر	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جز جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع ﷺ نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فروع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب و سنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب و سنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لیا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطہارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب، افضل اور مستحب اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکروہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	معارج	یہ ایسی معلومت ہے کہ جس کے متعلق شارع بلا شک سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی تائید کی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ یمن (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہونا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقلوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرے۔
(55)	مطلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	معضل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	مکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق بدعتی بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مسند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابوالفہم الاسبغانی وغیرہ۔
(63)	مجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً مجمع کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	تج	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا صحیح کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہاء کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہاء اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

ایمان کا لفظی معنی ہے ”یقین و تصدیق“ اور اس کا اصطلاحی معنی ہے ”دل کی تصدیق و یزبان کا اقرار اور اعضاء کا عمل“۔ یعنی ایمان میں عمل بھی داخل ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ حسب اعمال ایمان میں کمی بیشی بھی ہوتی رہتی ہے۔ اسلام کا لفظی معنی ہے ”مطیع و فرمانبردار ہو جانا“ اور اصطلاحی معنی ہے ”عقیدہ توحید اپنا کر اطاعت الہی کے لیے خود کو جھکا دینا“۔ ایمان اور اسلام میں اہل علم نے یہ فرق کیا ہے کہ اگر یہ دونوں اکٹھے ذکر ہوں تو ایمان سے باطنی اعمال اور اسلام سے ظاہری اعمال مراد ہوتے ہیں اور اگر یہ الگ الگ ذکر ہوں تو ہر ایک سے دونوں طرح کے اعمال مراد ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمان کا ہی ایک شعبہ اسلام ہے جس کا درجہ بالاتفاق ایمان سے کم ہے جبکہ ایمان کا اعلیٰ ترین درجہ احسان ہے (کہ انسان ہر عبادت اس طرح کرے کہ وہ اپنے پروردگار کو دیکھ رہا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو کم از کم یہ ذہن نشین رکھے کہ اس کا پروردگار اسے دیکھ رہا ہے)۔ ایمان کے چھ ارکان ہیں: اللہ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، الہامی کتابوں پر ایمان، نبیوں پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان اور اچھی بری تقدیر پر ایمان۔ کچھ اہل علم نے جنات و شیاطین پر ایمان کو بھی ایمان کا ایک رکن قرار دیا ہے۔

اللہ پر ایمان یہ ہے کہ اس بات کا پختہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ موجود ہے اور وہ اپنی ذات و صفات اور عبادت و افعال میں یکتا ہے، اس کا کوئی شریک و ہمسر نہیں۔ فرشتوں پر ایمان یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ فرشتے اللہ کی نوری مخلوق ہیں جنہیں اس نے اپنے احکام کی عقید کے لیے پیدا کیا ہے، ان کی ڈیوٹیاں مقرر ہیں اور وہ اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ ہر وقت اللہ کی عبادت و اطاعت میں مصروف رہتے ہیں۔ الہامی کتابوں پر ایمان یہ ہے کہ اس بات کی پختہ تصدیق کی جائے کہ تمام کتابیں اللہ کی نازل کردہ ہیں، اللہ کا کلام ہیں، سب توحید کی دعوت دیتی ہیں، ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور آخری کتاب قرآن کے ذریعے

سابقہ تمام کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ پیغمبروں پر ایمان یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کی ہدایت و رہنمائی کے لیے کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجا، ہر پیغمبر نیک، متقی، دیندار اور امین تھا، ہر پیغمبر حق لے کر آیا، ہر ایک نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی، سب نے اللہ کا پیغام پورا پورا آگے پہنچا دیا، پیغمبروں کے مختلف درجے ہیں جن میں سب سے بلند مقام اور افضل ترین آخری پیغمبر محمد ﷺ ہیں۔ یوم آخرت پر ایمان یہ ہے کہ وفات کے بعد سے لے کر جنتیوں کے جنت میں اور جہنمیوں کے جہنم میں داخل ہو جانے تک جو کچھ بھی کتاب و سنت میں ذکر ہوا ہے اس پر کامل یقین رکھا جائے۔ اچھی بری تقدیر پر ایمان یہ ہے کہ پختہ طور پر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ دنیا میں ہونے والا ہر اچھا برا کام اللہ کے علم و ارادے کے مطابق ہو رہا ہے جو اس نے کائنات کی تخلیق سے پہلے ہی لکھوا دیا تھا۔ جنت و شیطاں پر ایمان یہ ہے کہ ان کے متعلق کتاب و سنت میں جو کچھ بھی ذکر ہوا ہے اس پر بغیر کسی تاویل و تحریف کے کامل یقین رکھا جائے اور اسے برحق سمجھا جائے۔

ایمان کا ایک تقاضا یہ ہے کہ اللہ سے، اللہ کے پیغمبر سے اور اللہ کے مومن بندوں سے محبت کی جائے، ان کی محبت کے مقابلے میں کسی کی محبت کو ترجیح نہ دی جائے اور اللہ کے، اللہ کے پیغمبر کے اور اللہ کے مومن بندوں کے دشمنوں (کافروں، مشرکوں اور منافقوں وغیرہ) سے دشمنی رکھی جائے۔

ایمان میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ طاغوت کا انکار کیا جائے اور طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت و اطاعت کی جائے خواہ وہ شیطان ہو، بت ہو، جادوگر ہو، علم غیب کا مدعی ہو یا حکمران ہو۔ طاغوت کا انکار یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ ہر ایک کی عبودیت و حاکمیت کے بطلان کا اعتقاد رکھا جائے اور پھر عملاً اسی کا مظاہرہ کیا جائے۔

کچھ اعمال ایسے ہیں جو انسان کو دائرہ ایمان سے خارج کر دیتے ہیں جیسے اللہ کی عبادت میں شریک کرنا، مشرکین کے کفر میں شک کرنا یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھنا، مسلمانوں کے خلاف مشرکین کا تعاون کرنا، دل میں نفاق رکھنا، اللہ کے دین سے اعراض کرنا، اسلام کے مسلمہ مسائل کا انکار کرنا یا ان میں شک کرنا، دین کا مذاق اڑانا یا اسے گالی دینا، جادو کرنا یا کرنا، اللہ اور رسول سے بغض رکھنا اور اللہ اور رسول کے کسی حرام کردہ کام کو حلال سمجھنا یا حلال کردہ کام کو حرام سمجھنا وغیرہ۔ علاوہ ازیں اگر کوئی شخص مؤحد ہے مگر واجبات کو ترک کرتا ہے یا کہاں کا آرٹیکل کرتا ہے تو وہ ناقص الایمان تو ہے کافر نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص جہالت میں، خطا و غلطی سے یا تاویل کر کے کوئی کفریہ کام کرے تو وہ کافر نہیں۔ نیز اگر کسی کو کفر کرنے پر مجبور کیا گیا ہو یا کوئی شخص کسی کفریہ کام سے بچنے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہے تو اسے دائرہ ایمان سے خارج اور کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

کتاب الایمان ایمان کے مسائل

ایمان کی فضیلت کا بیان	باب فضل الایمان	❖
اہل ایمان کی صفات کا بیان	باب صفات اهل الایمان	❖
ایمان کی حقیقت کا بیان	باب حقيقة الایمان	❖
ایمان کے ارکان کا بیان	باب اركان الایمان	❖
ایمان کے شعبوں کا بیان	باب شعب الایمان	❖
ایمان کے نواقض کا بیان	باب نواقض الایمان	❖
عقیدہ ولأء والبرأء کا بیان	باب عقيدة الولاء والبرأء	❖
طاغوت کے ساتھ کفر کا بیان	باب الكفر بالطاغوت	❖
ایمان اور عقائد سے متعلقہ متفرق مسائل کا بیان	باب المسائل المتفرقة عن الایمان والعقائد	❖
ایمان اور عقائد سے متعلقہ ضعیف احادیث کا بیان	باب الاحادیث الضعیفة عن الایمان والعقائد	❖

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الأنفال: ۱۹]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہیں۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا﴾

”تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے

جب تک ایمان والے نہ بن جاؤ۔“

[مسلم (۵۴) کتاب الایمان]

ایمان کی فضیلت کا بیان

باب فضل الایمان

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَاللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾ [البقرة: ۲۵۷]

”ایمان والوں کا ولی اللہ تعالیٰ خود ہے، وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران: ۶۸]

”اور اللہ تعالیٰ ہی اہل ایمان کا ولی و سہارا ہے۔“

(امام طبریؒ) نقل فرماتے ہیں کہ ابام جعفرؑ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے“ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ اہل ایمان کا مددگار اور معاون ہے اور ”انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے“ کا مطلب

یہ ہے کہ انہیں کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ (۱)

پہلی آیت سے اہل علم نے یہ بھی اخذ کیا ہے کہ حق ایک ہوتا ہے اور کفر کی بہت زیادہ انواع و اقسام ہوتی ہیں،

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لفظ نور کو واحد ذکر فرمایا ہے جبکہ ظلمات کو جمع ذکر فرمایا ہے۔ (۲)

اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل حاصل ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران: ۱۵۲]

اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر بڑے فضل والا ہے۔“

(جلال الدین سیوطیؒ، جلال الدین محلیؒ) بیان فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر بڑے فضل والا ہے“ یعنی

اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرماتا اور ان سے درگزر فرماتا ہے۔ (۳)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(۱) [تفسیر طبری (۴/۲۴۵)]

(۲) [دیکھئے: تفسیر ابن کثیر (۶/۸۵۱)]

(۳) [تفسیر جلالین (ص: ۴۴۴)]

﴿وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران: ۱۷۱]

”اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔“

(طبری) ”اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں کرتا“ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کے اعمال کا بدلہ باطل نہیں کرتا جس نے اس کے رسول کی تصدیق کی، اس کی پیروی کی اور جو کچھ بھی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آیا ہے اس پر عمل کیا۔ (۱)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اجر عظیم عطا فرمائے گا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [النساء: ۱۴۶]

”اور عنقریب اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بہت بڑا اجر عطا فرمائیں گے۔“

(عبد الرحمن سعدی) اس عظیم بدلے کی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہی ہے۔ یہ بدلہ ایسا ہے کہ جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی کسی کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا ہے (مراد جنت ہے)۔ (۲)

اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الأنفال: ۱۹]

”اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہیں۔“

(عبد الرحمن سعدی) جسے اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو وہ کمزور یا قلیل التعداد ہی کیوں نہ ہو اس کی مدد کی جاتی ہے (اور وہی غالب آتا ہے) اور جس معیت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی تائید فرماتے ہیں وہ انہیں اسی قدر نصیب ہوتی ہے جس قدر وہ اعمال ایمان بجالاتے ہیں۔ (۳)

اہل ایمان کو نہ تو کسی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی ظلم و ستم کا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَمَنْ يُؤْمِنْ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا﴾ [الحج: ۱۳]

(۱) [تفسیر طبری (۲۹۸/۷)]

(۲) [تفسیر السعدی (۲۱۱/۱)]

(۳) [تفسیر السعدی (۲۱۷/۱)]

”پس جو بھی اپنے پروردگار پر ایمان لاتا ہے اسے نہ تو کسی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی ظلم و ستم کا۔“ (سیدوطی) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ انہیں نہ تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ ان کی نیکیوں کے اجر و ثواب میں کوئی نقص و کمی کر دی جائے گی اور نہ اس بات کا خوف کہ ان کی برائیوں میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ (۱)

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نجات دینے کا ذمہ اٹھایا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نجات دینے کا ذمہ اٹھایا ہے) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنَجِّي الْمُؤْمِنِينَ﴾ [یونس: ۱۰۳]

”پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے اسی طرح تمہارے ذمہ ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔“

(بنوئی) بیان فرماتے ہیں کہ یہاں حق کا مطلب واجب ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر اہل ایمان کی مدد کرنا واجب کر رکھا ہے)۔ (۲)

اللہ تعالیٰ اپنی نصرت خاص سے اہل ایمان کی تائید فرماتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيَدْخُلُهُمُ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَرَّعُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [المجادلة: ۲۲]

”آپ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہیں پائیں گے گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ کے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے (یعنی ایمان راسخ و مضبوط کر دیا ہے) اور جن کی تائید اپنی روح (یعنی نصرت خاص) سے فرمائی ہے اور جنہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے راضی ہیں، یہ خدا کی لشکر ہیں اور خبردار! یقیناً اللہ کے لشکر والے ہی کامیاب ہوتے والے ہیں۔“

(۱) [المر المثلثون (۱۰/۱۱۷)]

(۲) [معالم التنزيل (۴/۱۰۴)]

(ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصریؒ) فرماتے ہیں کہ آیت میں مذکور لفظ روح سے مراد نصرت الہی ہے۔ (۱)

نبی کریم ﷺ کو بھی ایمان والا بننے کا حکم دیا گیا تھا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے نبی! لوگوں پر یہ بات واضح کرو دیجئے کہ

﴿ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [یونس: ۱۰۴]

”مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔“

(طبریؒ) اس آیت کا مطلب بیان کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں کہ (نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے

مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان تعلیمات کی تصدیق کرنے والا بن جاؤں جو اس کی طرف سے میرے پاس آئی ہیں۔ (۲)

قرآن مجید اہل ایمان کو بڑے اجر کی نوید سناتا ہے

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّيْ هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ

أَجْرًا كَبِيرًا ۝ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴾ [الاسراء: ۹-۱۰]

”یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس

بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔“

(۲) ایک دوسری آیت میں ہے کہ

﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا ۝ فَيَمَّا لَبِثَ إِبْرَاهِيمُ بِأَسَىٰ شَدِيدًا

مِنَ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ﴾ [الكهف: ۱-۲]

”تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا اور اس میں کوئی کسریاتی نہ

چھوڑی۔ بلکہ ہر طرح سے ٹھیک ٹھاک رکھا تا کہ اپنے پاس کی سخت سزا سے ہوشیار کر دے اور ایمان لانے اور نیک

عمل کرنے والوں کو خوشخبریاں سنا دے کہ ان کے لیے بہترین بدلہ ہے۔“

(۳) سورہ احزاب میں ہے کہ

﴿ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ﴾ [الاحزاب: ۴۷]

”آپ مومنوں کو خوشخبری سنا دیجئے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔“

(۱) [تفسیر زاد الممیر (۴/۶)]

(۲) [تفسیر طبری (۲۱۸/۱۵)]

اہل ایمان کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الروم: ۴۷]

”ہم پر ایمان والوں کی مدد کرنا لازم ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام کی اس وقت مدد فرمائی جب مصر کے ایک ظالم بادشاہ نے انہیں اپنے دربار میں طلب کیا اور ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا۔ اس نے تین مرتبہ انہیں چھوٹا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے جکڑ دیا۔ حتیٰ کہ اس نے انہیں چھوڑ دیا اور ساتھ خدمت کے لیے ہاجرہ علیہا السلام بھی عطا کر دیں۔ (۱)
اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل سمیت فرعون سے نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اس کے لشکر کو دریا میں غرق کر دیا۔ (۲)

نبی کریم ﷺ غار میں تھے اور مشرک سر پر کھڑے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے غار کے منہ پر کھڑی کے ذریعے جالا بٹوا کر آپ ﷺ کی تائید و حمایت فرمائی۔ (۳)

اہل ایمان کو نصیحت فائدہ دیتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الذاریات: ۵۵]

”اور نصیحت کرتے رہے یقیناً یہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔“

(ابن کثیر) فرماتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے دل ہی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (۴)

اہل ایمان غلام و لونڈی مشرک مرد و عورت سے بہتر ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(۱) بخاری (۳۳۵۸) کتاب احادیث الانبیاء: باب قول الله تعالى واتخذ الله ابراهيم خلیلاً

(۲) بخاری (۲۰۰۴) کتاب الصوم: باب صوم یوم عاشوراء بمسلم (۱۱۳۰) أحمد (۲۹۱/۱) أبو داود

(۳) ابن مساجہ (۱۷۳۴) حمیدی (۵۱۵) عبد الرزاق (۷۸۴۳) بیہقی (۲۷۶/۴) ابن ابی شیبہ

(۴) دارمی (۲۲/۲) طحاوی (۷۵/۲) طبرانی (۱۲۳۶۲/۱۲) شرح السنہ (۱۷۸۲) ابن حبان

(۳۶۲۵) ابن خزیمہ (۲۰۸۴)

(۳) بخاری (۳۶۱۵) کتاب المناقب: باب علامات النبوة فی الاسلام

(۴) تفسیر ابن کثیر (۴۲۵/۷)

﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُوْمِنَ وَلَآئِمَةً مُّؤْمِنَةً خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُوْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ [البقرة : ۲۲۱]

”اور شرک کرنے والی عورتوں سے تا وقتیکہ وہ ایمان نہ لائیں، تم نکاح نہ کرو۔ ایمان والی لوطی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے گو تمہیں مشرک ہی اچھی لگتی ہو اور نہ شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو وہ جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، ایمان والا غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے گو مشرک تمہیں اچھا لگے۔ یہ لوگ جہنم کی طرف بلا رہے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرما رہا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“

(بیضاوی) اس آیت میں (صرف) اہل ایمان کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی ترغیب ہے۔ (۱)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے دلوں کو ہدایت سے نوازتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ اللّٰهُ قَلْبَهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [التغابن : ۱۱]

”اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“ (طبرنی) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ ہر مصیبت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دے دیتا ہے یعنی اس کے دل کو یہ توفیق دے دیتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو تسلیم کرے اور اس پر راضی ہو جائے۔ (۲)

اہل ایمان ہی ہدایت یافتہ اور کامیاب لوگ ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [البقرة : ۴-۵]

”اور جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ (ﷺ) کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ

(۱) [تفسیر بیضاوی (۲۰۳/۱)]

(۲) [تفسیر طبری (۴۲۱/۲۳)]

آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پزیر ہیں اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔“

(ابوبکر الجزارئی) اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح کی توفیق سے نوازا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس راستے پر قائم ہیں جو انہیں فوز و فلاح کی طرف لے جاتا ہے۔ (۱)

اللہ تعالیٰ مومن آدمی کی دنیا و آخرت میں پردہ پوشی فرماتا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَفَّهُ وَيَسْتُرُهُ فَيَقُولُ أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ حَتَّى إِذَا قَرَّرَهُ بِذُنُوبِهِ وَرَأَى فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَ أَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطَى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ﴾

”اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) مومن آدمی کو اپنے نزدیک بلائے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال کر اسے چھپا لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، کیا تجھ کو فلاں گناہ یاد ہے؟ کیا فلاں گناہ تجھ کو یاد ہے؟ وہ مومن کہے گا، ہاں اے میرے پروردگار۔ آخر جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لے گا اور اسے یقین آجائے گا کہ اب وہ ہلاک ہو گیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا اور آج بھی میں تیری مغفرت کرتا ہوں۔“ (۲)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ اور افضل عمل ایمان باللہ ہے

(۱) قبیلہ شعم کے ایک آدمی سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ إِيمَانٌ بِاللَّهِ ثُمَّ صَلَوةُ الرَّجِيمِ ثُمَّ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ ابْتِغَاءُ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ الْإِشْرَافُ بِاللَّهِ ثُمَّ قِطْعَةُ الرَّجِيمِ﴾

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانا ہے، پھر صلہ رحمی کرنا اور پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا (پسندیدہ) ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور پھر قطع رحمی کرنا ہے۔“ (۳)

(۱) [أبْسَرُ التَّفَاسِيرِ (۷/۱)]

(۲) [بخاری (۲۴۴۱) کتاب المظالم والنصب: باب قول الله تعالى: "أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ" مسلم

(۲۷۶۸) کتاب التوبة: باب قبول توبة القتال وان كفر قتله، مسند احمد (۵۴۳۶) ابونعیم فی الحلیۃ

(۲۱۶۱۲) ابن ابی شیبہ (۱۸۹/۱۳) ابن مندہ (۷۹۰) ابن حبان (۷۳۵۵)

(۳) [حسن: صحيح الجامع الصغير (۱۶۶) الترغيب والترهيب (۲۲۳/۳) المجموع (۱۵۱/۸)]

(2) حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ ثُمَّ الْجِهَادُ ثُمَّ حَجَّةُ مَبْرُورَةٍ﴾
 ”سب سے افضل عمل اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، پھر جہاد اور پھر حج مبرورہ ہے۔“ (۱)

(3) ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿أَفْضَلُ الْعَمَلِ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾
 ”سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔“ (۲)

اہل ایمان سے اللہ تعالیٰ نے جنتوں کا وعدہ کر رکھا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [التوبة: ۷۲]

”ایمان والے مردوں اور عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات کا جو ان بھیگتی والی جنتوں میں ہیں اور اللہ کی رضا مندی سب سے بڑی چیز ہے“ یہی زبردست کامیابی ہے۔“

فرمان نبوی ہے کہ

﴿مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَثَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ أَلَيْسَ وَلَدَ فِيهَا﴾

”جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے، اللہ پر لازم ہے کہ اسے جنت میں داخل کرنے خواہ اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یا اسی زمین میں بیٹھا رہا ہو جس میں پیدا ہوا۔“ (۳)

اہل ایمان سے اللہ تعالیٰ نے جنت کی تجارت کر رکھی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۱۰۹۲)]

(۲) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۱۱۲۴) السلسلة الصحيحة (۱۴۸۹)]

(۳) [بخاری (۲۷۹۰) کتاب الجہاد والسير: باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ، جامع الأصول

(۷۱۹۹/۹) شرح السنة للبخاری (۲۷۸/۵) صحیح کنوز السنة النبویة (۹۱/۱)]

فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعُذًا عَلَيْهِمْ حَقًّا فِي التَّوْبَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِمَا كُنْتُمْ تَبْتَغُونَ بِذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿[التوبة: ١١١]﴾

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تو رات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ نے زیادہ اپنے وعدے کو کون پورا کرنے والا ہے پس تم لوگ اس بیچ پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔“

جنت صرف اہل ایمان کے لیے ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا﴾ [النساء: ١٢٤]

”اور جو نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان ہو تو یقیناً ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور کھجور کی کھٹلی کے شکاف پر ابھر بھی ان کا حق نہ مارا جائے گا۔“

(2) حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَا ابْنَ عَرُوفٍ ارْكَبْ فَرَسَكَ ثُمَّ نَادِ إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَدْخُلُ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ﴾

”اے ابن عرف! اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اعلان کر کہ خبردار ایسے شک جنت صرف صاحب ایمان کے لیے ہی حلال ہے۔“ (1)

(3) ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَا بَلَّالُ اقْمِ فَرَسَكَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُ﴾

”اے بلال! اکھڑا ہوا اور اعلان کر کہ جنت میں صرف صاحب ایمان ہی داخل ہوگا۔“ (2)

(4) صحیح مسلم میں ایک مقام پر یہ عنوان قائم کیا گیا ہے:

﴿بَابُ بَيَانِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ﴾

(1) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (٧٨٤٠) السلسلة الصحيحة (٨٨٢)]

(2) [بخاری (٤٢٠٣) کتاب المغازی: باب غزوة حبرہ: ١٤٤] کتاب الايمان: باب غلط تحريم الغلول وان لا يدخل الجنة الا المؤمنون

(3) [بخاری (٤٢٠٣) کتاب المغازی: باب غزوة حبرہ: ١٤٤] کتاب الايمان: باب غلط تحريم الغلول وان لا يدخل الجنة الا المؤمنون

(4) [بخاری (٤٢٠٣) کتاب المغازی: باب غزوة حبرہ: ١٤٤] کتاب الايمان: باب غلط تحريم الغلول وان لا يدخل الجنة الا المؤمنون

(5) [بخاری (٤٢٠٣) کتاب المغازی: باب غزوة حبرہ: ١٤٤] کتاب الايمان: باب غلط تحريم الغلول وان لا يدخل الجنة الا المؤمنون

”اس بات کا بیان کہ جنت میں صرف اہل ایمان ہی داخل ہوں گے۔۔۔۔۔“

اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث نقل کی گئی ہے:

﴿لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تَوْمِنُوا﴾

”تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان والے نہ بن جاؤ۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ جنت میں صرف اہل ایمان ہی داخل ہوں گے اور ایمان کے بغیر جنت میں داخلہ ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اہل ایمان میں سے بنائے۔ (آمین)

روز قیامت ایمان والوں کو جنت کا راستہ دکھانے کے لیے ایک نور مقرر ہوگا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ

جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [الحديد: ۱۲]

”(قیامت کے) دن تو دیکھو گے کہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان

کے دائیں دوڑ رہا ہوگا (جس کی روشنی میں وہ جنت کا راستہ باسانی طے کر لیں گے اور اس روز ان کے لیے

اعلان کر دیا جائے گا کہ) آج تمہیں ان جنتوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ

کی رہائش ہے یہی عظیم کامیابی ہے۔“

جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہوگا وہ بھی جہنم میں نہیں رہے گا

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي

قَلْبِهِ مِشْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خُرْدٍ مِنْ إِيْمَانٍ ، فَيُخْرِجُونَ مِنْهَا ، قَدْ اسْوَدُّوا فَيَلْقَوْنَ فِي نَهْرِ الْحَيَاةِ فَيَبْتَلَوْنَ

كَمَا تَبْتَلِي الْحَبَّةُ فِي حَاثِبِ السَّبِيلِ﴾

”جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جس کے دل میں رائی

کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو بھی دوزخ سے نکال لو۔ تب (ایسے لوگ) دوزخ سے نکال لیے جائیں گے

اور وہ جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر نہر حیات میں ڈالے جائیں گے۔ اس وقت وہ دانے کی

(۱) [مسلم (۵۴) کتاب الایمان: باب بیان أنه لا يدخل الجنة الا المؤمنون، بخاری فی الادب المفرد

(۲۶۰) ابوداؤد (۵۱۹۳) ترمذی (۲۶۸۸) ابن ماجہ (۶۸) مسند احمد (۹۰۹۵) ابن مندہ (۲۲۸) ابن

حبیب (۲۳۰) شرح السنہ (۳۳۰) ابن ابی شیبہ (۶۲۴/۸)]

- طرح آگ آئیں گے جس طرح ندی کے کنارے دانے اُگ آتے ہیں۔“ (۱)
- (۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ خَرَدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ﴾
- ”ایسا کوئی بھی شخص (ہمیشہ کے لیے) آتشِ جہنم میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔“ (۲)

جو اللہ پر ایمان نہیں لاتا اسے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دے کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتِ كِتَابِيهِ ۖ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيهِ ۖ يَأْتِيهَا كَافَّةً الْقَاضِيَةُ ۖ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ ۖ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيهِ ۖ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۖ ثُمَّ لِيَ سِلْسِلَةٌ ذُرُّعَاهَا سَعُونَ ۚ ذُرَّاعًا يَسْلُكُوهُ ۖ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ﴾

[الحاقة: ۲۵-۳۳]

”اور جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا کاش! مجھے میرا اعمال نامہ دیا ہی نہ جاتا۔ اور مجھے علم ہی نہ ہوتا کہ حساب کیا ہے۔ کاش! موت (میرا) کام ہی تمام کر دیتی۔ میرے مال نے مجھے کچھ نفع نہ دیا۔ میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا۔ (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔ پھر اسے ایسی زنجیر میں جکڑ دو جس کی پٹائش ستر ہاتھ کی ہے۔ بے شک یہ اللہ عظمت والے پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔“

(سید قطاوی) فرماتے ہیں، آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملے اور پھر عذاب دیے جانے کا سبب یہ ہوگا کہ وہ دنیا میں اللہ واحد و قہار پر ایمان نہیں لاتا تھا بلکہ کفر برحق ہی مصر تھا۔ (۳)

(۱) [بخاری (۲۲) کتاب الایمان: باب تفاضل أهل الایمان فی الاعمال، صحیح ابن حبان (۱۸۳)۔

(۲) [جامع الأحادیث للسيوطی (۱۰۱/۲۴)]

(۳) [مسلم (۹۱) کتاب الایمان: باب تحریم الکبر و بیانه، ابوداؤد (۴۰۹۱) ترمذی (۱۹۹۹)]

(۴) [التفسیر الوسیط (۴۳۱/۱)]

باب صفات اہل الایمان

آئندہ سطور میں اہل ایمان کی وہ صفات درج کی جا رہی ہیں جو کتاب و سنت میں ذکر ہوئی ہیں۔ یقیناً یہ صفات دنیا و آخرت کی اصلاح و فلاح اور ہمیشہ کے لیے جنت الفردوس میں داخلے کا ذریعہ ہیں۔ ہم سب کو ان کے ساتھ متصف ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

قرآن کریم میں مذکور صفات

اپنے ایمان میں شک نہ کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ [الحجرات: ۱۵]

”ایماندار صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، پھر شک و شبہ نہ کریں اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں (اپنے دعوائے ایمان میں) کبھی ہچے اور راستہ نہ گویں۔“

صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿اتَّخِشُوا اللَّهَ أَلْحَقُ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ [التوبة: ۱۳]

”کیا تم ان (کافروں) سے ڈرتے ہو، پس اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔“

دین کو اللہ کے لیے خالص کر دینا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [النساء: ۱۴۶]

”ہاں جو توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھیں اور اپنے دین کو اللہ کے لیے ہی خالص کر لیں تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ مومنوں کو بہت بڑا اجر دے گا۔“

اللہ کا ذکر سن کر ڈر جانا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ

عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝
أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿[الأنفال : ٤-٦]﴾
”ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی
آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل
کرتے ہیں۔ وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ
سچے ایمان والے ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس بڑے درجے، مغفرت اور عزت کی رزوی ہے۔“

✽ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنا اور مومنین سے محبت رکھنا:
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ
اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ [التوبة : ٧١]

”مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار) دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور
برائی سے روکتے ہیں، نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا، بے شک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے۔“

✽ ہر کام میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کو مکمل طور پر تسلیم کرنا:
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا
فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء : ٦٥]

”قسم ہے میرے پروردگار کی ایسے مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ (ﷺ) کو
حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دین ان بے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور
فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔“

✽ ہر چیز پر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و رضا کو ترجیح دینا:
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن
يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [التور : ٥١]

”ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر

دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔“
ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿يَخْلُقُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُؤْضَوْكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُؤْضَوْهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ﴾ [التوبة: ۶۲]
” (منافقین) محض تمہیں خوش کرنے کے لیے تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جاتے ہیں حالانکہ اگر یہ ایمان والے ہوتے تو اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق تھے کہ انہیں راضی کیا جائے۔“

﴿ اختلاف و نزاع کے وقت ہر بات اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹانا:﴾
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [النساء: ۵۹]
”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام بہت ہی اچھا ہے۔“

﴿ نماز میں خشوع اختیار کرنا، لغو کاموں سے بچنا، زکوٰۃ ادا کرنا وغیرہ:﴾
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِقُرُوبِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلْكُومِينَ ۝ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ [المؤمنون: ۱-۸]

”یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے، یقیناً یہ ملاسمیوں میں سے نہیں۔ جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ (ایمان والے وہ ہیں) جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی وارث ہیں۔ جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔“

❁ غریبوں پر خرچ کرنا، عہد کی پاسداری کرنا اور سختی میں صبر کرنا وغیرہ۔
 ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿أَيُّسَ الْيَمَانُ أَنْ تُؤَلُّوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۷۷]

”ساری اچھائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں بھی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابتداروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دے، غلاموں کو آزاد کرے، نماز کی پابندی کرے، زکوٰۃ ادا کرے، جب وعدہ کرے تو اسے پورا کرے، تنگدستی، دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔“

❁ توبہ و استغفار کرنا، عبادت کرنا اور حدودِ الہی کی پابندی کرنا وغیرہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿الذَّالِمُونَ الْعَاقِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [التوبة: ۱۱۲]
 ”وہ ایسے لوگ ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے (یا زکوٰۃ میں سفر کرنے والے)، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم دینے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور ایسے ایمان والوں کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔“

❁ حدودِ الہی کے نفاذ میں نرمی کا مظاہرہ نہ کرنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿الزَّالِيَةُ وَالزَّالِيَةُ فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةً جَلْدَةً وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ [النور: ۲]
 ”زنا کا زمرہ و عورت میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیے، اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو۔“

❁ اللہ تعالیٰ سے دین کی تائید و حمایت کا کیا ہوا وعدہ پورا کرنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قُتِيَ

نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿الاحزاب: ۲۳﴾
 ”مومنوں میں (ایسے) لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اسے سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موتہ کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔“
 ❀ دوسرے مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوِيكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ [الحجرات: ۱۰]

”(یاد رکھو!) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کروایا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

❀ کبیرہ گناہوں سے بچنا اور اللہ کے عذاب سے ہمیشہ خائف رہنا وغیرہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۝ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۝ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا مُسْتَغْرًا وَمُقَامًا ۝ ﴾ [الفرقان: ۶۳-۷۶]

”رحمن کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر فردوسی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔ اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں۔ اور جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے دوزخ کا عذاب پھیر دے کیونکہ اس کا عذاب چٹ جانے والا ہے۔ بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے۔ اور جو خرچ کرتے وقت نہ تو اسراف کرتے ہیں اور نہ ہی بخلی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے پر خرچ کرتے ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ سوائے حق کے قتل نہیں کرتے، نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا..... اور وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔ اور جب انہیں ان کے رب کے کلام کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ اندازے بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے۔ اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند و بالا خانے دیئے جائیں گے جہاں انہیں دعا

سلام پہنچایا جائے گا۔ یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے۔“

حدیث نبوی میں مذکور صفات

نبی کریم ﷺ سے کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت کرنا:

فرمان نبوی ہے کہ ﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَحِبَّ إِلَهُ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ ”کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ (۱)

اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرنا جو اپنی ذات کے لیے پسند ہے:

فرمان نبوی ہے کہ ﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ﴾ ”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“ (۲)

ہمیشہ ابتلاء و آزمائش کا شکار رہنا:

فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَا يَزَالُ ابْتِلَاءُ الْمُؤْمِنِينَ وَالتَّوْبَةُ فِي نَفْسِهِمْ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتَّىٰ يَلْقَى اللَّهَ وَ مَا عَلَيْهِ حَاطَّةٌ﴾ ”مومن مرد اور مومن عورت ہمیشہ اپنی جان، اولاد اور مال میں آزمائش کا شکار رہتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملتے ہیں اور ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا (کیونکہ آزمائش ان کے گناہ مٹا دیتی ہے)۔“ (۳)

□ احادیث میں موجود اہل ایمان کی مزید صفات کے لیے آئندہ باب ”ایمان کے شعبوں کا بیان“ کے تحت عنوان ”محاسن اخلاق“ ملاحظہ فرمائیے۔

صحابہ کرام اور ائمہ سلف کے چند اقوال

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ایمان والے شخص میں ہر قسم کی خصلت پائی جاسکتی ہے مگر خیانت اور جھوٹ نہیں پایا جاسکتا۔“ (۴)

(۱) [بخاری (۱۵) کتاب الایمان: باب حب الرسول من الایمان، مسلم (۴۴) کتاب الایمان: باب وجوب محبة رسول الله أكثر من الأهل والولد والوالد]

(۲) [بخاری (۱۳) کتاب الایمان: باب من الایمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، مسلم (۴۵)]

(۳) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۵۸۱۵) السلسلة الصحيحة (۲۲۸۰) صحیح الترغیب (۳۴۱۴) ترمذی (۲۳۹۹) کتاب الزهد: باب ما جاء في الصبر على البلاء]

(۴) [کتاب الایمان لابن ابی شیبہ (۸۰)]

(2) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ایمان والا شخص چار حالتوں میں رہتا ہے۔ اگر اسے آزمائش پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے، اگر اسے کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے، اگر بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے اور اگر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو عدل و انصاف سے کام لیتا ہے۔“ (۱)

(3) حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ ”مومن آدمی میں رجاہ و خوف و دونوں چیزیں موجود رہتی ہیں۔“ (۲)

(4) قاضی فیض بن عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ ”مومن آدمی باتیں کم اور کام زیادہ کرتا ہے جبکہ منافق باتیں زیادہ اور کام کم کرتا ہے۔“ (۳)

(5) امام مالک بن دینارؒ نے فرمایا ہے کہ ”مومن کی مثال اس موتی کی طرح ہے جو جہاں بھی ہو اس کا حسن اس کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔“ (۴)

(6) شفیق بن ابراہیمؒ نے فرمایا ہے کہ ”مومن اور منافق دونوں دو، دو خصلتوں میں مشغول رہتے ہیں۔ مومن غور و فکر اور عبرت حاصل کرنے میں اور منافق حرص و لالچ اور لمبی امید میں۔“ (۵)



(۱) [حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم الاصفہانی (۲۵۵/۱)]

(۲) [کتاب الزہد للإمام احمد بن حنبل (۲۳۸/۲)]

(۳) [حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم الاصفہانی (۹۸/۸)]

(۴) [حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم الاصفہانی (۳۷۷/۲)]

(۵) [حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم الاصفہانی (۷۱/۸)]

باب حقیقۃ الایمان

ایمان کی حقیقت کا بیان

فصل اول:

ایمان کا معنی و مفہوم

دینی اصطلاحات کی بنیاد اور لغت و شرع کا باہمی تعلق

کتاب و سنت کی زبان عربی ہے لہذا دین سیکھنے کے لیے عربی زبان کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ عربی زبان میں ہر لفظ کا ایک مادہ اور بنیادی مفہوم ہوتا ہے لیکن جب کوئی لفظ اصطلاح کی صورت اختیار کر جائے تو پھر اصل حجت لغت نہیں بلکہ دینی اصطلاح ہوتی ہے اور اس کا مفہوم صرف قرآن و حدیث سے ہی متعین ہوتا ہے۔ جیسے لفظ صیام ہے اس کا لغوی معنی ہے رک جانا۔ لیکن کب رکنا ہے؟ کس وقت سے کس وقت تک رکنا ہے؟ کس چیز سے رکنا ہے؟ یہ تمام مفہام قرآن و حدیث سے ہی متعین ہوں گے۔ اسی طرح لفظ صلاۃ ہے اس کا لغوی معنی ہے آگ تاجنا اور کسی چیز کی طرف اقدام کرنا۔ اب اسی مفہوم کو سامنے رکھ کر صلاۃ کا معنی نہیں نکالا جاسکتا، لہذا صلاۃ کا مفہوم وہی ہوگا جو کتاب و سنت نے بیان کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ دینی اصطلاحات میں اصل بنیاد لغت نہیں بلکہ شرع ہے۔

لیکن ایسا بھی نہیں کہ ان دینی اصطلاحات کا لغت سے کوئی تعلق ہی نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں شرعی مفہوم کا لغوی مفہوم کے ساتھ ربط و تعلق ضرور قائم رہتا ہے جیسے لفظ صلاۃ کا ایک لغوی معنی پیچھے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ”کسی چیز کی طرف اقدام کرنا“ تو یہ معنی ابتدائے نماز میں پڑھی جانے والی اس دعا میں نظر آتا ہے ﴿اِنِّیْ وَجْهْتُ وَجْهَیْ لِیَلَدِیْ فَطَرْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾ ”میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور میں بالکل یکسو ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔“ (۱) اسی طرح صلاۃ کا دوسرا لغوی معنی آگ تاجنا ذکر الہی کے ذریعے اپنی روح کو گرم کرنے میں موجود ہے۔ گویا یہ تمام معانی لفظ کی روح میں شامل ہیں۔ چنانچہ ایسا نہیں ہے کہ لغوی معنی کی بنیاد شرعی معنی میں بالکل ہی مفقود ہو بلکہ دینی اصطلاحات کی باطنی روح تو لغوی اصل سے ہی آجا کر ہوتی ہے۔ البتہ یہ بات طے ہے کہ لغوی معنی کو شرعی معنی پر

(۱) [مسلم (۷۷۱) کتاب صلاۃ المسافرین: باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، ابو داؤد (۷۶۰) کتاب

ترجیح حاصل نہیں بلکہ ترجیح کتاب وسنت کے بیان کردہ معنی کو ہی ہوگی۔ (۱)

ایمان کا لغوی مفہوم

لغوی اعتبار سے ایمان کے دو معنی ہیں:

1- «الْأَمْنُ» یعنی امن وامان اور طمانیت عطا کرنا۔ یہ خوف کی ضد ہے۔ اور آمَنْتُ (یعنی میں نے اسے امن دیا) أَخَفَّتُهُ (یعنی میں نے اسے ڈرایا) کی ضد ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَأَمْنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾ [قریش: ۴] ”اور اس نے انہیں خوف میں امن عطا کر دیا۔“ اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ﴾ [النساء: ۸۳] ”اور جب ان (منافقوں) کے پاس کوئی امن یا خوف کی خبر آتی ہے تو اسے پھیلانے لگتے ہیں۔“ ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ لفظ امن خوف کی ضد ہے اور مشہور مقولہ ہے کہ ((تُعْرِفُ الْأَشْيَاءَ بِأَضْدَادِهَا)) ”اشیاء کی پہچان ان کی اضداد کے ذریعے ہی ہوتی ہے۔“ اسْتَأْمَنَ إِلَيْهِ یعنی وہ اس کی امان میں داخل ہو گیا۔ الْأَمْنَةُ اور الْأَمَانَةُ ضد ہے خیانت کی۔ لفظ امن سے اسم فاعل آمِنٌ ہے یعنی جو خود امن میں ہو اور اسم مفعول مَأْمُونٌ ہے یعنی جس سے کوئی اندیشہ نہ ہو یا جس سے امن حاصل کر لیا گیا ہو۔ قرآن نے یہ لفظ یوں استعمال فرمایا ہے ﴿إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ﴾ [المعارج: ۸۳] ”یقیناً ان کے رب کا عذاب ایسی چیز نہیں جس سے بے خوف ہو جا سکے۔“ امن سے اسم ظرف مَأْمَنٌ ہے یعنی امن کی جگہ۔ قرآن میں ہے کہ ﴿لَنْ أَمْلِكَهُ مَأْمَنًا﴾ [التوبة: ۶] ”(جب تمہاری پناہ میں آئے والا مشرک اللہ کا کلام سن لے تو) پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔“ اسی سے لفظ آمِنٌ ہے یعنی جو خود امن میں ہو اور جس سے لوگ امن میں ہوں، اس لفظ میں اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں کا مفہوم ہی شامل ہیں۔ لفظ امن سے اگر باب افعال بنایا جائے تو مصدر بنے گا الْإِيْمَانُ یعنی کسی کو امن دینا۔ اس باب سے اسم فاعل کا صیغہ بنتا ہے مُؤْمِنٌ یعنی امن دینے والا اور اللہ تعالیٰ کا نام (الْمُؤْمِنُ) بھی قرآن کریم میں اسی معنی میں ذکر ہوا ہے کیونکہ اس نے اپنے بندوں کو اس بات سے امن عطا کر دیا ہے کہ وہ ان پر ظلم کرے۔ معلوم ہوا کہ ایمان کا ایک بنیادی معنی امن ہے یعنی امن اسی کے لیے ہے جو اہل ایمان ہے۔ قرآن نے اس مفہوم کو یوں واضح کیا ہے ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُونَ﴾ [الانعام: ۸۲] ”حقیقت میں امن انہی کے لیے اور اور راہ راست پر بھی وہی ہیں جو اہل ایمان ہیں اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔“

2- «التصديق» یعنی ایمان کا دوسرا بنیادی معنی تصدیق ہے۔ تصدیق ضد ہے تکذیب کی۔ اور جب بندہ کہتا

ہے کہ اَمَنْتُ بِاللّٰهِ رَبِّا (یعنی میں اللہ کے رب ہونے پر ایمان لایا) تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں نے اس بات کی تصدیق کی۔ اور مومن وہ ہوتا ہے جو اپنے اندر بھی تصدیق کو اسی طرح چھپائے ہوئے ہو جیسے اسے ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ [البقرة: ۱۳۶] ”کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔“ دوسرے مقام پر فرمایا ﴿اَقْتَضَوْا اَنْ يُؤْمِنُوا بِكُمْ﴾ [البقرة: ۷۵] ”(مسلمانو!) کیا تمہاری خواہش ہے کہ یہ لوگ بھی ایماندار بن جائیں۔“ اور تصدیق میں امن وامان کا مفہوم بھی شامل ہوتا ہے، یہی باعث ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ ﴿وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لِّنَا وَلَا تَكُنَا صَادِقِيْنَ﴾ [یوسف: ۱۷] ”یعنی تم ہماری بات کی تصدیق نہیں کرو گے، نہ اس پر یقین کرو گے اور نہ ہی اس پر مطمئن ہو گے گو ہم سچے ہی ہوں۔“ کسی بھی خبر دینے والے کا جواب دوہی صورتوں میں دیا جاتا ہے، تصدیق یا تردید۔ تصدیق کر دی جائے تو امن رہتا ہے اور جھگڑا نہیں ہوتا اور اگر تردید کر دی جائے تو فوراً جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تصدیق میں امن کا معنی بھی شامل ہے۔ لہذا ایمان نام ہے تصدیق کا جس میں امن کا مفہوم بھی شامل ہے اور تصدیق ہوگی نبی کی اور نبی کی لائی ہوئی تعلیمات کی۔ (۱) یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ ”لغوی اعتبار سے ایمان نام ہے صرف تصدیق کا اور شرعاً ایمان یہ ہے کہ رسول اپنے پروردگار کی طرف سے جو کچھ بھی لائے اس کی تصدیق کی جائے۔“ (۲)

فاًضح رہے کہ رسول کی لائی ہوئی تعلیمات میں مختلف امور شامل ہوتے ہیں مثلاً غیبی امور (یعنی اللہ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان اور آخرت پر ایمان وغیرہ)، حلال و حرام کے احکام اور سابقہ امتوں کے قصص و اخبار وغیرہ۔ آدم علیہ السلام سے لے کر محمد مصطفیٰ تک جتنے بھی پیغمبر آئے ان کی تعلیمات میں لمحاظ علاقہ و زمانہ احکام تو مختلف ہوتے رہے ہیں (مثلاً نماز اور روزہ کی صورتیں تبدیل ہوتی رہی ہیں) مگر ایمانیات (یعنی ایمان باللہ وغیرہ) میں ابتدائے آفرینش سے آج تک ذرہ بھر بھی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ ایمانیات کا تعلق امور غیبیہ سے ہے اور غیبی امور کے متعلق تمام انبیاء ایک ہی دعوت لے کر مبعوث ہوئے تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنْ لَا يَلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِيْ﴾ [الانبیاء: ۲۵] ”(اے پیغمبر!) آپ

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تہذیب اللغة للأزمیری (۵/۱۳۱) الصیاح للحمزری (۲۰/۷۱۵) القاموس

المحیط للفیروز آبادی (ص: ۱۵۱۸) لسان العرب لابن منظور (۲/۲۷-۲۸) مختار الصیاح للرازی

(ص: ۱۸) مفردات القرآن للأصفہانی (ص: ۹۰) البہایۃ فی غریب الحدیث (۱/۶۹) حقیقت ایمان

(ص: ۳۳-۳۴)

(۲) [فتح الباری (۱/۶۰)]

سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی دئی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں لہذا تم میری ہی عبادت کرو۔ اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الصَّغَاوَاتِ﴾ [الحجر: ۳۶] اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (تاکہ وہ یہ دعوت پیش کرے) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

(شیخ الاسلام ابن تیمیہ) انہوں نے ایمان کے لغوی معنی میں دوسری رائے اختیار کی ہے اور ان کی رائے بھی نہایت درست اور موافق ہوتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ لغوی طور پر ایمان کے معنی کے لیے لفظ اقرار تصدیق سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہ لفظ ایمان کے شرعی معنی کو اس کے غیر سے ممتاز کرنے میں زیادہ واضح ہے۔ (۱) دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ یہ تو معلوم ہے کہ ایمان سے مراد اقرار ہے اور اقرار میں دل کا قول یعنی تصدیق بھی شامل ہی ہوتی ہے۔ (۲) ایک اور مقام پر ان حضرات کی تردید کرتے ہوئے جو ایمان اور تصدیق کو مترادف قرار دیتے ہیں فرماتے ہیں کہ لفظ ایمان تصدیق کا مترادف نہیں کیونکہ ہر خبر دینے والے کے لیے یا تو ہم تصدیق کا لفظ استعمال کرتے ہیں یا تکذیب کا جبکہ کبھی بھی ہم اسے یہ نہیں کہتے ہم تمہاری بات پر ایمان لائے۔ یاد رکھو تصدیق کی ضد تکذیب ہے اور ایمان کی کفر۔ تو ایمان اور تصدیق مترادف کیسے ہو سکتے ہیں۔ (۳)

(شیخ محمد بن صالح المنجد) انہوں نے بھی اسی (ابن تیمیہ کی) رائے کی تائید کی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر ہم لفظ ایمان کی تفسیر لفظ اقرار کے ساتھ کریں تو یہ زیادہ مناسب ہے۔ لہذا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایمان کا معنی اقرار ہے اور اقرار ایسا کہ جس میں تصدیق بھی شامل ہے۔ (۴)

(عبد اللہ بن عبد الحمید الاثری) فی الواقع ایسا ہے کہ حقائق کی پہچان بعض اوقات شرع کے ذریعے ہوتی ہے، بعض اوقات لغت کے ذریعے اور بعض اوقات عرف کے ذریعے اور شرعی تعریف کبھی لغت کے موافق ہوتی ہے اور کبھی مخالف، لیکن راجح و معتبر معنی شرعی ہی ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسی کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔ لہذا لفظ ایمان کے متعلق یہ جان لینا چاہیے کہ ائمہ سلف کے صحیح و مشہور قول کے مطابق تصدیق ایمان کے شرعی معنی کا ایک جز ہے اور اسی پر کتاب و سنت کی نصوص دلالت کرتی ہیں۔ پس ایمان کا مختار لغوی معنی یہ ہوا کہ ایمان قلبی اقرار کا نام ہے اور اس اقرار میں دل کا اعتقاد یعنی ”تصدیق“ اور دل کا عمل یعنی ”ادامر کے آگے جھک جانا“

(۱) [مجموع الفتاویٰ (۲۹۱/۷)]

(۲) [مجموع الفتاویٰ (۲۹۱/۷)]

(۳) [مجموع الفتاویٰ / ایضاً]

(۴) [شرح العقیدۃ الواسطیۃ (۲۶۹/۲)]

بھی شامل ہے۔ (۱)

ایمان کا اصطلاحی مفہوم

ائمہ اہل السنۃ والجماعہ اور سلف صالحین کے نزدیک ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی ربوبیت والوہیت اور اس کے اسماء و صفات کی پختہ تصدیق، کامل اقرار اور پورا اعتراف کیا جائے، اسی اکیلے کو عبادت کا مستحق سمجھا جائے، اس بات پر دل کی مکمل طور پر مطمئن ہو اور اس کا اثر انسان پر یوں ظاہر ہو کہ وہ اللہ کے حکموں پر عمل کرے اور اللہ کے منع کروہ کاموں سے بچے۔ ایمان میں یہ چیز بھی بدرجہ اتم شامل ہے کہ محمد ﷺ کو اللہ کا رسول اور خاتم النبیین سمجھا جائے، آپ ﷺ نے جو بھی دین اسلام، امور غیبیہ اور احکام شرعیہ وغیرہ کے تعلق اللہ کی طرف سے تعلیمات بیان کی ہیں انہیں من و عن قبول کیا جائے، آپ ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت و اتباع کے لیے جھکا جائے اور آپ ﷺ کے منع کردہ ہر کام سے بچا جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایمان تمام ظاہری و باطنی طاعات کا نام ہے۔ باطنی طاعت جیسے اعمالِ قلب یعنی دل کی تصدیق اور اقرار، ظاہری جیسے بدن کے تمام افعال خواہ واجبات ہوں یا مستحبات۔ بالفاظ دیگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایمان میں قول کے ساتھ ساتھ اعضاء کا عمل بھی شامل ہے، یہ ایمان کا لازمی جز ہے اور اس کے بغیر ایمان کفایت نہیں کرتا۔ لہذا ائمہ سلف اور اہل السنۃ والجماعہ کے نزدیک ایمان میں متفقہ طور پر تین امور شامل ہیں:

(۱) دل کا اعتقاد (۲) زبان کا اقرار (۳) اعضاء کا عمل

دوسرے لفظوں میں ان کے نزدیک ایمان ”دل اور زبان کے قول اور دل اور اعضاء کے عمل“ سے عبارت ہے۔ جو بھی ان تمام امور کو اپنائے گا اسی کا ایمان کامل ہوگا۔ (۲)

معلوم ہوا کہ اصطلاح شرع میں ایمان ”دل کے اعتقاد، زبان کے اقرار اور اعضاء کے عمل کا نام ہے“۔ اس کے متعلق بالتفصیل علماء کے اقوال آئندہ فصل ”ایمان قول و عمل کا نام ہے“ کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

ایمان اور اسلام میں فرق

ایمان کا لغوی و اصطلاحی مفہوم تو بالتفصیل پیچھے گزر چکا ہے، البتہ اسلام کا لغوی معنی ہے ”مطیع ہو جانا، جھک جانا، فرد تنی کرنا اور تابعدار ہو جانا“۔ شرعاً اسلام کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ ”عقیدہ توحید اپنا کر اور

(۱) [مزید دیکھیے: الايمان حقيقة، عوارضہ، نواقضہ عند اهل السنة والجماعة (ص: ۱۰) کتاب اصول

الايمان في ضوء الكتاب والسنة (۳/۱۰۷)]

(۲) [ملخص از: الايمان حقيقة، عوارضہ، نواقضہ عند اهل السنة والجماعة (ص: ۱۱-۱۴) کتاب اصول

الايمان في ضوء الكتاب والسنة (۳/۴۱۰)]

شرک سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو جانا، اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے جھک جانا اور اللہ کے دشمنوں یعنی مشرکوں سے عداوت رکھنا۔“ (۱)

ایمان اور اسلام میں کوئی فرق ہے یا نہیں اس بارے میں ائمہ سلف کے مابین اختلاف ہے اور اس سلسلے میں دو ہی بڑی آراء ہیں:

① کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہے اور وہ یہ کہ اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے اور ایمان اعتقادات اور باطنی اعمال کا نام ہے۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ [الحجرات: ۱۴]

”دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے۔ آپ کہہ دیجئے کہ درحقیقت تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے (یعنی مخالفت چھوڑ کر مطیع ہو گئے) حالانکہ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔“
(۲) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: ۳۵]

”بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں..... اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔“

(۳) حدیث جبریل میں ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور چند سوالات کیے۔ انہوں نے اسلام اور ایمان کے متعلق بھی دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے اسلام کے متعلق فرمایا:

﴿أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَخُجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾

”(اسلام یہ ہے کہ) تم شہادت دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور تم نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر طاقت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔“

پھر آپ ﷺ نے ایمان کے متعلق فرمایا:

﴿أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرُهُ وَشَرُّهُ﴾
 ”(ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی (نازل کردہ) کتابوں پر، اس کے پیغمبروں پر،

یومِ آخرت پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔“ (۱)

(4) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنْ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ﴾

”ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”کہ تو (لوگوں کو) کھانا کھلائے اور جسے تو جانتا ہے اور جسے نہیں جانتا (سب کو) سلام کہے۔“ (۲)

② کچھ حضرات نے یہ موقف اپنایا ہے کہ اسلام اور ایمان میں کوئی فرق نہیں۔ انہوں نے اُن آیات و احادیث کو پیش نظر رکھا ہے جن میں اسلام اور ایمان دونوں ایک معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ چند دلائل ملاحظہ فرمائیے:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ اللَّهِ فِي الْإِسْلَامِ﴾ [آل عمران: ۱۹]

”بلاشبہ اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔“

(2) ایک اور جگہ فرمایا کہ

﴿وَرَضِيتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [الباندة: ۳]

”اور میں نے تمہارے لیے بطور دین اسلام کو پسند کیا ہے۔“

(3) سورہ آل عمران میں ہے کہ

﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ [آل عمران: ۸۵]

”اور جو بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔“

(۱) [مسلم (۸) کتاب الایمان: باب بیان الایمان والاسلام والاحسان، بخاری (۵۰) کتاب الایمان: باب

سؤال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام والاحسان، ابوداؤد (۴۶۹۵) کتاب السنۃ: باب فی القدر،

ترمذی (۲۶۱۰) کتاب الایمان: باب ما جاء فی وصف جبریل للنبی الایمان والاسلام، مسند احمد

(۱۸۴) ابن حبان (۱۶۸) ابن منہ (۶۲) ابن ابی شیبہ (۴۴/۱) ابن خزیمہ (۲۵۰۴)]

(۲) [بخاری (۱۲) کتاب الایمان: باب اطعام الطعام من الاسلام، مسلم (۳۹) کتاب الایمان: باب بیان

تفاضل الاسلام وأی أمورہ افضل، مسند احمد (۶۵۹۲) ابن حبان (۵۰۵) نسائی (۵۰۱۵) شرح السنۃ

للبنیوی (۳۳۰۲) ابو نعیم فی الحلیۃ (۲۸۷/۱)]

مذکورہ بالا تین آیات میں اسلام کو دین قرار دیا گیا ہے اور دین میں ایمان بھی شامل ہے جیسا کہ حدیث جبریل میں اسلام کے ساتھ ایمان کا بھی ذکر ہے اور اس میں ہے کہ جبریل علیہ السلام کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا ”یہ جبریل علیہ السلام تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔“ معلوم ہوا اسلام اور ایمان ایک ہی چیز ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے بغیر بھی دین کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

(4) سورۃ الذاریات میں ہے کہ

﴿فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ لَّمَّا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ﴾
[الذاریات : ۳۵-۳۶]

”پس اس بستی میں جو بھی مومن تھا ہم نے اسے نکال لیا اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے پوری بستی میں ایک گھر کے سوا کوئی مسلم گھر نہ پایا۔“

(5) سورۃ المائدہ میں ہے کہ

﴿وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [المائدہ : ۵]
”اور جو ایمان کا انکار کریں ان کے اعمال ضائع ہیں اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والے ہیں۔“
معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر عمل کا کوئی فائدہ نہیں۔

(6) سورۃ الحديد میں ہے کہ

﴿آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلِفِينَ فِيهِ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُولِ يَدْعُوكُمْ لَتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾ [الحديد : ۷-۸]

”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں (دوسروں کا) جانشین بنایا ہے پس تم میں سے جو ایمان لائیں اور خیرات کریں انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا۔ تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ حالانکہ خود رسول تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور اگر تم مومن ہو تو وہ تو تم سے مضبوط عہد و پیمان بھی لے چکا ہے۔“

(7) سورۃ الحجرات میں ایمان والے صرف ان کو کہا گیا ہے جو مال و جان کے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔

[الحجرات : ۱۵]

(8) سورۃ مائدہ میں ان لوگوں کو ایمان والے کہا گیا ہے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور رکوع

کرتے ہیں۔ [المائدة : ۵۰] (9) سورہ نمل میں ایمان والے ان کو کہا گیا ہے جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ [النمل : ۳]

ان آیات میں اقامت صلاۃ اور ادا نیکی زکوٰۃ وغیرہ کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے جبکہ پیچھے یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ ﷺ نے ان اعمال کو اسلام قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہے۔

(10) فرمان نبوی ہے کہ: ”ایمان کی ستر یا (زاوی کو چمک ہے)۔ ساٹھ سے کچھ اوپر شائیں ہیں، ان میں سب سے افضل کلمہ (لا الہ الا اللہ) کہنا ہے اور سب سے کم تر راستے سے تکلیف دہ چیز بتانا ہے اور خیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔“ (۱)

(11) وفد عبد القیس والی روایت میں آپ ﷺ نے اعمال اسلام کو ہی ایمان قرار دیا ہے۔ فرمایا: ”(ایمان یہ ہے) گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، ہر رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔“ (۲)

(راجع) ہمارے علم کے مطابق اس مسئلے میں زیادہ مناسب رائے وہ ہے جسے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور ان کے ہم رائے حضرات نے اختیار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب ایمان اور اسلام کا اکٹھا ذکر ہو تو ان میں فرق ہوتا ہے یعنی اکٹھے ذکر کی صورت میں ایمان سے مراد اعتقادات اور باطنی اعمال اور اسلام سے مراد ظاہری اعمال ہوتے ہیں اور جب دونوں کا ذکر الگ الگ ہو تو پھر ہر ایک سے دونوں ہی مراد ہوتے ہیں یعنی جب اکیلے ایمان کا ذکر ہو تو اس میں اسلام بھی شامل ہوگا کیونکہ ظاہری اعمال کے بغیر ایمان کی کچھ حیثیت نہیں اور جب اکیلے اسلام کا ذکر ہو تو اس میں ایمان بھی شامل ہوگا کیونکہ ایمان کے بغیر عمل بے کار ہے۔ (۳) درحقیقت ایمان اور اسلام اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں جیسے درخت کا ظاہری حصہ اور اس کی جڑ یا بدن اور روح۔

امام ابن تیمیہ ایک دوسرے مقام پر قیصرانہ ہیں کہ ایمان کی اصل دل میں ہے یعنی دل کا قول و عمل۔ اور اس سے مراد ہے تصدیق، محبت اور انقیاد کے ذریعے اقرار کرنا۔ اب جو چیز دل میں ہے ضروری ہے کہ اس کا اثر اعضاء پر بھی ظاہر ہو کیونکہ اگر اعضاء پر کوئی اثر ظاہر نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو دل میں کچھ نہیں یا اگر ہے تو بہت کمزور چیز ہے۔ یعنی ظاہری اعمال دل میں موجود ایمان کی تصدیق، اس پر دلیل اور گواہ ہیں یعنی ایمان کے

(۱) [مسلم (۳۵) کتاب الایمان : باب بیان عدد شعب الایمان وأفضلها وأدناها]

(۲) [بخاری (۵۳) کتاب الایمان : باب أداء الخمس من الایمان، نسائی (۵۰۳۱)]

(۳) [دیکھئے: مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۱۲/۷)]

مجموعے کا ایک حصہ ہیں لیکن اصل وہی ہے جو دل میں ہے البتہ اس کا اثر اعضاء پر ظاہر ضرور ہوتا ہے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ”دل بادشاہ ہے اور اعضاء اس کا لشکر ہیں، اگر دل صحیح ہے تو اس کا لشکر بھی صحیح ہے اور اگر دل خراب ہے تو اس کا لشکر بھی خراب ہے۔“ (۱)

(ابن رجب حنبلیؒ) انہوں نے امام ابن تیمیہؒ کے موافق ہی رائے اختیار کی ہے۔ (۲)

(شاطبیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(باقائیؒ) یہ جاننا ضروری ہے کہ ہر ایمان اسلام بھی ہے لیکن ہر اسلام ایمان نہیں کیونکہ اسلام کا معنی ہے انقیاد (یعنی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے اپنے آپ کو جھکا لینا) اور ایمان کا معنی ہے تصدیق۔ اب یہ ناممکن ہے کہ تصدیق ہو اور انقیاد نہ ہو لیکن یہ ناممکن نہیں کہ انقیاد ہو اور تصدیق نہ ہو۔ ایمان اور اسلام کی باہمی نسبت کو ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ ہر نبی تو صالح شخص ہوتا ہے لیکن ہر صالح شخص نبی نہیں ہوتا (اسی طرح ہر مومن شخص مسلمان بھی ہوتا ہے لیکن ہر مسلمان شخص مومن نہیں ہوتا)۔ (۴)

(نواب صدیق حسن خانؒ) ایمان ایسی چیز ہے کہ بعض اوقات انسان ایمان سے تو خارج ہوتا ہے مگر اسلام میں داخل ہی ہوتا ہے اور اسلام ایسی چیز ہے کہ اگر انسان اس سے خارج ہو جائے تو صرف کفر میں ہی داخل ہوتا ہے (یعنی ایمان اعلیٰ درجہ ہے اور اسلام ادنیٰ اور جب کسی میں ادنیٰ درجہ بھی نہ ہو تو یقیناً اس میں دین کی رمت بھی باقی نہیں)۔ (۵)

(محمد بن عبدالرحمن الخنسیس) میری نظر میں رائج قول یہ ہے کہ ایمان اور اسلام جب الگ الگ ذکر ہوں تو دونوں کا مفہوم ایک ہی ہوتا ہے اور جب اکٹھے آئیں تو دونوں کے مفہوم میں فرق ہوتا ہے۔ یعنی جب دونوں اکٹھے ذکر ہوں تو اسلام سے مراد ہوں گے ظاہری اعمال اور ایمان سے مراد ہوں گے عقائد اور باطنی اعمال اور جب دونوں الگ الگ ذکر ہوں تو ہر ایک میں دونوں کا مفہوم شامل ہوگا۔ (۶)

(عبداللہ بن عبدالحمید الاثری) انہوں نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (۷)

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۶/۷۶۴)]

(۲) [جامع العلوم والحکم لابن رجب (۲/۱۰۱)]

(۳) [المواقفات للشاطبی، بتحقیق مشہور حسن سلمان (۳/۶۷۱)]

(۴) [الانصاف للباقلانی (۱/۹۱)]

(۵) [قطف الثمر فی بیان عقیدة اهل الاثر (ص: ۸۹)]

(۶) [اعتقاد اهل السنة شرح اصحاب الحديث (ص: ۸۴)]

(۷) [الایمان حقیقته، عوارمه، نواقضه، عند اهل السنة والجماعة (ص: ۴۴)]

(محمد بن عودہ السعوی) جب ایمان کو اسلام کے ساتھ ذکر کیا جائے گا تو اسلام سے مراد ظاہری عبادات ہوں گی مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ اور ایمان سے وہ چیز مراد ہوگی جو دل میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ، فرشتوں، نبیوں، الہامی کتابوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر یقین کامل۔ لیکن جب ایمان اور اسلام کو الگ الگ ذکر کیا جائے گا تو ہر ایک سے مکمل دین (یعنی قول و عمل اور باطنی و ظاہری ہر عمل) مراد ہوگا۔ (۱)

(عبد اللہ بن محمد بن احمد الفتاویٰ)۔ انہوں نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔ (۲)

کتاب: اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنۃ میں بھی اسی رائے کو اختیار قرار دیا گیا ہے۔ (۳)

کیا ایمان میں استثناء درست ہے؟

عنوان کا مفہوم یہ ہے کہ جب انسان سے یہ پوچھا جائے کہ کیا تم مومن ہو؟ تو جواب میں کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں ان شاء اللہ مومن ہوں؟

اس میں اختلاف ہے اور تین قول ہیں۔ کچھ نے استثناء کو واجب اور کچھ نے حرام کہا ہے جبکہ کچھ نے کہا ہے کہ بعض احوال میں ایسا کہنا درست ہے۔ یہی قول زیادہ مناسب ہے۔

(شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ) انہوں نے اسی رائے کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ (۴)

(اہل السنۃ والجماعۃ، جمہور سلف و خلف) انہوں نے بھی یہی موقف اپنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب ایمان قول و عمل کا نام ہے اور اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے تو پھر مناسب یہی ہے کہ جب انسان کہے کہ میں مومن ہوں تو ”ان شاء اللہ“ بھی کہہ دے (یعنی مجھے امید ہے کہ میں مومن ہوں) کیونکہ کوئی بھی پختہ طور پر یہ بات نہیں کر سکتا کہ وہ کامل الایمان ہے اور اگر کوئی ایسی بات کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کا تزکیہ بیان کر رہا ہے (جس سے قرآن میں منع کیا گیا ہے)۔ واضح رہے کہ ایمان میں استثناء اللہ تعالیٰ سے شدت خوف اور تزکیہ نفس کی لٹی کی غرض سے درست قرار دیا گیا ہے، نہ کہ اس لیے کہ انسان اپنے اوپر واجب ایمان میں شک کرتے ہوئے ایسا کہے کیونکہ ایمان میں شک تو کفر ہے اور شک کرتے ہوئے ایمان میں استثناء کرنا جائز نہیں۔ (۵)

(شیخ ابن تیمیہ) کسی نے دریافت کیا کہ انسان کے اس قول کا کیا حکم ہے کہ ان شاء اللہ میں مومن ہوں؟ تو شیخ

(۱) [رسالة فی انس العقیدۃ (۱/۲۴۱)]

(۲) [حقیقۃ الایمان (ص: ۱۲)]

(۳) [اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنۃ (ص: ۳۴۷)]

(۴) [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۲۲۶/۷)]

(۵) [ماخوذ از، الایمان حقیقۃ، حوارمہ (ص: ۵۴)]

نے فرمایا کہ اس میں تفصیل ہے:

- 1- اگر تو ایمان کے وجود میں شک کرتے ہوئے ان شاء اللہ کہا جائے تو پھر حرام بلکہ کفر ہے کیونکہ ایمان پختہ چیز کا نام ہے اور شک اس کے منافی ہے۔
 - 2- اور اگر تزکیہ نفس سے خوف کھاتے ہوئے اور نفس کے لیے قولاً، عملاً اور اعتقاداً ثبوت ایمان کی گواہی دیتے ہوئے ان شاء اللہ کہا جائے تو پھر اس اندیشے سے بچنے کے لیے یہ واجب ہے۔
 - 3- اور اگر ان شاء اللہ کہنے سے مقصود اللہ کی مشیت کے ذکر سے تحرک حاصل کرنا ہو یا اس وضاحت کے لیے ہو کہ دل میں جو ایمان موجود ہے وہ صرف اللہ کی مشیت کی وجہ سے ہی ہے تو پھر یہ جائز ہے۔ (۱)
- ایمان میں جواز استثناء کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا تَقُولُوا لِنَبِيِّنَا إِنْهَىٰ فَعَلًا ۚ إِنَّمَا يَنْشَاءُ اللَّهُ﴾ [الكهف: ۲۳-۲۴]

”اور ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا۔ مگر ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ لیتا۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ﴾

[الفصح: ۲۷]

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا کہ ان شاء اللہ تم یقیناً مسجد حرام میں داخل ہو گے۔“

(3) سورہ نجم میں ارشاد ہے کہ

﴿فَلَا تَزُكُّوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ﴾ [النجم: ۳۲]

”تم خود اپنی پاکیزگی بیان نہ کرو، وہی پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔“

(4) سورہ مومنون میں ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ﴾ [المومنون: ۶۰]

”اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف

لوٹنے والے ہیں۔“

(5) نبی کریم ﷺ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

﴿..... وَإِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَا يَحِقُّونَ﴾
 ”اور ان شاء اللہ ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔“ (۱)

(6) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

﴿مَنْ شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ فَلْيَشْهَدْ أَنَّهُ فِي الْجَنَّةِ﴾
 ”جو اپنے نفس پر یہ گواہی دے کہ وہ مومن ہے تو اسے چاہیے کہ یہ بھی گواہی دے کہ وہ جنت میں ہے۔“ (۲)

(7) ایک آدمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کہا کہ میں مومن ہوں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم جنت میں جاؤ گے؟ تو اس نے کہا، مجھے امید ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جیسے تم نے دوسری مرتبہ معاملہ اللہ کے سپرد کیا ہے پہلی مرتبہ کیوں نہیں کیا؟ (۳)

(احمد بن حنبلؒ) ایمان میں استثناء کے متعلق ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف جاؤ۔ مجھے تو یہ پسند ہے کہ میں ایمان میں استثناء کروں چنانچہ میں تو کہوں گا کہ ان شاء اللہ میں مومن ہوں۔ (۴)
 (ولید بن مسلمؒ) میں نے اوزاعیؒ، مالک بن انسؒ اور سعید بن عبد العزیزؒ کو سنا، وہ ایمان میں استثناء کی اجازت دیتے تھے یعنی یوں کہا جاسکتا ہے کہ ان شاء اللہ میں مومن ہوں۔ (۵)

(یحییٰ بن سعید القطانؒ) میں نے اپنے جس ساتھی کو بھی پایادہ استثناء کو درست قرار دینا تھا۔ (۶)
 (تہذیبیؒ) ہم نے استثناء کا جواز صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے۔ (۷)

علاء ازیں منصور بن معتمر، مغيرة بن مقسم، عمار بن قنقار، ابن عمر، عطاء بن مسیب، اسماعیل بن ابی خالد، عطاء بن سائب، حمزة بن حنبل، الزیات، یزید بن ابی زیاد، سفیان ثوری، ابن مبارک (۸)،

(۱) [مسلم (۹۷۵) کتاب الحناظر: باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها] نسائی (۹۴/۴) ابن ماجہ

(۱۵۴۷) کتاب الحناظر: باب ما جاء فیما یقال إذا دخل المقابر ابن ابی شیبہ (۱۳۸/۴)

(۲) [شرح اصول اعتقاد أهل السنة (۱۰۴۸/۵) کتاب الایمان لابن ابی شیبہ (ص: ۴۹)]

(۳) [کتاب الایمان للإمام أبی عیبد القاسم (ص: ۲۰)]

(۴) [السنة للإمام الخلال (۶۰۰/۳)]

(۵) [السنة لعبد الله الإمام أحمد (۳۴۷/۱)]

(۶) [السنة للخلال (۵۹۵/۳)]

(۷) [شعب الایمان للبیہقی (۲۱۲/۱)]

(۸) [شرح أصول اعتقاد أهل السنة (۱۰۵۰/۵)]

امام غزالی^(۱)، سفیان بن عیینہ^(۲)، امام آجری^(۳) اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ سب اسی کے قائل ہیں کہ ایمان میں استثناء درست ہے۔ (۴)
(شیخ البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)
کیا اسلام میں استثناء درست ہے؟

(جمہور اہل السنۃ والجماعہ، ائمہ سلف) ایمان کی طرح اسلام میں استثناء (یعنی یوں کہنا کہ ان شاء اللہ میں مسلم ہوں) درست نہیں۔ ایمان کے درجات ہیں، جس لحاظ سے لوگوں کے مختلف طبقے ہیں، کچھ محسن ہیں، کچھ مومن ہیں اور کچھ مسلم ہیں۔ یعنی اسلام سب سے کم درجہ ہے اس کے بعد صرف کفر ہی باقی رہ جاتا ہے یعنی جو مسلم نہ ہو وہ کافر ہی ہوتا ہے۔ البتہ جو مومن نہ ہو ممکن ہے کہ وہ مسلم ہو کیونکہ جو بھی کلمہ شہادتین پڑھ لیتا ہے وہ اسلام میں داخل اور کفر سے خارج ہو جاتا ہے، اس پر اسلام کے احکام ہی جاری ہوں گے۔ (۶)

(ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں کہ ایمان میں استثناء درست ہے جبکہ اسلام میں نہیں۔ (۷)

استثناء کے بغیر خود کو مسلم کہنے کے جواز کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ [فصلت: ۳۳] ”اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔“

(۲) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تَزِمُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ [الحجرات: ۱۴] ”دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے۔ آپ کہہ دیجئے کہ درحقیقت تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے (یعنی مخالفت چھوڑ کر مطیع ہو گئے) حالانکہ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔“

(۱) [الایمان لابن بطلہ (۲/۸۸۰)]

(۲) [ایضاً (۲/۸۸۶)]

(۳) [الشریعة للأجری (۲/۶۵۶)]

(۴) [مجموع الفتاوی (۷/۴۴۶)]

(۵) [حقیقۃ الایمان عند الشیخ الالبانی (ص: ۹)]

(۶) [ماخوذ از، الایمان حقیقۃ حواریہ (ص: ۵۸)]

(۷) [دیکھئے: مجموع الفتاوی (۷/۲۵۲)]

فصل دوم:

(اچھے بندوں کی صفات)

ایمان قول و عمل کا نام ہے

کیا عمل ایمان میں داخل ہے؟

ایمان میں عمل بھی شامل ہے اور کتاب و سنت میں اس کے بہت سے واضح دلائل موجود ہیں۔ چند ایک پیش خدمت ہیں۔

آیات قرآنیہ
(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيمَانَكُمْ﴾ [البقرة: ۱۴۳]

”اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا۔“
اس آیت میں ایمان سے مراد مسلمانوں کی وہ نمازیں ہیں جو انہوں نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی تھیں اور پھر تحویل قبلہ کا حکم آ گیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے نماز کو ایمان قرار دیا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ نماز اور دیگر اعمال کی پابندی کے بغیر ایمان کی کوئی حیثیت نہیں۔ (۱)

(۲) سورہ مائدہ میں ارشاد ہے کہ

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ [المائدة: ۵۵]

”(اے مسلمانو!) تمہارا ولی و دوست صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول ہے اور مومنین ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور رکوع کرنے والے ہیں۔“

(۳) سورہ نمل میں ہے کہ

﴿طَسَّ بِكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ﴾ [النمل: ۱-۳]

”طس، یہ آیتیں ہیں قرآن کی (یعنی واضح) اور روشن کتاب کی۔ ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کے لیے

ہے۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔“

(4) سورۃ انفال میں ہے کہ

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾ [الانفال: ۲]
 ”صرف مومن وہ لوگ ہیں جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔“

(5) سورۃ نور میں ہے کہ

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ ﴾ [النور: ۶۲]

”ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہیں اور جب ایسے معاملہ میں جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہوتی ہے نبی کے ساتھ ہوتے ہیں تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں کہیں نہیں جاتے۔“

(6) سورۃ حجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴾ [الحجرات: ۱۵]

”ایماندار صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، پھر شک و شبہ نہ کریں اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں (اپنے دعوائے ایمان میں) یہی سچے اور راست گو ہیں۔“
 مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے صرف ان لوگوں کو صاحب ایمان قرار دیا ہے جو مختلف اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں۔ جبکہ آئندہ طور میں پیش کردہ آیات میں ان لوگوں سے ایمان کی نفی فرمائی ہے جو خلاف ایمان اعمال اختیار کرتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ عمل ایمان کا حصہ ہے۔ آیات ملاحظہ فرمائیے۔

(7) سورۃ بقرہ میں ہے کہ

﴿ قَلِمَ تَقَتَّلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ [البقرہ: ۹۱]

”پس تم اس سے پہلے اللہ کے نبیوں کو قتل کرتے رہے اگر تم مومن ہو (یعنی تمہارا عمل تمہارے ایمان کی نفی کر رہا ہے۔“

(8) سورۃ توبہ میں ہے کہ

﴿ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ

عَلَيْهِمُ بِالْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿[التوبة: ۴۴-۴۵]

”اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان والے تو مالی اور جانی جہاد سے رک رہنے کی کبھی بھی تجھ سے اجازت طلب نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ پر ہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ یہ اجازت تو تجھ سے وہی طلب کرتے ہیں جنہیں نہ اللہ پر ایمان ہے نہ آخرت کے دن کا یقین ہے، جن کے دل میں شک پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں ہی سرگرداں ہیں۔“

(9) سورۃ مجادلہ میں ہے کہ:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ [المجادلہ: ۲۲]

”اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے۔“

(10) ﴿وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ مَا اتَّخَذُوا لَهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ كَذِبًا مِنْهُمْ فَاسْقُونِ﴾ [المائدہ: ۸۱]

”اگر انہیں اللہ پر اور نبی پر اور جو نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قتل انبیاء، جہاد سے فراد اور کفار سے دوستی کو ایمان کے مبنائی اعمال قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک اعمال کی اصلاح نہ ہو جائے ایمان کی تکمیل ممکن نہیں، بالفاظ دیگر عمل ایمان کا جزو لا ینفک اور لازمی حصہ ہے۔

احادیث شریفہ

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ وفد عبدالقیس آیا تو آپ ﷺ نے انہیں اکیلے اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا اور ان سے فرمایا:

﴿أَتَدْرُونَ مَا الْإِسْلَامُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ، قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ﴾

”کیا تم جانتے ہو کہ اسلام پر ایمان لانا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (وہ یہ ہے کہ) گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے

رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔“ (۱)
اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے نماز اور روزہ وغیرہ جیسے اعمال کو ایمان قرار دیا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عمل ایمان کا حصہ ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
﴿الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَبَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيمَانِ﴾
”ایمان کی ستریا (راوی کو شک ہے) ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل کلمہ (لا الہ الا اللہ) کہنا ہے اور سب سے کم تر راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔“ (۲)
اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عمل ایمان کا حصہ ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ نے مختلف اعمال کو خود ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
﴿لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾
”زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔“ (۳)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدَيْهِ وَوَلَدَيْهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾

(۱) بخاری (۵۳) کتاب الایمان : باب أداء الخمس من الایمان ، نسائی (۵۰۳۱) کتاب الایمان : باب أداء الخمس ، صحيح الجامع الصغير (۱۰) السلسلة الصحيحة (۳۹۵۷)

(۲) [مسلم (۳۵) کتاب الایمان : باب بیان عدد شعب الایمان وأفضلها وأدناها ، بخاری (۹) کتاب الایمان : باب أمور الایمان ، ابو داود (۴۶۷۶) کتاب السنن : باب فی رد الأرجاء ، ترمذی (۲۶۱۴) کتاب الایمان : باب ما جاء فی استحکام الایمان وزیادته ونقصانه ، نسائی (۵۰۱۹) ابن ماجہ (۵۷) ابن مندہ (۱۴۴) ابن حبان (۱۶۷)]

(۳) [مسلم (۵۷) کتاب الایمان : باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی ، بخاری (۲۴۷۵) کتاب المظالم : باب النهی عن غیر اذن صاحبه ، ابو داود (۴۶۸۹) کتاب السنن : باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه ، ترمذی (۲۶۲۵) کتاب الایمان : باب ما جاء لا یزنی الزانی وهو مؤمن ، نسائی (۴۸۸۵) ابن ماجہ (۲۹۳۶) دارمی (۱۹۹۴) ابن مندہ (۵۱۰) ابن حبان (۱۸۶)]

”تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کی طرف اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ (۱)

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ﴾

”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“ (۲)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَاللَّهُ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهُ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهُ لَا يُؤْمِنُ، قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الَّذِي لَا يَأْمَنُ بَخَاؤُهُ وَبَوَائِقِهِ﴾

”اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں (آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ فرمایا تو) آپ سے دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول! کون شخص؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”جس کا پردہ ای اس کی برائیوں سے محفوظ نہیں۔“ (۳)

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُوْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا﴾

”تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ تم مومن بن جاؤ اور تم اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو۔“ (۴)

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [بخاری (۱۵) کتاب الایمان: باب حب الرسول من الایمان، مسلم (۴۴) کتاب الایمان: باب وجوب محبة الرسول ﷺ أكثر من.....، مسند احمد (۱۲۸۱/۴) نسائی (۵۰۲۸) ابن ماجہ (۶۷) دارمی (۲۷۴۱) ابن مندہ (۲۸۴) ابو عوانہ (۳۳۱/۱) بغوی (۲۲)]

(۲) [بخاری (۱۳) کتاب الایمان: باب من الایمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، مسلم (۴۵) کتاب الایمان: باب الدليل على أن من حصل الایمان.....، ترمذی (۲۵۱۵) نسائی (۵۰۳۱) ابن ماجہ (۶۶) دارمی (۲۷۴۰) ابو عوانہ (۳۳۱/۱)]

(۳) [بخاری (۶۰۱۶) کتاب الأدب: باب اثم من لا يأمن بوائقه، مسلم (۴۶) کتاب الایمان: باب بيان تحريم أئداء الجار، مسند احمد (۸۸۶۴) حاکم (۲۱/۱) شرح السنة (۳۴۸۹)]

(۴) [مسلم (۵۴) کتاب الایمان: باب بيان أن لا يدخل الجنة الا المؤمنون، بخاری فی الادب المفرد (۲۶۰) مسند احمد (۹۰۹۵) ابن ابی شیبہ (۶۲۴/۸) ابو عوانہ (۳۱/۱) ابو داود (۵۱۹۳) ترمذی (۲۶۸۸) ابن ماجہ (۶۸) ابن مندہ (۳۲۸) ابن حبان (۲۳۶) شرح السنة للبغوی (۳۳۰۰)]

﴿مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا﴾

”جس نے ہمارے خلاف اسلحہ اٹھایا وہ ہم (یعنی اہل ایمان) میں سے نہیں اور جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔“ (۱)

مذکورہ بالا احادیث اور ان جیسی دیگر تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل ایمان کا حصہ ہے کیونکہ ان میں آپ ﷺ نے مختلف اعمال کے وجود پر ایمان کا اثبات اور عدم وجود پر ایمان کی نفی فرمائی ہے۔

(9) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ

﴿قَالَ لِلْإِيمَانِ فَرَائِضٌ وَشَرَائِعٌ وَحُدُودٌ وَسُنَنٌ، فَمَنْ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْإِيمَانَ﴾

”ایمان میں فرائض، شرائع، حدود اور سنن (سب) شامل ہیں، جس نے انہیں پورا کیا اس نے اپنا ایمان پورا کر لیا اور جس نے انہیں پورا نہ کیا اس نے اپنا ایمان پورا نہ کیا۔“ (۲)

(10) حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ

﴿(الْإِيمَانُ) مَا وَقَرَّ فِي الْقُلُوبِ وَصَدَّقَتْهُ الْأَعْمَالُ﴾

”ایمان کا بوجھ دل میں ہوتا ہے اور اعمال اس کی تصدیق کرتے ہیں۔“ (۳)

ائمہ عظام اور علماء کرام کے اقوال و فتاویٰ

(بخاری) فرماتے ہیں کہ ”ایمان قول و فعل کا نام ہے۔“ (۴)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ میں مختلف شہروں میں ایک ہزار کے قریب علماء سے ملا ہوں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی اس بات میں اختلاف کرتے نہیں دیکھا کہ ایمان قول و فعل کا نام ہے۔ (۵)

(دکبج بن جراح) فرماتے ہیں کہ اہل السنہ کا کہنا ہے کہ ایمان قول و فعل کا نام ہے۔ (۶)

(۱) [مسلم (۱۰۱) کتاب الایمان: باب قول النبی ﷺ من غشنا فلیس منا، مسند احمد (۸۳۶۷) ابن ماجہ

(۲۰۷۵) تحفة الاشراف (۱۲۶۹۲)]

(۲) [بخاری (قبل الحديث: ۸) کتاب الایمان]

(۳) [اقتضاء العلم العمل للخطیب بغدادی (۵۶)]

(۴) [بخاری (قبل الحديث: ۸) کتاب الایمان]

(۵) [فتح الباری لابن حجر (۴۷/۱)]

(۶) [شرح أصول اعتقاد أهل السنة للإمام اللالكی]

- (مالکؒ) ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ (۱)
- (شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والے لوگ جنہیں ہم نے پایا، سب کا اس بات پر اجماع تھا کہ ایمان قول و عمل اور نیت کا نام ہے اور ان تینوں چیزوں میں سے کوئی ایک چیز دوسری کے بغیر کفایت نہیں کرتی۔ (۲)
- (احمدؒ) اسی کے قائل ہیں کہ ایمان میں عمل بھی شامل ہے۔ (۳)
- (ولید بن مسلم قرظیؒ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ، امام مالک بن انسؒ اور سعید بن عبد العزیزؒ کو سنا، وہ ان لوگوں کا انکار کیا کرتے تھے جو ایمان کو عمل کے بغیر صرف قول ہی قرار دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ”عمل کے بغیر ایمان کی کوئی حیثیت نہیں اور ایمان کے بغیر عمل کی کوئی حیثیت نہیں۔“ (۴)
- (اوزاعیؒ) قول کے بغیر ایمان درست نہیں، ایمان اور قول عمل کے بغیر درست نہیں اور ایمان، قول اور عمل نیت کے بغیر درست نہیں۔ (یاد رکھو!) عمل ایمان کا حصہ ہے۔ (۵)
- (عبداللہ بن مبارکؒ) ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ (۶)
- (فضیل بن عیاضؒ) ایمان میں قلبی تصدیق اور زبانی اقرار کے ساتھ عمل بھی شامل ہے۔ (۷)
- (ابو انشور بغدادیؒ) ایمان تصدیق بالقلب، قول باللسان اور عمل بالجوارح کا نام ہے۔ (۸)
- (یحییٰ بن سعید القطانؒ) میں نے جتنے ائمہ کو بھی پایادہ سب یہی کہتے تھے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ (۹)
- (سفیان بن عیینہؒ) ان کی بھی یہی رائے ہے۔ (۱۰)
- (ابو عبید القاسم بن سلامؒ) ایمان کس چیز کا نام ہے؟ اس کے متعلق دو آراء ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کے لیے دل سے

(۱) [الانتقاء فی فضائل الثلاثة الامامة الفقهاء (ص: ۲۳)]

(۲) [حلیۃ الاولیاء للأصفہانی (۱۱۵/۹) شرح أصول اعتقاد أهل السنة (۹۵۶/۵)]

(۳) [طبقات الحنابلة لابن رجب الحنبلی (۱۳۰/۱)]

(۴) [شرح أصول اعتقاد أهل السنة (۹۳۰/۴)]

(۵) [ایضاً (۹۵۵/۵)]

(۶) [السنة لعبد الله بن الامام احمد (۳۱۵/۵)، (۶۲۷)]

(۷) [شرح أصول اعتقاد أهل السنة (۱۰۳۰/۵)]

(۸) [ایضاً (۹۳۲/۴)]

(۹) [سیر أعلام النبلاء للذهبی (۱۷۹/۹)]

(۱۰) [سیر أعلام النبلاء (۴۶۸/۸)]

خالص ہو جانے، زبان سے شہادت دینے اور اعضاء کے ساتھ عمل کرنے کا نام ایمان ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ ایمان کا تعلق صرف دل اور زبان سے ہے، اعمال اس میں شامل نہیں بلکہ وہ نیکی و تقویٰ ہی ہیں۔ تو جان لیجئے کہ پہلی رائے کو اختیار کرنے والے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ عظام ہیں اور وہی رائے برحق اور درست ہے جیسا کہ کتاب و سنت کی نصوص اس پر شاہد ہیں۔ (۱)

(ابوزہرہ رازیؒ) ہمارے نزدیک ایمان قول و عمل کا نام ہے اور جو اس کے علاوہ کوئی اور عقیدہ رکھتا ہے وہ بدعتی ہے۔ (۲)

(ابوحاتم رازیؒ) ہمارا مذہب جسے ہم نے اختیار کیا ہے، جس کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں، جسے ہم دین سمجھتے ہیں اور جسے اختیار کرنے میں ہی ہم دنیا و آخرت کی سلامتی سمجھتے ہیں، یہ ہے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ (۳)

(طبریؒ) ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ (۴)

(آجریؒ) جان لیجئے! علمائے اسلام نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالجوارح کا نام ہے۔ (۵)

(ابوبکر الاسماعیلیؒ) محدثین کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ایمان قول، عمل اور معرفت کا نام ہے۔ (۶)

(اسماعیل الصابونیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۷)

(حافظ ابن مندہؒ) ایمان قول باللسان، اعتقاد بالقلب اور عمل بالارکان کا نام ہے۔ (۸)

(ابن عبد البرؒ) اہل فقہ اور اہل حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے اور نیت کے بغیر عمل کی کوئی حیثیت نہیں۔ (۹)

(۱) [ملخص، از شرح رسالة كتاب الايمان (۱/۱۱۶)]

(۲) [طبقات الحنابلة لابن رجب حنبلي (۱/۲۰۳)]

(۳) [طبقات الحنابلة لابن رجب حنبلي (۱/۲۸۶)]

(۴) [تصريح السنة للإمام ابن جرير الطبري (ص: ۲۵۰)]

(۵) [كتاب الشريعة للأجری (۲/۶۱۰)]

(۶) [اعتقاد ائمة الحديث للإسماعيلي (ص: ۶۳)]

(۷) [عقيدة السلف للإمام الصابوني (ص: ۲۶۴)]

(۸) [كتاب الايمان لابن مندہ (۲/۳۴۱)]

(۹) [التمهيد لابن عبد البر (۹/۲۳۸)]

(شیخ عبدالقادر جیلانیؒ) ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان زبان کے اقرار، دل کی تصدیق اور اعضاء کے عمل کا نام ہے۔ (۱)
 (حافظ عبدالغنی مقدسیؒ) ایمان قول، عمل اور نیت کا نام ہے۔ (۲)
 (امام ابن قدامہؒ) ایمان زبان کے اقرار، اعضاء کے عمل اور دل کے اعتقاد کا نام ہے۔ (۳)
 (نودویؒ) ایمان کی تکمیل اعمال کے ذریعے ہی ہوتی ہے۔ (۴)
 (شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ) اہل السنہ کے ہاں یہ اصول ہے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ البتہ اس کے برخلاف
 مرتبہ کا موقف ہے، ان کا کہنا ہے کہ ایمان صرف عمل کی تصدیق کا نام ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے متبعین کا
 موقف بھی یہی ہے۔ جبکہ اہل السنہ اور ائمہ اربعہؒ اس کا انکار کرتے ہیں کیونکہ کتاب و سنت کے متعدد دلائل سے
 یہ ثابت ہے کہ ایمان میں قلبی تصدیق، لسانی اقرار کے ساتھ ساتھ عمل بھی شامل ہے۔ (۵)
 (حافظ ابن قیمؒ) ایمان کی حقیقت قول و عمل کا باہم ارتباط ہے۔ ان میں سے ایک چیز بھی نہ ہو تو دوسری کا
 کوئی فائدہ نہیں۔ (۶)
 (ابن ابی العزائمیؒ) لوگوں کا اس بارے میں بہت زیادہ اختلاف ہے کہ ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ امام مالکؒ،
 امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اوزاعیؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ، تمام اہل حدیث، اہل مدینہ، اہل ظاہر اور متکلمین کی ایک
 جماعت کا موقف یہ ہے کہ ایمان دل کی تصدیق، زبان کے اقرار اور اعضاء کے عمل کا نام ہے۔ (۷)
 (ابن رجب حنبلیؒ) امام بخاریؒ کے قول ”ایمان قول و عمل کا نام ہے“ کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کی یہی
 رائے ہے اور اس پر سلف اور علمائے اہل حدیث کا اجماع ہے۔ امام شافعیؒ نے بھی اس پر صحابہ و تابعین کا اجماع نقل
 کیا ہے اور امام ابو ثورؒ نے بھی کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔ (۸)
 (نواب صدیق حسن خانؒ) شرعاً جو ایمان مطلوب ہے وہ اعتقاد، قول اور عمل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اکثر
 ائمہ اسی کے قائل ہیں حتیٰ کہ امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہ نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ایمان قول

(۱) [الغنیۃ لطالبی طریق الحق للجیلانی (۶۲/۱)]

(۲) [الاقتصاد فی الاعتقاد للمقدمی، بتحقیق احمد الغامدی (ص: ۱۸۲)]

(۳) [لمعة الاعتقاد، بتحقیق عبدالقادر ارناؤوط (ص: ۳۳)]

(۴) [شرح مسلم (۸۸/۲)]

(۵) [ملخص، از العقیدۃ الواسطیۃ لابن تیمیہ: حقیقۃ الایمان وحکم مرتکب الکبیرۃ]

(۶) [کتاب الصلاۃ وحکم تاركها لابن قیم (ص: ۵۴)]

(۷) [شرح العقیدۃ الطحاویۃ، بتحقیق شعب ارناؤوط (۴۵۹/۲)]

(۸) [فتح الباری لابن رجب حنبلی (۵۰۸/۱)]

- و عمل کا نام ہے۔ (۱)
 (عبدالرحمن سعدی) تمام ظاہری و باطنی اعمال ایمان کا حصہ ہیں جیسا کہ اس پر بہت زیادہ نصوص دلالت کرتی ہیں اور اس پر سلف امت کا اجماع بھی ہے۔ (۲)
 (شیخ ابن جریر) ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ (۳)
 (شیخ ابن باز) ایمان باللہ میں یہ اعتقاد بھی داخل ہے کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے۔ (۴)
 (شیخ ابن شمیم) سلف صالحین نے جو موقف پیش کیا ہے یقیناً وہ کتاب و سنت کی نصوص کے مطابق ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان زبان کے قول، اعضاء کے عمل اور دل کے اعتقاد کا نام ہے۔ (۵)
 (سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اہل السنۃ والجماعہ کے ہاں کچھ اصول متفق علیہ ہیں اور بہت سی فروعات کی بنیاد یہی اصول ہیں۔ ان میں سے ایک اصول یہ ہے کہ ایمان قول، عمل اور عقیدے کا نام ہے۔ (۶)
 (شیخ البانی) اسی کے قائل ہیں۔ (۷)
 (عبداللہ بن عبدالحسن التركي) اہل السنۃ والجماعہ کے ہاں یہ اصولی موقف ہے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ دل اور زبان کا قول اور دل، زبان اور اعضاء کا عمل۔ (۸)
 (شیخ عبداللہ بن بلعبد) ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ (۹)

□ آیات، احادیث اور ائمہ سلف و علمائے حق کے اقوال و فتاویٰ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ عمل بھی ایمان کا حصہ ہے۔ تاہم جن حضرات نے یہ اعتراض پیش کیا ہے کہ اگر عمل ایمان میں داخل ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مغفرت و جنت کے حصول کے لیے ایمان کے ساتھ الگ سے عمل کا ذکر کیوں کیا ہے؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ﴾

(۱) [بغیۃ الرائد فی شرح عقائد الفقہی (ص: ۴۴)]

(۲) [تفسیر السعدی (۲۰۹: ۱)]

(۳) [فتاویٰ الشیخ ابن جریر (۱۵۸/۶۳)]

(۴) [مجموع فتاویٰ و مقالات ابن باز (۱۷/۱)]

(۵) [مجموع فتاویٰ و رسائل ابن عثیمین (۲۹/۱)]

(۶) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۴۳۸/۲)]

(۷) [حقیقۃ الایمان عند شیخ البانی (ص: ۹)]

(۸) [مجمع اعتقاد ائمہ سلف (ص: ۷۲)]

(۹) [البیان المفید فیما اتفق علیہ علماء مکہ ونجد من عقائد التوحید (ص: ۱۱)]

[الرعد: ۲۹] ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے خوشخالی اور اچھا ٹھکانہ ہے۔“ اگر عمل ایمان میں داخل ہوتا تو اللہ تعالیٰ صرف ایمان کا ہی ذکر فرما دیتے۔

اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ یہ اور اس طرح کی دیگر تمام آیات میں ایمان کا لغوی نہیں بلکہ اصطلاحی مفہوم واضح کرنے کے لیے ایمان کے ساتھ عمل کو الگ سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ عمل کو الگ اس لیے ذکر کیا تاکہ عمل کی اہمیت ظاہر ہو جائے کہ عمل کے بغیر ایمان کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ عمل اور ایمان الگ الگ چیزیں ہیں کیونکہ سابقہ ذکر کردہ آیات واحادیث اور اقوال تو یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ایمان میں عمل بھی داخل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ایمان و عمل دونوں لازم و ملزوم ہیں، کسی ایک کے بغیر دوسرے کی کوئی حیثیت نہیں۔ جیسے درخت کا تنہا بڑے کے بغیر اور جڑ تنے کے بغیر کسی کام کی نہیں۔

علاوہ ازیں اگر عمل ایمان کا حصہ نہ ہوتا اور سب کا ایمان ایک جیسا ہی ہوتا تو اس روایت کا کیا مفہوم ہے کہ تمیں کے قریب صحابہ اپنے نفسوں پر نفاق سے خائف تھے۔^(۱) ان میں سے کسی نے بھی یہ تو نہیں کہا کہ میرا ایمان تو جبرئیل علیہ السلام کے ایمان جیسا ہے۔ اسی طرح ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں عطاءؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کا بیٹا یعقوب آیا اور اس نے کہا اے ابا جان! میرے کچھ ساتھیوں کا گمان ہے کہ ان کا ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ایمان جیسا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا ”اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے شخص کا ایمان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے شخص کی مانند نہیں ہو سکتا۔“^(۲) یعنی اطاعت گزار کا ایمان زیادہ اور نافرمان کا ایمان کم ہوگا اور یہ کی بیشی حسب اعمال ہوگی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ عمل ایمان کا حصہ ہے۔

دل، زبان اور اعضاء کا قول و عمل

”ایمان قول و عمل کا نام ہے“ اس کی وضاحت میں اہل علم نے بیان کیا ہے کہ قول سے مراد دل اور زبان کا قول ہے اور عمل سے مراد دل اور زبان و اعضاء کا عمل ہے۔

”دل کا قول“ اعتقاد، تصدیق اور یقین ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصَّدَقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ [الزمر: ۳۳]

”اور جو شخص سچی بات لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی، وہی متقی و پرہیزگار ہیں۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

(۱) [بخاری (فیل الحدیث: ۴۸) کتاب الایمان: باب بحوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر]

(۲) [رواہ البغوی کما فی مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۱۱/۸۷)]

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا ﴾ [الحجرات: ۱۵]

”ایماندار صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، پھر شک و شبہ نہ کریں۔“

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا اسے جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ (۱)

”زبان کا قول“ کلمہ شہادتین کی ادائیگی اور اس کے تقاضوں اور لوازمات کو پورا کرنے کا اقرار (۲) ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ

﴿ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا ﴾ [الفصص: ۵۳]

”اور جب ان کے سامنے (قرآن) تلاوت کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، یقیناً یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ﴾ [الشوری: ۱۵]

”کہہ دیجئے کہ میں اللہ کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا۔“

ایک اور مقام پر فرمایا کہ

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾

[الأحقاف: ۱۳]

”بلاشبہ جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر (اس پر) استقامت اختیار کی تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

﴿ أَمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُؤْمِنُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ﴾

”مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور

(۱) [مسلم (۵۰) کتاب الایمان: باب كون النهي عن المنكر من الايمان، مسند احمد (۴۳۷۹)]

(۲) [واضح رہے کہ کلمہ شہادتین کی محض لفظی ادائیگی کافی نہیں بلکہ یہ کلمہ تب ہی معتبر ہوگا جب انسان اس کے معنی و مفہوم سے بھی واقف ہو اور اس کے تقاضے پورے کرنے کا بھی عہد کرے خواہ وہ یہ عہد و اقرار کسی بھی زبان میں کرے۔]

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔“ (۱)
 ”دل کا عمل“ نیت، اخلاص، تسلیم و قبول، محبت، امید، خوف و خشیت، تعظیم و توکل اور اعمال صالحہ کا ارادہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا نَطْعِمُكُمْ لِيُؤْجِبَ اللَّهُ ﴾ [الدھر: ۹]

”ہم تو تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں۔“

سورۃ النعام میں فرمایا کہ

﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ﴾ [الانعام: ۵۲]

”انہیں دور مت بھگا جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں (اور صرف) اس کی رضا چاہتے ہیں۔“

سورۃ انفال میں ارشاد ہے کہ

﴿ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾ [الدھر: ۹]

”(صرف مومن وہ ہیں) جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔“

اور فرمان نبوی ہے کہ ”تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔“ (۲)

ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ

﴿ يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بَلِشَايِهِ وَ لَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ ﴾

”اے وہ جماعت جو اپنی زبان سے ایمان لائی ہے، ابھی اس کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا۔“ (۳)

”زبان اور اعضاء کا عمل“ یعنی واجبات و مامورات کی بجا آوری اور منہیات و محرمات سے اجتناب اور کنارہ کشی۔

پس زبان کے عمل سے مراد وہ عمل ہے جو صرف زبان کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ جیسے تلاوت قرآن، تمام اذکار (یعنی تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر اور دعا و استغفار وغیرہ) دعوت الی اللہ، لوگوں کو خیر کی تعلیم دینا اور اس طرح

(۱) [بخاری (۲۵) کتاب الايمان: باب قوله فان تابوا واقاموا الصلاة واتوا الزكاة، ميتلم (۲۲) کتاب

الايمان: باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا اله الا الله محمد رسول الله، ابن حبان (۱۷۵) ابن مندہ

(۲۵) دارقطنی (۲۳۲/۱) بغوی (۳۲) بیہقی فی الکبری (۳۶۷/۳)

(۲) [بخاری (۱) کتاب بدء الوحی]

(۳) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۷۹۸۴) صحیح الترغیب (۲۳۴۰) صحیح ابوداؤد (۴۸۸۰) کتاب

الادب: باب فی الغیبة]

کے وہ تمام اعمال جن کا تعلق صرف زبان سے ہے۔ یہ تمام ایمان کا حصہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾ [الاحزاب: ۴۱]

”اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کرو۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ﴾ [فاطر: ۲۹]

”بلاشبہ جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے علانیہ اور خفیہ طور پر خرچ کرتے ہیں، وہ اس تجارت (یعنی منافع) کے امیدوار ہیں جو کبھی ہلاک نہیں ہوگا۔“

اعضاء کے عمل میں نماز، قیام، رکوع، سجود، روزہ، صدقہ، اللہ کی رضا کے کسی کام کی طرف چل کر جانا (جیسے مساجد کی طرف، حج، جہاد اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے جانا) اور اس طرح کے وہ تمام اعمال شامل ہیں جن کا تعلق زبان کے علاوہ باقی اعضاء سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَجَاهِدُوا لِرَبِّ اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ﴾ [الحج: ۷۷-۷۸]

”اے ایمان والو! رکوع سجدے کرتے رہو اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کا میاب ہو جاؤ۔ اور اللہ کی راہ میں دیا ہی جہاد کرو جیسا جہاد کا حق ہے، اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۝ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا﴾ [الفرقان: ۶۳-۶۴]

”رحمن (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔ اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں۔“ (۱)

(۱) [تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: الوجیز فی عقیدۃ السلف الصالح (۸۸/۱) اعتقاد اہل السنۃ (۱۰/۶/۱) رسالۃ فی أسس العقیدۃ (ص: ۱۲۴) أعلام السنۃ المنشورۃ (ص: ۲۲۶) شرح رسالۃ کتاب الایمان لأبی عبید (۳۱/۱) الاعتقاد فی أن الکفر ینکون بالقول أو بالفعل أو الاعتقاد (۵۳/۱)]

فصل سو:

ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

کتاب و سنت کے واضح دلائل سے یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ اب جب ایمان میں عمل بھی داخل ہے تو پھر یقیناً یہ کوئی جامد چیز نہیں بلکہ اس میں حسب اعمال کی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ جیسا کہ جب انسان اعمال صالحہ بجالاتا ہے تو اللہ کی طرف اس کی رغبت بڑھتی ہے، اس میں مزید نیکیوں کا شوق پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے اندر ایمانی قوت محسوس کرتا ہے اور جب انسان اعمال سیئہ کا ارتکاب کرتا ہے تو مزید برے کام اس کے لیے آسان سے آسان تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور اس وقت اس کا ایمان انتہائی کمزور حالت میں ہوتا ہے۔ ائمہ سلف کے اقوال و فتاویٰ بھی اسی بات کے مؤید ہیں کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ آئندہ طور میں دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

ایمانی کمی بیشی قرآن کریم کی روشنی میں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا﴾ [النساء: ۱۳۶]

”اے ایمان والو! ایمان لے آؤ (یعنی ایمان میں بڑھ جاؤ)۔“

(عبدالرحمن سعدی) اہل ایمان کو ایمان لانے کا حکم اس بات کا تقاضی ہے کہ وہ ایسے کام بجالائیں جو ان کے ایمان کو درست کرنے کا باعث ہوں جیسے اخلاص، سچائی، مفندات سے اجتناب اور توبہ و استغفار وغیرہ (اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان میں شامل ہیں اور اعمال میں کمی بیشی سے ایمان میں بھی کمی بیشی ہوتی ہے)۔ (۱)

(2) سورہ آل عمران میں ارشاد ہے کہ

﴿هُمْ لِلْكَفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ﴾ [آل عمران: ۱۶۷]

”وہ اس روز ایمان کے مقابلے میں کفر سے زیادہ قریب تھے (یعنی ان کے ایمان میں کمی آچکی تھی)۔“

(ابن کثیر) اس آیت سے اہل علم نے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان کے (ایمانی) حالات تبدیل ہوتے رہتے ہیں، کبھی وہ کفر سے زیادہ قریب ہوتا ہے اور کبھی ایمان سے۔ (۲)

(۱) [تفسیر السعدی (۲۰۹/۱)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۱۵۸/۲)]

(3) سورہ آل عمران میں ہی ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ
 ﴿الَّذِينَ قَالُوا لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ [آل عمران: ۱۷۳] ”وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے میں لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے، ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔“
 (شوکانیؒ) اس آیت میں یہ دلیل موجود ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ (۱)
 (حافظ صلاح الدین یوسف) یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان جاودہ قسم کی چیز نہیں بلکہ اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ (۲)

(4) سورہ انفال میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔
 ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ [الانفال: ۲] ”ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔“
 (سیوطیؒ) نقل فرماتے ہیں کہ مجاہدؒ نے اس آیت کے متعلق فرمایا ”معلوم ہوا کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اور ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ (۳)

(5) سورہ توبہ میں فرمایا کہ
 ﴿وَإِذَا مَا أَنْزَلْنَا سُورَةً فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ [التوبة: ۱۲۴] ”اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا ہے، سو جو لوگ ایمان والے ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔“

(زحشریؒ) فرماتے ہیں کہ نزول سورت کے ذریعے ایمان اس لیے بڑھا کیونکہ ان کے یقین و ثبات میں اضافہ ہو گیا، اس نے ان کے عمل کو بھی بڑھا دیا اور عمل میں اضافہ درحقیقت ایمان میں اضافہ ہے کیونکہ ایمان

(۱) [تفسیر فتح القدیر (۵۰/۲)]

(۲) [تفسیر أحسن البیان (ص: ۱۹۰)]

(۳) [الدر المنثور (۴/۱۱۶)]

عقیدہ و گمراہی کا نام ہے۔ (۱)

(6) سورۃ الکہف میں ہے کہ

﴿لَنَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْنَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ [الکہف: ۱۳]

”ہم ان کا صحیح واقعہ تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ یہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم

نے انہیں ہدایت میں بڑھا دیا تھا۔“

(عبداللہ بن عبدالمعید الاثری) یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ ایمان میں اضافہ ہوتا ہے (اور جس چیز میں

اضافہ ہوتا ہے اس میں کمی بھی ہوتی ہے)۔ (۲)

(7) سورۃ الاحزاب میں ہے کہ

﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا﴾ [الاحزاب: ۲۲]

”اور ایمان والوں نے جب (کفار کے) لشکروں کو دیکھا تو (بے ساختہ) کہہ اٹھے کہ انہیں کا اللہ تعالیٰ اور

اس کے رسول نے ہمیں وعدہ دیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور اس (چیز) نے ان کے ایمان میں اور

شوق اطاعت میں مزید اضافہ کر دیا۔“

(ابوبکر الجزائری) ”ایمان اور شوق اطاعت میں اضافے“ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے وعدے کی تصدیق اور

اس کے حکم کو (برضا و رغبت) تسلیم کرنے میں مزید بڑھ گئے۔ (۳)

(8) سورۃ محمد میں ارشاد ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ﴾ [محمد: ۱۷]

”اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت میں اور بڑھا دیا ہے اور انہیں ان کی

پرہیزگاری عطا فرمائی ہے۔“

(عبداللہ بن عبدالحسن التركي) مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اتباع حق کی راہ اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے انہیں

ہدایت میں مزید بڑھا دیا اور اس کی بدولت ان کی ہدایت کو پختہ کر دیا اور انہیں تقویٰ کی بھی توفیق سے نوازا دیا۔ (۴)

(۱) [تفسیر الکشاف (۴۸۹/۲)]

(۲) [الایمان حقیقہ، حوارمہ، نواقض عند اهل السنة (۲۲/۱)]

(۳) [أیسر التفاسیر (۲۸۰/۳)]

(۴) [التفسیر المیسر (۱۷۷/۹)]

(9) سورۃ الفتح میں ہے کہ

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ﴾ [الفتح: ۴]
 ”وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون (اور اطمینان) ڈال دیا تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی
 ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں۔“
 (شعفیؒ) جیسے یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح دیگر متعدد آیات سے بھی یہ
 بات ثابت ہوتی ہے۔ (۱)

(10) سورۃ مدثر میں ارشاد ہے کہ

﴿لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزِدَّ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا﴾ [المدثر: ۳۱]
 ”تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں اور اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہو جائے۔“
 (شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الرازحی) یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ (۲)
ایمانی کمی بیشی احادیث کی روشنی میں

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزُنْ ذُرَّةٌ مِّنَ الْإِيمَانِ﴾
 ”جس نے کلمہ (لا الہ الا اللہ) پڑھا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے وہ دوزخ سے نکل
 آئے گا۔“ (۳)

اس حدیث سے یوں استدلال کیا گیا ہے کہ اس بات کا ذکر کہ ذرہ برابر ایمان والا بھی دوزخ سے نکال لیا
 جائے گا، اس بات کا ثبوت ہے کہ سب کے دل میں ذرہ برابر ایمان نہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کا ایمان
 ایک جیسا نہیں بلکہ کسی میں ایمان کم اور کسی میں زیادہ ہے۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ایمان کی ستر یا (راوی کو شک ہے) ساتھ سے کچھ اوپر شافیں ہیں، ان میں سب سے افضل کلمہ (لا الہ الا

(۱) [أضواء البيان (۴۵۴/۷)]

(۲) [شرح رسالة كتاب الايمان لابی عبيد القاسم بن سلام (۴۹/۱)]

(۳) [بخاری (۴۴) کتاب الايمان: باب زيادة الايمان ونقصانه، مسلم (۱۹۳) کتاب الايمان: باب أدنى

أهل السنة منزلة فيها، ترمذی (۲۵۹۳) ابن ماجه (۴۳۱۲) ابن حبان (۶۴۶۴) أبو یعلیٰ (۲۸۸۹) ابن

أبی شیبہ (۱۰۱/۱) (۱۰۱/۱) شرح السنة (۴۳۳) أبو عوانة (۱۷۸/۱)]

اللہ) کہنا ہے اور سب سے کم تر اسے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔“ (۱)
اس حدیث میں محل استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف اعمال کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے، اب کسی شخص میں یہ اعمال کم ہیں اور کسی میں زیادہ، پھر اسی حساب سے ان کے ایمان میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔
(3) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ﴾

”تم میں سے جو کوئی بھی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے روکے، اگر اس میں اس کی طاقت بھی نہ ہو تو اسے اپنے دل میں ہی برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔“ (۲)

(4) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، عنقریب ایسے برے جانشینوں کا ظہور ہوگا جو اپنی کئی بات کے خلاف کام کریں گے اور جو کریں گے اس کا حکم نہیں دیں گے۔
﴿فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ﴾

”جو ان سے اپنے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مؤمن ہے، جو ان سے اپنی زبان کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مؤمن ہے، جو ان سے اپنے دل کے ساتھ جہاد کرے گا (یعنی دل میں ہی انہیں برا سمجھے گا) وہ بھی مؤمن ہے اور جو ان سے دل کے ساتھ بھی جہاد نہیں کرے گا اس میں زانی برابر بھی ایمان نہیں۔“ (۳)
یہ حدیث بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ایمان میں حسب اعمال کی بیشی ہوتی ہے۔

(5) رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو عقل و دین کے اعتبار سے ناقص قرار دیا۔ پھر آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ

(۱) [مسلم (۳۵) کتاب الایمان: باب بیان عدد شعب الایمان وأفضلها وأدناها، بخاری (۹) کتاب الایمان] باب أمور الایمان، ابوداؤد (۴۶۷۶) کتاب السنة: باب فی رد الإرجاء، ترمذی (۲۶۱۴) کتاب الایمان: باب ما جاء فی استكمال الایمان وزیادته ونقصانه، نسائی (۵۰۱۹) ابن ماجہ (۵۷) ابن مندہ (۱۴۴) ابن حبان (۱۶۷)]

(۲) [مسلم (۴۹) کتاب الایمان: باب کون النهی عن المنکر من الایمان، ابوداؤد (۱۱۴۰) کتاب الصلاة: باب الخطبة یوم العید، ترمذی (۲۱۷۲) کتاب الفتن: باب ما جاء فی تغییر المنکر بالید، نسائی (۵۰۲۳) وفی السنن الکبری (۱۱۷۳۹) ابن ماجہ (۱۲۷۵) طہالسی (۲۱۹۶) ابن حبان (۳۰۶)]

(۳) [مسلم (۵۰) کتاب الایمان: باب کون النهی عن المنکر من الایمان، مسند احمد (۴۳۷۹) طبرانی کبیر (۹۷۸۴) أبو عوانة (۳۵/۱) بیہقی (۹۰/۱۰)]

عورتوں کی عقل و دین کی کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَمَّا نَقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ ، فَهَذَا نَقْصَانُ الْعَقْلِ ، وَ تَمَكُّثُ الْمَالِي مَا تُصَلِّي وَ تَغْطِرُ فِي رَمَضَانَ فَهَذَا نَقْصَانُ الدِّينِ﴾

”عقل کی کمی تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے، یہ عقل کی کمی ہے۔ اور عورتیں (ہر ماہ ایام ماہواری کی وجہ سے) کچھ دن نماز سے رُک رہتی ہیں اور رمضان میں روزے بھی چھوڑ دیتی ہیں، یہ دین کی کمی ہے۔“ (۱)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عمل میں کمی بیشی کی وجہ سے دین و ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ اس حدیث پر صحیح مسلم میں بھی یہی عنوان قائم کیا گیا ہے کہ ”طاعات میں کمی کے باعث ایمان میں کمی ہونے کا بیان۔“ (6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔“ (۲)

صحیح قول کے مطابق اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو ان معاصی کا ارتکاب کرتا ہے وہ کامل الایمان نہیں بلکہ ناقص الایمان ہوتا ہے۔ یعنی ان جرائم کے ارتکاب کی وجہ سے اس کا ایمان کم ہو جاتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ یہی باعث ہے کہ صحیح مسلم میں اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا گیا ہے ((بَابُ بَيَانِ نَقْصَانِ الْإِيمَانِ بِالْمَعَاصِي)) ”معاصی کی وجہ سے ایمان میں کمی کا بیان۔“ اسی طرح امام ابو داؤد نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے ((بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى زِيَادَةِ الْإِيمَانِ وَنَقْصَانِهِ)) ”اس بات کی دلیل کا بیان کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔“

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا﴾

(۱) [مسلم (۷۹) کتاب الایمان : باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات ، ابو داؤد (۴۶۷۹) کتاب السنۃ :

باب الدلیل علی زیادۃ الایمان و نقصانہ ، ابن ماجہ (۴۰۰۳) کتاب الفتن : باب فتنة النساء ، مسند احمد

(۵۳۴۳) بیہقی (۱۴۸/۱۰) طحاوی (۲۷۲۷)]

(۲) [مسلم (۵۷) کتاب الایمان : باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی ، بخاری (۲۴۷۵) کتاب المحظالم :

باب النهی بغير اذن صاحبه ، ابو داؤد (۴۶۸۹) کتاب السنۃ : باب الدلیل علی زیادۃ الایمان و نقصانہ ،

ترمذی (۲۶۲۵) کتاب الایمان : باب ما جاء لا یزنی الزانی وهو مؤمن ، نسائی (۴۸۸۵) ابن ماجہ

(۳۹۳۶) دارمی (۱۹۹۴) ابن منذہ (۵۱۰) ابن حبان (۱۸۶)]

”ایمان کے لحاظ سے سب سے کامل مومن وہ ہے جو ان میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہے۔“ (۱)

(8) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ﴾

”جس نے اللہ کے لیے محبت کی، اللہ کے لیے نفرت کی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روک لیا تو اس کا

ایمان مکمل ہو گیا۔“ (۲)

مذکورہ بالا دونوں احادیث اور اس معنی کی وہ تمام احادیث جن میں کمال ایمان کا ذکر ہے اس بات کا ثبوت ہیں کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے کیونکہ کامل ہمیشہ وہی چیز ہوتی ہے جو پہلے ناقص ہو۔

(9) ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایمان باللہ کی تفسیروں فرمائی ہے کہ کلمہ شہادتین پڑھنا، اقامتِ صلاۃ، ادائیگیِ زکوٰۃ، صیامِ رمضان اور مالی غنیمت میں سے کسی کی ادائیگی ایمان ہے۔ (۳)

معلوم ہوا کہ مذکورہ اعمال ایمان کا حصہ ہیں اور جیسے ان اعمال میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اسی طرح ایمان میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

(10) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

﴿الْإِيمَانُ يَبْدَأُ الْمُظَنَّةَ بَيِّضًا فِي الْقَلْبِ ، فَكُلَّمَا أَزْدَادَ الْإِيمَانُ أَزْدَادَتْ بَيِّضًا حَتَّى يَبْيَضُ الْقَلْبُ كُلُّهُ ، وَإِنْ التَّفَاقُ يَبْدَأُ الْمُظَنَّةَ سَوْدَاءَ فِي الْقَلْبِ ، فَكُلَّمَا أَزْدَادَ التَّفَاقُ أَزْدَادَتْ حَتَّى يَسْوَدَ الْقَلْبُ كُلُّهُ﴾

”ایمان دل میں سفید نقطے کی مانند پیدا ہوتا ہے، جس قدر ایمان بڑھتا جاتا ہے اسی قدر یہ سفیدی بھی بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ پورا دل سفید ہو جاتا ہے۔ اور نفاق دل میں سیاہ نقطے کی مانند پیدا ہوتا ہے، جس قدر نفاق بڑھتا جاتا ہے اسی قدر دل بھی سیاہ ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔“ (۴)

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۱۲۳۰) ابو داؤد (۴۶۸۲) کتاب السنۃ: باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ، ترمذی (۱۱۶۲) کتاب الرضاع: باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها، صحیح الترغیب (۱۹۲۳) السلسلۃ الصحیحۃ (۲۸۴)]

(۲) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۵۹۵۶) ابو داؤد (۴۶۸۱) کتاب السنۃ: باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ، مشکاة (۳۰) صحیح الترغیب والترہیب (۳۰۲۹) کتاب الادب: باب الترغیب فی الحب فی اللہ، السلسلۃ الصحیحۃ (۳۸۰)]

(۳) [بخاری (۵۳) کتاب الایمان: باب أداء الخمس من الایمان، نسائی (۵۰۳۱)]

(۴) [الایمان لابن أبی شیبۃ (ص: ۸) وفی المصنف (۱۵۹/۶)]

□ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ ”اے اللہ ہمارے ایمان میں اضافہ فرما۔“ اسی طرح حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہم بھی یہ کہا کرتے تھے کہ ”ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔“ (۱) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا ”آؤ ایمان کی باتیں کر کے ایمان بڑھائیں۔“ (۲) حضرت عیسٰی بن حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔“ دریافت کیا گیا کہ اس کی کمی اور زیادتی کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا ”اللہ کا ذکر اور اس کی حمد و تسبیح بیان کرنا ایمان میں زیادتی ہے اور ان کاموں میں غفلت و سستی کرنا ایمان میں کمی ہے۔“ (۳) حضرت عروہ بن زبیرؓ نے فرمایا کہ ”جس بندے میں امانت کم ہو جائے اس کے ایمان میں کمی آجاتی ہے۔“ (۴) حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ ”ایمان میں فرائض، شرائع، حدود اور سنن شامل ہیں، جس نے انہیں پورا کیا اس نے اپنا ایمان پورا کر لیا اور جس نے انہیں پورا نہ کیا اس نے اپنا ایمان پورا نہ کیا۔“ (۵)

□ واضح رہے کہ جس روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”ایمان دل میں مکمل ہے، اس میں زیادتی کفر اور اس میں کمی شرک ہے۔“ وہ ضعیف ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کتاب کا آخری باب ”ایمان سے متعلقہ ضعیف احادیث کا بیان۔“

ائمہ عظام اور علماء کرام کے اقوال و فتاویٰ

(بخاری) فرماتے ہیں کہ ”ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔“ (۶)
امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں یہ عنوان بھی قائم کیا ہے کہ ((بَابُ زِيَادَةِ الْإِيمَانِ وَنُقُصَائِهِ)) ”ایمان میں کمی بیشی کا بیان۔“ اور اس کے تحت اس کے اثبات کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ (۷)
موصوف نے ایک مقام پر یہ فرمایا ہے کہ میں نے مختلف شہروں میں ہزار کے قریب علماء سے ملاقاتیں کیں، وہ سب اس بات کے قائل تھے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ (۸)

(۱) [دیکھئے: شرح أصول اعتقاد أهل السنة للإمام اللالكائي، بسند صحيح]

(۲) [دیکھئے: شرح رسالة كتاب الإيمان للابن عبيد (ص: ۵۰)]

(۳) [الابانة لابن بطة (۸۴۵/۲)، (۱۱۳۱)]

(۴) [شرح أصول اعتقاد أهل السنة للإمام اللالكائي (۱۱۳۰)]

(۵) [بخاری (قبل الحديث: ۸) كتاب الإيمان]

(۶) [بخاری (قبل الحديث: ۸) كتاب الإيمان]

(۷) [بخاری (قبل الحديث: ۴۴۰) كتاب الإيمان]

(۸) [فتح الباری لابن حجر (۴۷۱)]

(مسلم) صحیح مسلم میں ایک عنوان یوں قائم کیا گیا ہے ((بَابُ بَيَانِ كَوْنِ النَّهْيِ عَنِ الْمُشْكُرِ مِنَ الْإِيمَانِ وَأَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ)) "اس باب کا بیان کہ نہی عن المشکر ایمان کا حصہ ہے اور ایمان کم اور زیادہ ہوتا رہتا ہے۔" اور پھر اس کے تحت ایمان میں کمی بیشی کے دلائل ذکر کئے گئے ہیں۔ (۱)

(ماکٹ) ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ (۲)

(شافعی) ایمان کم بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی، اس میں زیادتی اطاعت کے ذریعے اور کمی نافرمانی کے ذریعے ہوتی ہے۔ (۳)

(احمد) تابعین اور ائمہ سلف میں سے (تقریباً) نوے (۹۰) حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ جو تعلیمات امت کو دے کر اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں ان میں سے ایک تعلیم یہ ہے کہ اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور معصیت و نافرمانی کے ذریعے ایمان میں کمی ہوتی ہے۔ (۴)

(سفیان ثوری) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(سفیان بن عیینہ) ان کی بھی یہی رائے ہے۔ (۶)

(عبداللہ بن مبارک) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۷)

(یحییٰ بن سعید القطان) میں نے جتنے ائمہ کو بھی پایادہ سب یہی کہتے تھے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ (۸)

(باقلانی) ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ (۹)

(اسحق بن راہویہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۱۰)

(ابوزر عرازی) ہمارے نزدیک ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اور جو اس کا قائل نہیں وہ بدعتی ہے۔ (۱۱)

(۱) [مسلم (قبل الحديث: ۴۹) کتاب الایمان]

(۲) [الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء (ص: ۳۳)]

(۳) [حلیۃ الاولیاء للأصفہانی (۱۱۰/۹)]

(۴) [طبقات الحنابلة لابن رجب الحنبلی (۱۳۰/۱)]

(۵) [الایمان لابن بطہ (۸۵۲/۲)]

(۶) [سیر اعلام النبلاء (۴۶۸/۸)]

(۷) [السنة لعبد الله بن الامام احمد (۳۱۰/۵)، (۶۲۷)]

(۸) [سیر اعلام النبلاء للنہبی (۱۷۹/۹)]

(۹) [الانصاف للباقلانی (۱۸/۱)]

(۱۰) [السنة للخلال (۶۸۰/۴)]

(۱۱) [طبقات الحنابلة لابن رجب حنبلی (۲۰۳/۱)]

- (ابوحاتم رازیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)
 (طبریؒ) اس شخص کا قول درست ہے جس نے کہا کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ (۲)
 (ابوالحسن اشعریؒ) ائمہ سلف کا اجماع ہے کہ اطاعت کے ذریعے ایمان بڑھتا ہے اور نافرمانی کے ذریعے ایمان کم ہوتا ہے۔ (۳)
 (حافظ ابن مندہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)
 (اسماعیل الصابونیؒ) ان کا بھی یہی موقف ہے۔ (۵)
 (نوویؒ) سلف و خلف میں سے جماعت اہل السنہ (یعنی اہل الحدیث) کا موقف یہ ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ (۶)
 (ابن بطلال المالکیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۷)
 (تیمتیؒ) ایمان میں کمی بھی ہوتی ہے اور زیادتی بھی کیونکہ جو چیز زیادہ ہوتی ہے وہ کم بھی ہوتی ہے۔ (۸)
 (ابن عبدالبرؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۹)
 (حافظ عبدالحق مقدسیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۱۰)
 (امام ابن قدامہؒ) ایمان اطاعت کے ذریعے بڑھتا ہے اور نافرمانی کے ذریعے کم ہوتا ہے۔ (۱۱)
 (شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ) اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور محضیت و نافرمانی کے ذریعے ایمان میں کمی ہوتی ہے اور یہ اہل السنہ والجماعہ کے ہاں اصولی موقف ہے۔ (۱۲)

- (۱) [طبقات الحنابلة لابن رجب حنبلی (۲۸۶/۱)]
 (۲) [صريح السنة للإمام ابن جرير الطبري، بتحقيق بدر بن يوسف المعتوق (ص: ۲۵۰)]
 (۳) [رسالة الى أهل الثغر للأشعري، بتحقيق عبد الله بن شاکر الحنډی (ص: ۲۷۲)]
 (۴) [کتاب الايمان لابن مندہ (۳۴۱/۲)]
 (۵) [عقيدة السلف للإمام الصابونی (ص: ۲۶۴)]
 (۶) [شرح مسلم (۷/۲)]۔ ۳۲/۳
 (۷) [شرح صحيح البخاری لابن بطلال (۵۶/۱)]
 (۸) [الاعتقاد للإمام البيهقي (ص: ۱۱۵)]
 (۹) [التمهيد لابن عبد البر (۲۳۸/۹)]
 (۱۰) [الاقتصاد في الاعتقاد للمقدسی، بتحقيق احمد الغامدی (ص: ۱۸۲)]
 (۱۱) [لمعة الاعتقاد، بتحقيق عبد القادر أرناؤوط (ص: ۳۳)]
 (۱۲) [المعقبة الراسطية لابن تيمية: الايمان قول وعمل يزيد وينقص]

(ابن کثیرؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)
 (شعیطیؒ) برحق بات جس میں کوئی شک نہیں یہ ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے جیسا کہ اہل السنۃ والجماعہ اسی کے قائل ہیں اور کتاب وسنت کی نصوص بھی اس پر شاہد ہیں۔ (۲)
 (عبد الرحمن بن ناصر السعدیؒ) اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور خیر کے کاموں کے ذریعے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ کی نافرمانی اور برے کاموں سے ایمان میں کمی آجاتی ہے۔ (۳)
 (شیخ محمد بن صالح العثیمینؒ) اہل السنۃ کا موقف یہ ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ گناہ کا ارتکاب کرنے والے کا ایمان اس کے گناہ کے برابر کم ہو جاتا ہے۔ (۴)
 (شیخ صالح بن فوزانؒ) نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے جیسا کہ اہل السنۃ والجماعہ کا یہی موقف ہے جبکہ اس کے برخلاف مرجعہ کا کہنا ہے کہ ایمان ایک ہی چیز کا نام ہے، اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ (۵)
 (سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) برحق بات یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کے ذریعے ایمان بڑھتا ہے اور اللہ کی نافرمانی کے ذریعے ایمان کم ہوتا ہے۔ (۶)
 (شیخ ابن جبرینؒ) واضح دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اور مومنین ایمان کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ (۷)
 (شیخ ابن بازؒ) ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ (۸)
 (شیخ البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۹)
 (شیخ عبدالرزاق بن عبدالحسن البدرؒ) اہل السنۃ والجماعہ پر اللہ تعالیٰ نے جو احسانات کیے ہیں ان میں سے ایک عظیم احسان ان کا یہ موقف ہے کہ اطاعت کے ذریعے ایمان میں زیادتی اور نافرمانی کے ذریعے ایمان میں کمی

(۱) [تفسیر ابن کثیر (تحت سورة الانفال، آیت ۲)]

(۲) [أضواء البیان (۴۵۴/۷)]

(۳) [مقدمة شرح کتاب التوحید للامام محمد بن عبد الوہاب (ص: ۴)]

(۴) [القول المفید علی کتاب التوحید (۲۷۳/۱)]

(۵) [إعانة المستفید بشرح کتاب التوحید (۱۱۴/۳)]

(۶) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۴۶۵/۴)]

(۷) [فتاویٰ الشیخ ابن جبرین (۱۶۵/۶۳)]

(۸) [فتاویٰ نور علی العرب (۲۲/۱)]

(۹) [حقیقة الايمان عند الشیخ الالبانی (ص: ۹)]

ہوتی ہے اور تمام مومنین کا ایمان ایک جیسا نہیں بلکہ کسی کام اور کسی کا زیادہ ہے۔ (۱)

(عبداللہ بن عبداللہ الاثری) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(محمد بن عودہ السعوی) ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی۔ اس میں زیادتی اطاعت کے ذریعے ہوتی ہے اور کمی

نا فرمائی کے ذریعے۔ (۳)

(عبداللہ بن عبدالحسن الکری) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(شیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ) ایمان کو کمزور کرنے والی چیز حرام کاموں کا ارتکاب ہے کیونکہ ایمان اطاعت

کے ذریعے بڑھتا ہے اور نا فرمائی کے ذریعے کم ہوتا ہے۔ (۵)

(شیخ عبداللہ ابن بلیغ) ایمان قول و عمل کا نام ہے اور اس میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ (۶)

(علی بن عبدالعزیز بن علی الشبل) یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ اخلاص اور اطاعت کے ذریعے ایمان میں اضافہ

ہوتا ہے، اسی طرح اس کے برعکس گناہوں کے ذریعے ایمان کم ہوتا ہے۔ (۷)

□ سابقہ اوراق میں بیان کردہ واضح دلائل اور صحابہ و تابعین اور جمہور ائمہ سلف کے موقف کے برخلاف

حقیقہ کا موقف یہ ہے کہ ایمان محض دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے اس میں عمل کا کوئی دخل نہیں،

ایمان جامد چیز ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی اور عام آدمی اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان بلکہ انبیاء و رسل،

جبریل اور میکائیل علیہم السلام سب کا ایمان ایک جیسا ہے۔ (۸) بلاشبہ یہ عقیدہ کتاب و سنت کی واضح نصوص اور ائمہ

سلف کے اجماعی موقف کے خلاف ہونے کی بنا پر درست نہیں۔

ایمان میں کمی بیشی کے اسباب

یہ دنیا بہت ہی پرفتن ہے اور اس میں بہت سی ایسی اشیاء ہیں جو ایمان پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ایک

(۱) تذکرۃ المؤتسی شرح عقیدۃ الحافظ عبد الغنی المقدسی (۳۰/۱)

(۲) [الوجیز فی عقیدۃ السلف الصالح (۸۸/۱)]

(۳) [رسالة فی أسس العقیدۃ (ص: ۱۲۵)]

(۴) [محمل اعتقاد ائمة السلف (ص: ۷۲)]

(۵) [التصہید لشرح کتاب التوحید (۲۳/۲)]

(۶) [البيان المفید فیما اتفق علیہ علماء مکة ونجد من عقائد التوحید (ص: ۱۱)]

(۷) [مسألة الايمان للشبل (۲۴/۱)]

(۸) [دیکھئے: التعليقات الاثریہ علی العقیدۃ الطحاویة لأئمة الدعوة السلفية، محمد بن عبد العزيز بن مطہ، ابن

باز، علامہ البانی، جمع واعداد: احمد بن یحیی الزهرانی (۳۵/۱) شرح الفتوی الحمویہ، حمد بن عبد

المحسن بن احمد التویجری (۴۲۸/۱) قطف الحنی الدانی شرح مقدمة رسالة القیروانی (۱/۴۱)

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا مِنْ قُلُوبٍ قَلْبٌ إِلَّا وَلَهُ سَحَابَةٌ كَسَحَابَةِ الْقَمَرِ، بَيْنَا الْقَمَرُ مُضِيٌّ إِذْ عَلَتْهُ سَحَابَةٌ فَأَظْلَمَ إِذْ تَحَلَّتْ عَنْهُ فَأَضَاءَ﴾ ”جیسے چاند کے سامنے بادل آجاتا ہے اسی طرح ہر دل پر بھی ایک بادل آجاتا ہے۔ یہ مشاہدے کی بات ہے کہ بادل کا کلڑا چمکدار چاند کے سامنے آکر اسے تاریک کر دیتا ہے اور جب وہ چاند کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو وہ روشن ہو جاتا ہے۔“ (۱)

اسی طرح ایک دوسرا فرمان نبوی یوں ہے کہ

﴿إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَخْلُقُ فِيْ جَوْفِ أَحَدِكُمْ كَمَا يَخْلُقُ الثَّوْبُ فَاَسْأَلُوا اللَّهَ أَنْ يُجَدِّدَ الْإِيمَانَ فِيْ قُلُوبِكُمْ﴾ ”جیسے کپڑا میلا ہو کر کرور ہو جاتا ہے اسی طرح تمہارے سینے میں ایمان بھی میلا ہو کر کرور ہو جاتا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان کو نیا کر دے۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بہت سے ایسے فتنے ہیں جو ایمان کو متاثر کرتے ہیں، یہی باعث ہے کہ اہل علم نے اس شخص کو سمجھدار قرار دیا ہے جو اپنے ایمان کی نگرانی کرتا رہتا ہے کہ کہیں اس کے ایمان میں کوئی نقص واقع تو نہیں ہو رہا۔ لہذا ہر صاحب ایمان کو یہ فکر ہونی چاہیے کہ وہ اپنا ایمان کیسے کامل بنا سکتا ہے اور اس کے ایمان میں کیسے اضافہ ہو سکتا ہے۔ کتاب و سنت میں ایمان میں اضافے کے جو اسباب بیان کئے گئے ہیں ان میں سے چند پیش خدمت ہیں:

- 1- کتاب و سنت کا علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا۔ جسے بھی ان دونوں کاموں کی توفیق مل گئی یقیناً اسے ایمان میں اضافے کے سب سے بڑے سبب کی توفیق مل گئی۔
- 2- کتاب و سنت میں موجود اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی کی معرفت اور ان کے معانی و مطالب کے فہم کی حرص۔
- 3- تلاوت قرآن اور اس میں غور و فکر۔ یہ ایمان میں اضافے کا سب سے نفع مند ذریعہ ہے۔ لہذا جو کوئی بھی غور و فکر کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتا ہے وہ اس میں ایسے علوم و معارف پاتا ہے جن کے ذریعے اس کا ایمان قوی ہو جاتا ہے اور بڑھ جاتا ہے۔

- 4- رسول ﷺ کی سیرت میں غور و فکر کرنا اور جن اخلاقی عالیہ، اوصاف کاملہ، خصال کریمہ اور شامل حمیدہ پر آپ فائز تھے ان کی معرفت حاصل کرنا۔ کیونکہ جس نے بھی آپ ﷺ کی سیرت و صفات میں نا مل کیا اس نے یقیناً اپنے لیے بہت سی خیر کو جمع کر لیا اور آپ ﷺ سے محبت میں اضافہ کر لیا اور یہ چیز یقیناً ایمان میں

(۱) [حسن: صحیح الجامع الصغیر (۵۶۸۲) السلسلة الصحيحة (۲۲۶۹)]

(۲) [حسن: السلسلة الصحيحة (۱۵۸۵) صحیح الجامع الصغیر (۱۵۹۰)]

اضافے کا باعث ہے۔

5- محاسن اسلام میں غور و فکر کرنا۔ کیونکہ دین اسلامی سارا کا سارا محاسن پر ہی مشتمل ہے۔ اس کے عقائد دیگر تمام ادیان کے عقائد سے سچے اور درست ہیں، اس کے احکام سب سے زیادہ عمدہ اور اعتدال پر مبنی ہیں، اس کے اخلاق سب سے اکمل ہیں۔ ان اشیاء میں غور کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کے دل میں ایمان کو خوبصورت اور محبوب بنا دیتے ہیں جس سے وہ ایمان کی حلاوت محسوس کرتا ہے اور اس کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

6- اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور اس کی مخلوقات میں غور و فکر کرنا۔ آسمان و زمین اور ان کے درمیان مختلف قسم کی عجیب و غریب مخلوقات میں غور کرنا اور بالخصوص نفس انسانی میں غور کرنا یقیناً ایمان میں زیادتی کے قوی اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

7- بکثرت ذکر الہی اور دعا و مناجات میں مشغولیت۔ کیونکہ اس سے بندے کا اپنے رب سے تعلق مضبوط ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں ایمان کا درخت خوب نشوونما پاتا ہے۔

8- فرائض کے بعد بکثرت نوافل کی ادائیگی۔ کیونکہ یہ چیز بندے کو اپنے رب کا مقرب بنا دیتی ہے۔ اسی طرح ہمیشہ احسان کرنے کی کوشش کرنا اور تمام عبادات پر مضبوطی سے جبرہ رہنا بھی ایمان میں اضافے کے اسباب ہیں۔

9- اپنے اندر اللہ تعالیٰ کے ولیوں اور سچے مومن بندوں کی صفات پیدا کرنا، ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنا، ان سے ہدایت حاصل کرنا اور ان کی مجالس میں شرکت کرنا۔ کیونکہ اس سے بندے کو پروردگار یاد آتا ہے، اس کا دل نرم ہو جاتا ہے اور ایمان بڑھ جاتا ہے۔

10- دعوت الی اللہ میں پیش پیش ہونا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا اور حق و صبر کی تلقین کرنا۔

11- کفریہ کاموں، کبیرہ گناہوں، نفاق، فسق اور عیہان سے دور رہنا۔ کیونکہ یہ ایسے گناہ ہیں جو انسان کے دل میں ایمان کو کمزور بنا دیتے ہیں اور ان سے دور رہنا یقیناً ایمان میں اضافے کا سبب ہے۔

واضح رہے کہ ایمان میں اضافے کے مذکورہ بالا اسباب کی رعایت اور پابندی نہ کرنا ہی ایمان میں کمی کا سب سے بڑا سبب ہے کیونکہ ان کی پابندی ہی ایمان میں اضافے کا سبب اور ان میں غفلت ایمان میں کمی کا سبب ہے۔ ذیل میں ایمان میں کمی کے مزید چند اہم اسباب ذکر کئے جا رہے ہیں:

- 1- دینی معاملات اور علوم شریعت سے جہالت
- 2- دین سے اعراض اور غفلت
- 3- معاصی اور گناہوں کا ارتکاب
- 4- نفس کی بری خواہشات کی پیروی

- 5- دنیا اور اس کی زیب و زینت کی طرف میلان 6- لہو و لعب کی مجالس میں شرکت
7- برے لوگوں کو ساتھی بنالینا 8- شیطانی کاموں میں رغبت وغیرہ۔ (۱)
حسب اعمال لوگوں کے مختلف درجات

تین طرح کے لوگ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَمْ أَوْزِنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يُؤْتِنُ اللَّهُ﴾ [الفاطر: ۲۲] پھر ہم نے ان لوگوں کو (اس) کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر بعض تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعض ان میں اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔“

بدرترین لوگ:

- 1- اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں بدرترین شخص وہ ہے جس کی نفسِ کلائی سے بچنے کے لیے لوگ اسے چھوڑ دیں۔ (۲)
 - 2- بدرترین شخص دو چہروں والا ہے، ایک چہرے کے ساتھ آئے اور دوسرے کے ساتھ جائے۔ (۳)
 - 3- بدرترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ (۴)
 - 4- بدرترین شخص وہ ہے جو اللہ کے نام کے ساتھ لوگوں سے سوال کرتا ہے لیکن کسی کو دیتا نہیں۔ (۵)
 - 5- لوگوں میں بدرترین وہ ہے جس کی عمر لمبی ہو اور عمل برا ہو۔ (۶)
 - 6- بدرترین انسان وہ ہے جو اپنی بیوی سے تعلقات قائم کرے اور پھر اس کی راز کی باتیں پھیلاتا پھرے۔ (۷)
- بہترین لوگ:

- 1- بہترین شخص وہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی نگام پکڑ رکھی ہے حتیٰ کہ وہ شہید کر دیا جائے۔ (۸)

(۱) [ملخص، از ایمان حقیقت، خوارمہ، نوافضہ (۲۳/۱)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داود (۴۷۹۱) کتاب الأدب: باب فی حسن العشرة]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داود (۴۸۷۲) کتاب الأدب: باب فی ذی الوجهین]

(۴) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۳۳)]

(۵) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۶۰۱)]

(۶) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۲۹۷)]

(۷) [صحیح: مشکاة المصابیح (۳۱۹۰)]

(۸) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۶۰۱)]

- 2- لوگوں میں بہترین وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔ (۱)
 - 3- بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نفع مند ہو۔ (۲)
 - 4- بہترین شخص وہ ہے جو لوگوں میں فیصلے کے اعتبار سے سب سے زیادہ اچھا ہے۔ (۳)
 - 5- بہترین انسان وہ ہے جو پرہیزگار ہو اور گناہ، سرکشی اور حسد سے پاک ہو۔ (۴)
 - 6- لوگوں میں بہترین وہ ہے جس کی عمر لمبی ہو اور عمل اچھا ہو۔ (۵)
- مذکورہ بالا دلائل سے پتہ چلا کہ بلحاظ اعمال لوگوں میں بہترین بھی ہیں اور بدترین بھی اور درمیانے درجے کے بھی ہیں۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ نے ایمان کی ستر سے کچھ اور شاخوں کا ذکر فرمایا (۶)، اسی طرح آپ ﷺ نے بہترین اسلام اس کا قرار دیا جو لوگوں کو کھانا کھلائے اور اپنے اور اجنبی سب کو سلام کہے (۷) اور آپ ﷺ نے اسلام والا اسے کہا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں (۸)، اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ روز قیامت لوگ اپنے اپنے اعمال کے حساب سے سزا پا کر جہنم سے نکال لیے جائیں۔ (۹) یہ تمام دلائل اس بات کا ثبوت ہیں کہ حسب اعمال لوگوں کے مختلف درجات ہیں اور یہ معلوم ہے کہ عمل ایمان میں شامل ہے اس لیے جیسے جیسے عمل اچھے ہوتے جائیں گے ایمان میں اضافہ ہوتا جائے گا اور جیسے جیسے عمل برے ہوتے جائیں گے ایمان میں کمی آتی جائے گی۔



- (۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۲۲۸۷)]
- (۲) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (۳۲۸۹)]
- (۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۲۹۰)]
- (۴) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۲۹۱)]
- (۵) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۲۹۶)]
- (۶) [مسلم (۳۵) کتاب الایمان : باب بیان عدد شعب الایمان وأفضلها وأدناها]
- (۷) [مسلم (۳۹) کتاب الایمان : باب بیان تفاضل الاسلام وأی أموره الفضل]
- (۸) [مسلم (۴۰) کتاب الایمان : باب بیان تفاضل الاسلام وأی أموره الفضل]
- (۹) [بخاری (۲۲) کتاب الایمان : باب تفاضل أهل الایمان فی الاعمال]

باب ارکان الایمان ایمان کے ارکان کا بیان

ارکان جمع ہے رکن کی اور رکن کسی بھی چیز کا ایسا اہم جز ہوتا ہے جس کے بغیر وہ چیز مکمل نہیں ہو سکتی۔ لہذا ایمان کا اگر ایک رکن بھی ساقط ہو جائے تو انسان مومن نہیں رہتا خواہ وہ لاکھ ایمان کے دعوے کرتا رہے۔ جیسے عمارت اپنے تمام ستونوں پر ہی قائم رہ سکتی ہے اسی طرح ایمان بھی اپنے تمام ارکان کے ذریعے ہی مکمل ہو سکتا ہے۔ ایمان کے چھ ارکان ہیں:

(1) اللہ پر ایمان (2) فرشتوں پر ایمان (3) آسمانی کتابوں پر ایمان

(4) نبیوں پر ایمان (5) یوم آخرت پر ایمان (6) اچھی بری تقدیر پر ایمان

جیسا کہ کتاب و سنت کی متعدد تفصیلات پر شاہد ہیں۔ چند ملاحظہ فرمائیے:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ﴾ [البقرة: ۱۷۷] ”ساری اچھائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نَفَرٌ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ [البقرة: ۲۸۵] ”رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے، انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔“

(3) سورۃ نساء میں ارشاد ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا

بَعِيدًا ﴿[النساء: ۱۳۶]

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں، ایمان لاؤ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔“

(4) سورہ قمر میں ہے کہ

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ [القمر: ۴۹]

”بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) انداز سے پیدا کیا ہے۔“

(ابن کثیرؒ) انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں اس معنی کی چند دیگر آیات بھی ذکر فرمائی ہیں جیسے ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا﴾ [الفرقان: ۲] ”اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے۔“ پھر فرمایا ہے کہ ائمہ سنت نے ان آیات سے استدلال کرتے ہوئے تقدیر الہی کا اثبات کیا ہے۔ یعنی ساری مخلوقات پیدا کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو ان کا علم تھا اور اس نے ان کی تقدیر لکھ دی۔ نیز ائمہ نے ان آیات اور اس معنی کی احادیث سے فرقہ قدریہ کا بھی رد کیا ہے جس کا ظہور عہد صحابہ کے آخر میں ہوا تھا۔ (۱)

حدیث جبریل میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جبریل علیہ السلام کے دریافت کرنے پر فرمایا:

﴿أَنْ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَتُحِبِّهِ وَرُسُلَهُ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرٌ وَشَرُّهُ﴾

”(ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی (نازل کردہ) کتابوں پر، اس کے پیغمبروں پر،

یوم آخرت پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔“ (۲)

(عبدالرحمن بن ناصر سعدی، شیخ صالح بن فوزان، محمد ظلیل ہر اس) ایمان کے چھ ارکان ہیں۔ (۳)

کچھ اہل علم نے ارکان ایمان میں ”جنات وشیاطین پر ایمان“ کو بھی شامل کیا ہے۔ بالترتیب

ان ارکان کا تفصیلی بیان آئندہ اوراق میں پیش خدمت ہے۔

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۴۸۲/۷)]

(۲) [مسلم (۸) کتاب الایمان: باب بیان الایمان والاسلام والاحسان، بخاری (۵۰) کتاب الایمان: باب

سؤال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام والاحسان، ابو داؤد (۴۶۹۵) ترمذی (۲۶۱۰) مستند

احمد (۱۸۴) ابن حبان (۱۶۸) ابن مندہ (۱۲) ابن ابی شیبہ (۴۴/۱۱) ابن خزیمہ (۲۵۰۴)]

(۳) [التنبیہات اللطیفہ (ص: ۸۲) اعانة المستفید (۳۷/۱) شرح العقیدة الواسطیة لابن تیمیة (ص: ۲۷)]

فصل (اول):

اللہ پر ایمان

اللہ پر ایمان کا معنی

اللہ پر ایمان سے مراد اس بات کی معرفت، تصدیق، اقرار اور پختہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور وہ اپنے افعال (یعنی ربوبیت)، اسماء و صفات اور عبادت (یعنی الوہیت) میں یکا ہے۔

اللہ پر ایمان کی اور بھی مختلف تشریحات کی گئی ہیں جیسے:

- 1- اللہ تعالیٰ پر ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام امور میں یکتا سمجھا جائے جن کا وہ استحقاق رکھتا ہے۔
 - 2- اللہ تعالیٰ کو اس کے حقوق میں یکتا تصور کرنا۔
 - 3- اس بات کا پختہ اعتقاد رکھنا کہ ہر چیز کا مالک، خالق اور کائنات کا منتظم صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے علاوہ ہر معبود باطل ہے (و غیرہ وغیرہ)۔ (۱)
- شیخ عبداللہ بن عبدالحمید الاشجری فرماتے ہیں کہ ایمان باللہ ہی عقیدہ اسلامیہ کی اساس اور لب لباب ہے اور یہی اصل ہے، اس کے علاوہ باقی ارکان ایمان اس کے تابع ہیں۔ (۲)

اللہ کے وجود پر ایمان

وجود باری تعالیٰ کے دلائل چار طرح کے ہیں:

- (۱) فطری (۲) شرعی (۳) عقلی (۴) حسی
- فطری دلیل یہ ہے کہ ہر چیز میں فطری طور پر اپنے فاطر یعنی خالق و مالک کی محبت موجود ہے کیونکہ ہر پیدا ہونے والی چیز اپنے خالق پر ایمان اور دین اسلام بر ہی پیدا ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَطَوْرَةَ اللَّهِ الْغَنِيِّ فَطَوْرَةَ النَّاسِ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ﴾ [الروم: ۳۰] ”اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق کو بدلنا نہیں۔“ عکرمہ، مجاہد، حسن، ابراہیم، ضحاک اور قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ”اللہ کی فطرت“ سے مراد دین اسلام اور ”اللہ کی خلقت“ سے مراد دین اللہ ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی

(۱) [رسالة في أسس العقيدة (ص: ۱۵۰)]

(۲) [دیکھئے: الايمان بالله، محمد بن ابراهيم الحمد (ص: ۲۰)]

(۳) [الوجيز في عقيدة المذاهب الصالح (ص: ۳۵۰)]

فطرت سے مراد اللہ کی معرفت اور توحید ہے یعنی ہر مخلوق اللہ کی معرفت و توحید پر پیدا ہوتی ہے۔ (۱)
حدیث نبوی ہے کہ ”ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔“ (۲) اُسے اس فرمان میں یہ نہیں کہا گیا کہ والدین بچے کو مسلمان بھی بنا دیتے ہیں کیونکہ وہ پیدا ہی اسلام پر ہوتا ہے۔

وجود باری تعالیٰ کے شرعی دلائل تو بہت زیادہ ہیں حتیٰ کہ اس بارے میں کسی قسم کے شک کی بھی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ یہی باعث ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اقوام سے کہا تھا کہ ﴿أَفَبِئْسَ إِلَٰهٌ شَكَّ فَا طَوَّرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [اسبراہیم: ۱۰] ”کیا اللہ کے بارے میں (انہیں) شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔“ اسی طرح تمام پیغمبروں کی بعثت، تمام کتب سماویہ، دنیا و آخرت میں بندوں کے مصالح پر مشتمل اللہ کے احکام مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ اور کائنات سے متعلقہ تمام خبریں اللہ تعالیٰ کے وجود کا قطعی ثبوت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور وجود پر عقلی دلیل یہ ہے کہ یہ بات ضروری ہے کہ کائنات کی تمام مخلوقات (پہاڑ، درخت، انسان، حیوان، سمندر اور صحرا وغیرہ) کا کوئی خالق و موجد ہو کیونکہ کوئی بھی چیز خود بخود وجود میں نہیں آ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دلیل کو یوں ذکر فرمایا ہے ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ﴾ [الطور: ۳۵] ”کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے پیدا ہو گئے ہیں یا خود پیدا کرنے والے ہیں۔“ یعنی نہ تو یہ کسی خالق کے بغیر خود پیدا ہوئے ہیں اور نہ ہی یہ خود خالق ہیں لہذا ضروری ہے کہ ان کا کوئی خالق ہو اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

دلائل شہیہ بھی بہت زیادہ ہیں جن میں سے ایک دعاؤں کی قبولیت ہے کہ بعض اوقات انسان اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتا ہے اور وہ چیز اسے فوراً عطا کر دی جاتی ہے، جو اس بات کا ثبوت ہے لوگوں کا کوئی رب ہے جو ان کی پکار سنتا ہے اور ان کا مطالبہ پورا کرتا ہے۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین سے پانی جاری فرمادیا۔ (۳) اسی طرح نبی کریم ﷺ سے ایک آدمی نے آکر دعا کی استفتاء کی درخواست کی، آپ ﷺ نے دعا کی تو ایک ہفتہ بارش ہوتی رہی اور پھر آپ کی دعا سے ہی بارش بند ہوئی۔ (۴)

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۳/۱۳۱۶)]

(۲) [بخاری (۴۷۷۵)] کتاب تفسیر القرآن: باب لا تبدل الخلق الله، مسلم (۲۶۵۸) کتاب القدر: باب

معنی کل مولود یولد علی الفطرة]

(۳) [القمر: ۱۰]

(۴) [حسن: ہدایۃ الرواة (۱۴۵۳)، (۱۴۷/۲) ابو داود (۱۱۷۲) کتاب الصلاة: باب رفع الیدین فی

الاستفتاء، مستدرک حاکم (۳/۲۸۱/۱)]

اللہ کی ربوبیت پر ایمان

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان سے مراد پختہ طور پر یہ اعتقاد اور اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہر چیز کا خالق و مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہی ساری کائنات کا نظام (جیسے ہواؤں کا آنا، بادلوں کا چھا جانا، بارش برسنے، مرنے، جینا، سیلابوں اور طوفانوں کا آنا، دن رات اور موسموں کی تبدیلی وغیرہ) چلا رہا ہے، وہی بندوں کا خالق، رازق، انہیں زندگی بخشنے والا اور موت سے ہٹکار کرنے والا ہے اور اس کے حکم کو کوئی پھیرنے والا نہیں۔ مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے تمام افعال میں اسے یکتا ماننا ربوبیت الہی پر ایمان ہے اور یہ ایمان واجب ہے۔ جیسا کہ بہت سے دلائل اس کا واضح ثبوت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الفاتحہ: ۱] ”سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔“

اور ارشاد فرمایا ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ [الأعراف: ۵۴] ”خبردار اسی کے لیے خلق اور امر ہے، اللہ بابرکت ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔“

اور فرمایا ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ [البقرة: ۲۹۰] ”وہی ذات ہے جس نے زمین میں منوجو ساری اشیاء تمہارے لیے پیدا کیں۔“

ایک اور جگہ فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾ [الذاریات: ۵۸] ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی سب کو رزق دینے والا، قوت والا اور زور آور ہے۔“

عقیدے کی یہ قسم ایسی ہے کہ مشرکین مکہ اور دیگر اویان والے بھی اکثر لوگ اس کے معترف رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ﴾ [الزحرف: ۸۷] ”اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔“ تاہم کچھ ایسے بد بخت بھی گزرے ہیں جو یقیناً انسان ہونے کے باوجود جانوروں سے بھی بدتر تھے اور انہوں نے اس توحید کا انکار کیا حتیٰ کہ اپنے آپ کو ہی رب قرار دے دیا جیسا کہ فرعون نے کہا تھا ﴿أَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلىٰ﴾ [النازعات: ۲۴] ”میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔“ اللہ تعالیٰ نے اسے دریا میں غرق کر دیا اور بتایا میت لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔

اللہ کی الوہیت پر ایمان

اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان سے مراد پختہ طور پر یہ اعتقاد ہے کہ برحق معبود صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کے

علاوہ ہر معبود باطل ہے اور عبادت کی ظاہری و باطنی ہر قسم (مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، دعا، استغاثت، نذر، ذبح، توکل، خوف، امید اور محبت وغیرہ) صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے، عبادت کی کسی قسم میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ [الفاتحة: ۵]

”(اے اللہ!) ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔“
اور فرمایا ﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ [الحومنون: ۱۶۷] ”اور جو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے اس کے پاس اس کی کوئی دلیل موجود نہیں، بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، یقیناً کافر لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔“

الوہیت کا عقیدہ ہی وہ عقیدہ ہے جس کی دعوت لے کر تمام پیغمبر مبعوث ہوئے، یہی دین کی ابتدا و انتہا اور پیغمبروں کی پہلی اور آخری دعوت ہے۔ اسی کے لیے کتابیں نازل کی گئیں، جہادی کمواریں سونپی گئیں اور مومنوں اور کافروں کے درمیان فرق کیا گیا۔ کلمہ لا الہ الا اللہ سے بھی یہی عقیدہ مراد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ [الانبیاء: ۲۵] ”(اے پیغمبر!) آپ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں لہذا تم میری ہی عبادت کرو۔“
جب یہ بات طے ہے کہ خالق، رازق، مالک، مدبر الامور، زندہ کرنے والا، مارنے والا اور تمام صفات کمال سے متصف اللہ تعالیٰ ہی ہے تو وہی سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات: ۵۶] ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔“ درحقیقت توحید الوہیت توحید ربوبیت کا ہی تقاضا ہے کہ جو سب کچھ کرنے والا ہے عبادت بھی اسی کی ہونی چاہیے۔ مشرکین مکہ کو اسی وجہ سے مشرک اور مسلمانوں کے دشمن قرار دیا گیا کیونکہ وہ ایک اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے بہت سے معبود بنا رکھے تھے۔ ورنہ توحید ربوبیت کے تو وہ بھی قائل تھے جیسا کہ اس کی دلیل پیچھے ذکر کی جا چکی ہے۔

بہر حال اہل السنۃ والجماعہ اور ائمہ سلف کا عقیدہ یہ ہے کہ توحید الوہیت کی بنیاد دو چیزیں ہیں:

① ایک یہ کہ عبادت کی تمام انواع و اقسام کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی خاص کیا جائے، خالق کے حقوق میں سے مخلوق کو کچھ بھی نہ دیا جائے۔ لہذا غیر اللہ کے لیے نہ نماز پڑھی جائے، نہ سجدہ کیا جائے، نہ نذر مانی جائے اور نہ توکل وغیرہ کیا جائے کیونکہ توحید الوہیت کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت کی ہر قسم کو صرف اللہ کے ساتھ ہی مختص کیا جائے۔ اور عبادت یا تو دل اور زبان کا قول ہوتا ہے اور یا دل اور اعضاء کا عمل ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ

ہے کہ ﴿قُلْ إِنْ صَلَّيْتُ وَنُسَكِيْتُ وَمَخَّيْتُ وَمَمَّيْتُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ [الانعام: ۱۶۲-۱۶۳] ”(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا صرف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا قطع ہونے والا ہوں۔“ اور فرمایا ﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ [الزمر: ۳] ”خبردار! دین خالص اللہ ہی کے لیے ہے۔“

② توحید الوہیت کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ عبادت اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق ہو۔ کیونکہ ”لا الہ الا اللہ“ کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت اور خشوع و خضوع کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کو خاص کیا جائے اور ”محمد رسول اللہ“ کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت کا جو طریقہ رسول اللہ ﷺ نے سکھایا ہے اسی کے مطابق عبادت کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان ”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں وہ مردوہ ہے۔“ (۱) کا یہی مفہوم ہے۔

اللہ کے اسماء و صفات پر ایمان

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات پر ایمان سے مراد یہ پختہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام اور بلند صفات ہیں، وہ تمام صفات کمال سے متصف ہے، تمام صفات نقص سے پاک ہے اور اپنی تمام صفات میں منفرد اور ساری کائنات سے یکساں جدا ہے۔ اہل الذوالجماعہ کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود جو اپنے اسماء و صفات بیان کیے ہیں اور جو اللہ کے رسول نے بیان کیے ہیں ان پر من و عن ایمان لانا واجب ہے، ان میں کسی قسم کے الحاد (۲) سے کام نہ لیا جائے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے لیے بغیر مثل (۳)، تکلیف (۴)، تعطل (۵) اور تحریف (۶) کے ثابت کیا جائے۔ اس سلسلے میں ان کے ہاں اصول اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین ہیں ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوری: ۱۱] ”اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سنے والا دیکھنے والا ہے۔“ ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الأعراف: ۱۸۰] ”اور اللہ کے لیے اچھے اچھے نام ہیں تم اسے ان کے ساتھ پکارو اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں، عنقریب انہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے۔“

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۶۳۹۸)]

(۲) [الحاد حق سے انحراف کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی بھی طریقے سے ہو۔]

(۳) [کسی چیز کو کسی چیز کا مثل ثابت کرنا، جو کسی بھی وجہ سے اس کے مشابہ ہو۔]

(۴) [جس نسبت و کیفیت پر صفات ہوتی ہیں اس کا بیان۔]

(۵) [صفات کا انکار کرنا یا کچھ کائناتوں کا انکار کرنا۔]

(۶) [نقص کو عقلی یا معنوی طور پر تبدیل کر دینا اور اسے ظاہری معنی سے ایسے معنی کی طرف پھیر دینا جس پر لفظ دلالت نہیں کرتا۔]

اسمہ سلف کا عقیدہ:

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے بارے میں سلف صالحین کا عقیدہ بالا اختصار آئندہ سطور میں پیش خدمت ہے۔
 اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت متعین کرنا درست نہیں کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کی کیفیت بیان نہیں فرمائی۔ ان کی کیفیت سب سے زیادہ جاننے والا خود اللہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿قُلْ أَنتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللَّهُ﴾ [البقرة: ۱۴۰] ”آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ۔“
 اور فرمایا ﴿فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ۷۴] ”اللہ کے لیے مثالیں مت بیان کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اللہ تعالیٰ کے بعد اللہ کے متعلق سب سے زیادہ جاننے والے رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
 ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ [النجم: ۳-۴]
 ”وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے، وہ تو وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔“

اللہ تعالیٰ ہی پہلا ہے اس سے پہلے کوئی چیز نہیں، آخری ہے اس کے بعد کوئی چیز نہیں، ظاہر ہے اس کے اوپر کوئی چیز نہیں، باطن ہے اس کے پیچھے کوئی چیز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
 ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [الحديد: ۳]
 ”وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہر چیز کا خالق و رازق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
 ﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَ هُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ [الملک: ۱۴]
 ”کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے (بلکہ) وہی باریک بین اور باخبر ہے۔“

اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے مگر وہ ساتویں زمین کے نیچے کی ہر چیز سے بھی باخبر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾ [طہ: ۵] ”رحمن عرش پر مستوی ہے۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَنَا أَمِينٌ مِّنْ فِي السَّمَاءِ﴾ ”میں اس کا امین ہوں جو آسمان میں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ)۔“ (۱)

اللہ تعالیٰ کا عرش اور کرسی برحق ہے، عرش اور کرسی کی وسعت کا اندازہ صرف اسی کو ہے، اللہ عرش اور کرسی سے مستغنی ہے، وہ عرش پر اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی حکمت کی وجہ سے مستوی ہے جسے صرف وہی جانتا

ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَمِعَ كُرْسِيِّهِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾
[البقرة: ۲۵۵] ”اس کی کرسی کی وسعت نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے، وہ ان کی حفاظت سے تھکا نہیں، وہ تو بہت بلند اور بڑا ہے۔“

ﷺ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا، اللہ کے دونوں ہاتھ دابنے ہیں، فراخ ہیں اور وہ جیسے چاہے خرچ کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِيدَيَّ﴾ [ص: ۷۵]

”مجھے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔“
اور فرمایا ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ بَدَأَ اللَّهُ مَغْلُوبَةً عَلَيْهِمْ وَارْتَبُوا بِمَا جَاءُوا﴾ [البقرة: ۸۵] ”اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، (درحقیقت) انہی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور انہوں نے جو کہا اس کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، اللہ کے ہاتھ تو فراخ ہیں وہ جیسے چاہے خرچ کرتا ہے۔“

ﷺ اللہ تعالیٰ سنتا ہے، دیکھتا ہے، علم رکھتا ہے، قدرت رکھتا ہے، قوت والا ہے، عزت والا ہے، کلام کرتا ہے، زندہ

ہے، اس کا قدم ہے، پڑتی ہے اور ہاتھ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی یہ صفات بیان فرمائی ہیں۔ (۱)

ﷺ روز قیامت مومنین اپنے رب کا دیدار کریں گے اور اس سے ہم کلام ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۖ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ [القيامة: ۲۲-۲۳]

”اس روز کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔“

اور فرمایا نبوی ہے کہ ﴿إِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ﴾

”یقیناً تم اپنے رب کو اس طرح (بآسانی) دیکھو گے جیسے چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔“ (۲)

ﷺ اللہ تعالیٰ ہر روز رات کے آخری حصے میں آسمان دنیا پر اترتے ہیں جیسے اللہ کی شان اور عظمت کے لائق ہے

اور بندوں کو پکارتے ہیں کہ کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کر لوں۔ (۳)

(۱) [دیکھئے: طہ: ۴۶۔ التحریم: ۲۔ النساء: ۱۶۴۔ الرحمن: ۲۷۔ المائدة: ۱۱۹، ۱۲۰۔ الزمر: ۵۵۔

الغلم: ۴۲۔ آل عمران: ۲۔ الممتحنة: ۱۳]

(۲) [بخاری (۷۴۳۷) کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالیٰ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ]

(۳) [بخاری (۱۱۴۵) کتاب الجمعة: باب الدعاء فی الصلاة من آخر الليل۔ مسلم (۷۴۸) ترمذی (۴۴۶)

ابو داؤد (۱۳۱۵) ابن ماجہ (۱۳۶۶) مسند احمد (۷۱۹۶) منوطا (۴۴۷) دارقطنی (۱۴۴۲)]

✽ روز قیامت اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لیے تشریف لائیں گے جیسے اللہ کی شان کے لائق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ تَكَلَّمَا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دُكًّا دُكًّا ۝ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴾ [الفجر: ۲۱-۲۲]
 ”یقیناً جس دن زمین کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائے گی۔ اور تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے (بھی) مصفین بنائے۔“

□ واضح رہے کہ مذکورہ تمام صفات (جن کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے) کے بارے میں ائمہ سلف کا ایمان کامل ہے اور وہ انہیں من و عن تسلیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ امام زہریؒ نے فرمایا کہ ”رسالت اللہ کی طرف ہے، رسول کی ذمہ داری ہے پیغام پہنچا دینا اور ہم پر لازم ہے اسے تسلیم کر لیتا۔“ (۱) امام مالکؒ نے فرمایا کہ ”وہ لوگ اہل بدعت ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے بارے میں کلام کرتے ہیں اور اس طرح خاموش نہیں رہتے جیسے صحابہ و تابعین خاموش رہا کرتے تھے۔“ (۲) امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ”کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی ذات کے بارے میں کچھ بھی بولے بلکہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انہی صفات کے ساتھ متصف کیا جائے جو اس نے خود اپنے لیے بیان کی ہیں۔“ (۳) حافظ نعیم بن حمادؒ نے فرمایا کہ ”جس نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی اس نے کفر کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا انکار کیا جو اس نے خود اپنے لیے بیان کی ہے اس نے بھی کفر کیا۔“ (۴)

□ ایمان باللہ اور عقیدہ توحید کی تفصیل کے لیے ہماری آئندہ کتاب ”توحید کی کتاب“ ملاحظہ فرمائیے۔



(۱) [سیر أعلام النبلاء للإمام ذهبی (۳۷۷/۵)]

(۲) [شرح السنة للبیہقی (۲۱۷/۱)]

(۳) [عقیدۃ السلف أصحاب الحديث للإمام الضایونی (ص: ۴۲)]

(۴) [شرح أصول اعتقاد أهل السنة (۵۸۷/۴)]

فصل دوم:

فرشتوں پر ایمان

فرشتوں کا تعارف

بسم اللہ تعالیٰ کی ایک نورانی مخلوق ہیں، جو مختلف صور میں بدلتے پر قادر ہیں، بڑی قوت واپلے ہیں، نقل و حرکت کی بڑی طاقت رکھتے ہیں، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ملے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی عبادت اور اپنے احکام کی بجا آوری کے لیے منتخب کر رکھا ہے، وہ اللہ کے حکم کی مافرمانی نہیں کرتے بلکہ صرف وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے فوز سے پیدا فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَخْلُوقَاتُ الْمَلَائِكَةِ مِنْ نُورٍ﴾ (فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے) (۱) ان کی پیدائش کب ہوئی؟ ان کے حلقہ امتداد قرآن کریم میں مذکور ہے کہ تخلیق آدم سے پہلے وہ موجود تھے لیکن وہ کتنا عرصہ پہلے پیدا کیے گئے اس بارے میں کوئی صحیح و واضح دلیل موجود نہیں۔ فرشتوں کو ان کی اصلی شکلوں میں انبیاء کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا البتہ اگر وہ انسانی شکل میں آئیں تو انہیں ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔ فرشتے مکرر ہیں یا موت اس کے متعلق کوئی صراحت موجود نہیں البتہ ان کے موت ہونے کی قرآن نے تردید کی ہے۔ فرشتوں کو نہ کھانے پینے کی حاجت ہے اور نہ شادی بیاہ کی اور نہ ہی ان کی کوئی اولاد ہے، وہ نہ جھکتے ہیں نہ بیمار ہوتے ہیں نہ آرام کرتے ہیں نہ سوتے ہیں اور وہ اپنی تخلیق کے روزِ اول سے زندہ ہیں اور تا قیامت زندہ ہی رہیں گے۔

فرشتوں کی صفات

کتاب و سنت میں فرشتوں کی مختلف صفات بیان کی گئی ہیں، چند حسبِ ذیل ہیں۔
 ﴿فَرِشَتٌ خَفِیٌّ وَخَفِیٌّ خَفِیٌّ﴾ (فرشتے خفی اور مضبوط ہیں)۔
 ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ عِلَاطٌ حَمْدًا﴾ (التحریم: ۱)۔ اس (یعنی جنم) پر خفت دل اور مضبوط فرشتے مقرر ہیں۔

جبریل علیہ السلام کا وصف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ﴿ذُو قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ﴾

(۱) [مسلم (۲۹۹۶) کتاب الزہد والرفاق: باب فی احادیث متفرقة، السنن الکبریٰ للبیہقی (۳/۹) مصنف عند النہای (۲۵۰/۱۱) شعب الایمان للبیہقی (۱۵۵/۱) ابن حبان (۲۶۶) مسند عبد بن حمید (۲۸۲) مسند احمد (۲۵۹۳۸) (۱۱۱۵) مسند احمد (۲۵۹۳۸)]

[التکویر: ۲۰] ”جو قوت والا ہے، عرش والے (اللہ) کے نزدیک بلند مرتبہ ہے۔“

❊ فرشتے بڑے بڑے جسموں والے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں) فرمایا ”میں نے انہیں ان کی اصلی صورت میں دیکھا دیکھا ہے۔ میں نے انہیں آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا تو ان کا جسم آسمان سے زمین تک وسیع تھا۔ (۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا تو ان کے چہ سوہرے تھے، ہر پہ آفتی کو گھیرے ہوئے تھا اور ان کے پروں سے مختلف رنگ اور قیمتی موتی گر رہے تھے۔ (۲)

اللہ کا عرش اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک کی صورت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے کان کی لو سے کندھے تک کا فاصلہ اتنا طویل ہے جتنی سات سو سال کی مسافت ہوتی ہے۔ (۳)

❊ تمام فرشتے جسامت میں یکساں نہیں بلکہ مختلف ہیں، کچھ کے دو پر ہیں اور کچھ کے تین، کچھ کے چار اور کچھ کے چھ سو پر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ قَاطِبَرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولَى أَجْنَحَةٍ مِّنْى وَذُلَّاتٍ وَرُبَاعَ يُوْنِدُ فِى الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ﴾ [الفاطر: ۱]

”اللہ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں جو (ابتداءً) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور دو، تین، چار چار پرروں والے فرشتوں کو اپنا قاصد بنانے والا ہے۔ تخلیق میں وہ جو کچھ چاہتا ہے زیادتی کرتا ہے۔“

❊ فرشتے خوبصورت ہیں (مگر بعض اوقات اللہ تعالیٰ انہیں انتہائی ڈراؤنی شکلیں بھی عطا کر دیتے ہیں جیسے ان فرشتوں کو جو کافر کی روح قبض کرنے کے لیے آتے ہیں (۴)۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ﴿ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى﴾ [النجم: ۶]

(۱) [مسلم (۱۷۷) کتاب الایمان: باب معنی قوله تعالى ولقد آتاه بالافق المبين، بخاری (۳۲۳۲) کتاب بدء الخلق: باب اذا قال احدكم آمین]

(۲) [مسند احمد (۳۹۵/۱)، (۲۹۴/۶) امام ابن کثیر نے اس کی سند کو حیدر کہا ہے۔ [البداية والنهاية (۴۷/۱)]

(۳) [صحيح: صحيح ابو داود، ابو داود (۴۷۲۷) کتاب السنة: باب فى الجمجمة]

(۴) [حسن: الترغيب والترهيب لمحي الدين ديب مستو (۵۲۲۱) مسند احمد (۲۸۷/۴) امام شافعی فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۵۰/۱۳)] حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔

[كما فى الترغيب والترهيب تحت الحديث (۵۲۲۱)]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ ”ذو برۃ“ کا معنی ہے خوبصورت دکھائی دینے والا۔ قتادہؒ نے اس کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ طویل وحسین جسامت والا۔ (۱)

اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کا حسن و جمال دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لینے والی خواتین کا قول یوں نقل فرمایا ہے کہ ﴿حَاسِبْ لِّلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ مِّنْ رَّبِّكَ﴾ [یوسف: ۳۱] ”اللہ کی پناہ! یہ کوئی انسان نہیں بلکہ یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔“ بلاشبہ انہوں نے یہ بات اسی لیے کہی کیونکہ لوگوں میں یہ بات معروف تھی کہ فرشتے انجہانی خوبصورت ہوتے ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بلاشبہ جب مومن بندے کا دنیا سے رخصت ہونے اور آخرت کی طرف سفر کرنے کا وقت آتا ہے تو آسمان سے روشن چہروں والے فرشتے اس کی طرف اترتے ہیں گویا کہ ان کے چہرے سورج کی مانند چمکدار ہیں۔“ (۲)

✽ فرشتے معزز اور پاکباز ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ كُونُوا بِرَبِّكُمْ ذُرِّيَّةً﴾ [عبس: ۱۰-۱۶]

”اے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہے۔ جو معزز اور پاکباز (فرشتے) ہیں۔“

✽ فرشتے علم والے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى﴾ [النجم: ۵]

”اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے۔“

امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ کو یہ قرآن جبریلؑ نے سکھایا ہے۔ (۳) اس سے معلوم ہوا کہ

جبریلؑ تعلیم و تعلیم کے وصف کے ساتھ متصف ہیں۔

فرشتوں کی خصوصیات

فرشتوں کی کچھ ایسی صفات و خصوصیات ہیں جن میں وہ جنوں، انسانوں اور دیگر تمام مخلوقات سے ممتاز ہیں۔ چند ایک کا ذکر پیش خدمت ہے:

✽ فرشتوں کی رہائش گاہیں آسمانوں میں ہیں، وہ مخلوق میں حکم الہی کی تنفیذ کے لیے اترتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۴/۴۷۷)]

(۲) [حسن: الترغیب والترہیب لمحبی الدین دہب مستو (۵۲۲۱) مسند احمد (۲۸۷/۴)]

(۳) [تفسیر طبری (۴۹۸/۲۲)]

﴿وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ خَافِئِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ [الزمر: ۷۵]
 ”اور تو فرشتوں کو اللہ کے عرش کے ارد گرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہوئے دیکھے گا۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿يَنزِلُ الْمَلَائِكَةُ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ [النحل: ۲]
 ”وہی فرشتوں کو اپنی وحی دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَيُخَيَّمُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَرْجِعُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمُ اللَّهُ - وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ - كَيْفَ تَرَكَتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ وَاتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ﴾

”رات اور دن میں فرشتوں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔ اور فجر اور عصر کی نمازوں میں (ڈیوٹی پر آنے والوں اور رخصت پانے والوں کا) اجتماع ہوتا ہے۔ پھر چہارے پاس رہنے والے فرشتے جب اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ اپنے بندوں کے بارے میں جانتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس گئے تب بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔“ (۱)

✽ فرشتے مؤمن نہیں اور نہ ہی کتاب و سنت میں کہیں انہیں مذکر کہا گیا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَّا لَا أَشْهَدُوا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ﴾ [الحزف: ۱۹]
 ”اور انہوں نے فرشتوں کو جو رحمن کے بندے ہیں مؤمن قرار دے لیا ہے، کیا ان کی پیدائش کے موقع پر یہ موجود تھے؟ ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے (اس چیز کی) باز پرس کی جائے گی۔“

ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ

﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيَسْمَعُونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْآثِنِ﴾ [النجم: ۲۷]

”بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کا مؤنث نام رکھتے ہیں۔“

(۱) [بخاری (۵۵۵) کتاب مواقیب الصلاة: باب فضل صلاة العصر، السنن الكبرى للبيهقي (۴۶۵/۱)]

السنن الكبرى للنسائي (۴۱۹/۴) شعب الإيمان للبيهقي (۲۷۰۸) أبو عوانة (۸۷۰) أبو يعلى (۶۲۰۰)

ابن حبان (۱۲۶۷) موطأ (۴۱۶)]

معلوم ہوا کہ فرشتے مومن نہیں اور نہ ہی انہیں کسی مقام پر مذکر کہا گیا ہے بلکہ انہیں صرف عبادۃ الرحمن کہا گیا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا پہلی آیت میں ہے اس لیے انہیں عبادۃ الرحمن ہی کہنا چاہیے۔

❊ فرشتے اللہ کے کسی حکم کی بھی نافرمانی نہیں کرتے اور نہ ہی ان سے کوئی گناہ صادر ہوتا ہے بلکہ ان کی طبیعت و فطرت میں ہی اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری رکھ دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ [التحریم: ۶]

”وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔“

ایک دوسرا ارشاد یوں ہے کہ ﴿لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ﴾ [الانبیاء: ۲۷]

”(فرشتے) کسی بات میں بھی اللہ پر پیش دستی نہیں کرتے بلکہ اس کے حکم پر کاربند ہیں۔“

❊ فرشتے اللہ کی عبادت سے نہ جھکتے ہیں اور نہ ہی اکتاتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ۝ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ﴾ [الانبیاء: ۱۹-۲۰]

”اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ جھکتے ہیں۔ وہ دن رات تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿فَإِنْ أَسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ﴾ [فصلت: ۳۸]

”اگر یہ تکبر کریں تو میرے رب کے پاس جو (فرشتے) ہیں وہ اس کی شب و روز تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہ اکتاتے نہیں۔“

فرشتوں پر ایمان کا مفہوم

فرشتوں پر ایمان سے مراد ان کے وجود پر پختہ اعتقاد ہے^(۱) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے، ان کی مختلف ڈیوٹیاں لگا رکھی ہیں، وہ انہیں ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حکم کی کامل اطاعت اور اس کی تحفید کی پوری قوت عطا کر رکھی ہے۔ اسی طرح کتاب و سنت میں جن فرشتوں کے ناموں کا ذکر ہے اور ان کی جن صفات و اعمال کا ذکر ہے ان پر پختہ یقین رکھنا۔^(۲)

(۱) [سیرۃ احمد خان] [تفسیر القرآن (۴۲/۱)] اور غلام احمد رید [آئینہ پرویزیت (ص: ۸۷۸)] از مولانا عید الرحمن کیلائی نے فرشتوں کے خارجی وجود کا انکار کیا ہے۔ بلاشبہ ان کا یہ نظریہ باطل ہے یہی وجہ ہے کہ امت نے ان کے اس موقف کو قبول نہیں کیا۔

(۲) [رسالۃ فی أسس العقیدۃ (ص: ۷۳)] ایمان حقیقتہ، عوارضہ، توافضہ (ص: ۷۱)

فرشتوں پر ایمان چند امور پر مشتمل ہے جن سے واقف ہونا ہر مسلمان پر لازم ہے اور وہ یہ ہیں:

① فرشتوں کے وجود کا اقرار اور تصدیق جیسا کہ متعدد دلائل اس پر شاہد ہیں۔

② فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾ [المعین: ۳۱]

”اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“

واقعہ معراج والی حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو بیت المعمور کے متعلق بتایا کہ اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے (عبادت کے لیے) داخل ہوتے ہیں اور جب وہ اس سے نکل جاتے ہیں تو دوبارہ ان کی کبھی باری نہیں آتی۔ (۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اس روز جہنم کو لایا جائے گا تو اس کی ستر ہزار لگائیں ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔“ (۲)

③ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرشتوں کی عظیم قدر و منزلت اور بلند مقام کا اقرار کرنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ﴾ [الانبیاء: ۲۶] ”بلکہ (وہ تو) معزز عبادت گزار ہیں۔“ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ﴿كِرَامٌ بَرَزُوا﴾ [عبس: ۱۵-۱۶] یعنی معزز اور پاکیزہ کہہ کر پکارا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ وہ تو اپنے پروردگار کی تسبیحات بیان کرتے ہوئے جھکتے ہی نہیں۔ [نصرت: ۳۸] اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمیں اٹھائی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالصَّافَّاتِ صَفًّا ۝ فَالْزَّاجِرَاتِ زَجْرًا ۝ فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا﴾ [الصافات: ۱-۳]

”قسم ہے صف باعدہنے والے (فرشتوں) کی۔ بھر پوری طرح ڈانٹنے والوں کی۔ پھر ذکر الہی کی تلاوت کرنے والوں کی۔“

ایک دوسرے مقام پر یوں قسمیں اٹھائیں کہ

﴿وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا ۝ وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا ۝ وَالسَّابِحَاتِ مَبْحًا ۝ فَالْمُتَّبِعَاتِ مَطْلَبًا﴾ [النازعات: ۱-۵]

”ذوق کرتی سے کھینچنے والے (فرشتوں) کی قسم۔ بند کھول کر چھڑا دینے والوں کی قسم۔ اور تیرتے پھرنے

(۱) [بخاری (۳۲۰۷) کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائكة، مسلم (۱۶۶۴) ترمذی (۳۳۴۶) مسند احمد

(۷۸۵۰) نسائی (۴۴۷) ابن حبان (۴۸) ابن ابی شیبہ (۳۰۲۱۴) أبو عوانہ (۱۱۶/۱)

(۲) [مسلم (۲۸۴۲) کتاب الحنة وصفة نعيمها وأهلها: باب في شدة حر نار جهنم]

والوں کی قسم۔ پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں کی قسم۔ پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی قسم۔“
 ⑤ یہ اعتقاد کہ اللہ کے ہاں فضل و شرف میں فرشتوں کے مختلف درجات ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
 ﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ﴾ [الحج: ۷۵]
 ”فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔“

ایک دوسرا ارشاد یوں ہے کہ
 ﴿لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ﴾ [النساء: ۱۷۲]
 ”مسیح (ﷺ) کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی تکبر و انکار ہرگز ہو ہی نہیں سکتا اور نہ مقرب فرشتوں کو۔“
 معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغام پہنچانے کے لیے کچھ فرشتوں کو منتخب کر رکھا ہے اور کچھ فرشتے اللہ کے مقرب ہیں، جو ثبوت ہے کہ یہ دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح افضل فرشتے وہ ہیں جو مقرب ہیں اور عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور مقرب فرشتوں میں بھی تین فرشتے افضل ہیں جن کا ذکر نبی کریم ﷺ کی اس دعا میں ہوا ہے جسے آپ ﷺ صلاۃ اللیل کی ابتدا میں پڑھا کرتے تھے۔ وہ تین فرشتے جبرئیل، میکائیل اور اسرائیل علیہم السلام ہیں۔ (۱) ان تینوں میں سے افضل جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کو ان کے سپرد کر رکھا ہے اور اس عظیم ذمہ داری کی وجہ سے انہیں مشرف بنایا ہے اور قرآن کریم میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے جیسے کسی اور فرشتے کا نہیں کیا، ان کے لیے ایک نام ”روح“ استعمال فرمایا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الشعراء [آیت: ۹۳] اور سورۃ القدر [آیت: ۴] میں ہے اور سورۃ مریم [آیت: ۱۷] اور سورۃ النحل [آیت: ۲۰] میں تو لفظ روح کو اپنی طرف منسوب کر کے ذکر فرمایا ہے اور سورۃ تکویر [آیت: ۱۹-۲۱] میں انہیں رسول اور کریم کہہ کر پکارا ہے اور قوت اور بلند مرتبے والا کہا ہے اور فرمایا ہے کہ آسمانوں میں ان کی اطاعت کی جاتی ہے اور وہ وحی پر امین ہیں اور اچھے نظر آنے والے ہیں۔

⑤ فرشتوں سے دوستی رکھنا اور ان سے دشمنی سے بچنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ [التوبة: ۷۱] ”اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“ اس آیت میں فرشتے بھی شامل ہیں کیونکہ وہ بھی مومن ہیں اور اپنے رب کی اطاعت پر قائم ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق خود ہی خبر دی ہے کہ ”وہ اس کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔“ [التحريم: ۶] اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی اپنے رسول ﷺ اور مومن بندوں سے دوستی کا بھی ذکر کیا ہے۔ فرمایا:

(۱) [حسن: صحيح ابن ماجه، ابن ماجه (۱۳۵۷) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها: باب ما جاء في الذكاء إذا قام الرجل من الليل، مسند احمد (۱۰۶/۶) نسائي (۱۷۳/۳)]

﴿وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ﴾ [التحریم: ۴]

”اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یقیناً اللہ اس کا کارساز ہے اور جبرئیل ہیں اور نیک اہل ایمان اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں۔“
اور فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ لَنَحْنُ أَوْلَىٰ بِكُمُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلِيَ النَّبِيُّ فِيهَا الْحَبْرَةُ﴾ [فصلت: ۳۰-۳۱]
”جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ تمہاری دنیاوی زندگی میں بھی تم تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی رہیں گے۔“

اور ایک مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخَوِّجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾ [الاحزاب: ۴۳]
”وہی ہے جو تم پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور ان کے فرشتے (جہاں سے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں) تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جائے۔“

معلوم ہوا کہ مومنوں پر واجب ہے کہ فرشتوں سے دوستی رکھیں کیونکہ وہ بھی ان سے دوستی رکھتے ہیں، ان کی تائید و حمایت کرتے ہیں اور ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اور فرشتوں سے دشمنی رکھنے سے بچنا چاہیے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ﴾ [البقرة: ۹۸]
”جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور ان کے رسولوں اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہو، ایسے کافروں کا دشمن خود اللہ ہے۔“

معلوم ہوا کہ فرشتوں سے دشمنی اللہ سے دشمنی کا سبب ہے اور اللہ سے دشمنی موجب ہلاکت ہے اس لیے فرشتوں سے دشمنی رکھنے سے بچنا بہر صورت ضروری ہے۔

① یہ عقیدہ رکھنا کہ فرشتے محض اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق اور اس کے حکم کے پابند ہیں، وہ بذات خود تدبیر الامور کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس لیے ضروری ہے کہ عبادت کو اس اللہ کے لیے خالص کیا جائے جو ان کا اور دیگر تمام مخلوقات کا خالق ہے اور اس کی مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنایا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَوْلِيَاءَ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

[آل عمران: ۸۰] ”اور یہ نہیں (ہوسکتا) کہ وہ تمہیں فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالینے کا حکم کرے، کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد بھی تمہیں کفر کا حکم کرنے گا۔“ معلوم ہوا کہ نبیوں اور فرشتوں (یا کسی اور کو) رب والی صفات کا حامل باور کرنا کفر ہے۔ (۱)

⑤ کتاب و سنت میں بطور خاص جن فرشتوں کے نام ذکر ہوئے ہیں (جیسے جبریل، میکائیل، اسرافیل، مالک، ہاروت، ماروت، رضوان، منکر اور نکیر وغیرہ) یا جن کا کوئی وصف ذکر ہوا ہے (جیسے نگران و نگہبان وغیرہ) یا کوئی ذمہ داری ذکر ہوئی ہے (جیسے موت کا فرشتہ اور پہاڑوں کا فرشتہ وغیرہ) یا اجالا جن کی ذمہ داریوں کا ذکر ہے (جیسے عرش کو اٹھانے والے فرشتے، کرنا کاتبین اور بیت المعمور میں عبادت کے لیے آنے والے فرشتے وغیرہ) ان سب پر اسی طرح ایمان لانا واجب ہے جس طرح کتاب و سنت میں ان کا ذکر ہوا ہے۔

یہ تھے وہ امور جن کی معرفت اور ان پر اعتقاد فرشتوں پر ایمان کے حوالے سے ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

فرشتوں کی ذمہ داریاں

⑥ جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے پاس اپنا پیغام یعنی وحی پہنچانے کی ذمہ داری سونپ رکھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿تَنْزِيلُ إِلَهِ الْوَحْيِ الْأَمِينُ ۝ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ﴾

[الشعراء: ۱۹۳-۱۹۵] ”اے امانت دار فرشتہ (یعنی جبریل علیہ السلام) لے کر آیا ہے۔ آپ کے دل پر اترا ہے

کہ آپ آگاہ کر دینے والوں میں سے ہو جائیں۔ صاف عربی زبان میں ہے۔“

پچھلے یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ جبریل علیہ السلام تمام فرشتوں سے افضل ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے

کہ آپ باقی فرشتوں کے سردار ہیں جیسا کہ یہ ثابت ہے کہ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے نبی

کریم ﷺ کی نصرت فرمائی اور ان فرشتوں کی قیادت جبریل علیہ السلام ہی کر رہے تھے، یقیناً وہ ان کے سردار تھے

اسی لیے تو قیادت کر رہے تھے۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ قدر کی رات جبریل علیہ السلام کی معیت میں فرشتے

زمین پر اترتے ہیں، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جبریل علیہ السلام فرشتوں کے سردار ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصل شکل و صورت میں دیکھا تھا، باقی موقعوں پر وہ کسی آدمی

کی صورت میں ہی آتے رہے۔ ایک مرتبہ مشرقی افق کی جانب جیسا کہ ارشاد ہے کہ ﴿وَلَقَدْ رَآهُ بِآلَافِ

الْمُبِينِ﴾ [التکویر: ۲۳] ”اس نے اسے (یعنی جبریل علیہ السلام کو) آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھا بھی ہے۔“

اور دوسری مرتبہ معراج کی رات سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا۔ ارشاد ہے کہ ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۖ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ﴾ [النجم: ۱۳-۱۴] ”اسے ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔ سدرۃ المنتہی کے پاس۔“

۱۰. میکائیل علیہ السلام کو بارش برسانے اور نباتات وغیرہ اگانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ جیسا کہ ایک طویل روایت میں مذکور ہے کہ یہودی آپ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا ”جبرئیل (علیہ السلام) تو جہاد اور عذاب کا حکم لے کر اترتا ہے اس لیے یہ ہمارا دشمن ہے، ہاں اگر آپ میکائیل (علیہ السلام) کا نام لیتے جو رحمت، نباتات اور بارش لے کر آتا ہے تو پھر آپ کی بات قابل قبول تھی۔“ (۱)

میکائیل علیہ السلام بھی اللہ کے ہاں انتہائی معزز اور بلند مقام فرشتوں میں سے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ بطور خاص ان کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِجِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ﴾ [البقرة: ۹۸] ”جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہو، ایسے کافروں کا دشمن خود اللہ ہے۔“ اور حدیث شریف میں مذکور ایک دعا میں بھی ان کا خصوصی ذکر ملتا ہے جیسا کہ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِیْلَ وَ مِیْکَائِیْلَ وَ اِسْرَافِیْلَ﴾ ”اے اللہ! جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم السلام) کے رب۔“ (۲) اسی باعث اہل علم نے کہا ہے کہ مذکورہ تینوں فرشتے باقی تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔ جبکہ کچھ اہل علم نے ان تینوں کے ساتھ ایک چوتھے فرشتے کو بھی ملایا ہے جسے قرآن میں ملک الموت کہا گیا ہے، اس کا نام نہ تو قرآن میں مذکور ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں، البتہ بعض آثار میں اس کا نام عزرائیل بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ امام ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا ہے۔ (۳)

۱۱. اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ صور سے مراد بگن نما آلہ یا سیگ ہے جس میں اللہ کے حکم سے جب اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے تو قیامت برپا ہو جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ صور کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”ایک سیگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔“ (۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

(۱) [مسند احمد (۲۷۴/۱)]

(۲) [حسن: صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۱۳۵۷) کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا: باب ما جاء فی الدعاء اذا قام الرجل من اللیل، مسند احمد (۱۵۶/۶) نسائی (۱۷۳/۳)]

(۳) [البدایۃ والنہایۃ (۵۱/۱)]

(۴) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۳۸۶۳) ابوداؤد (۴۷۴۲) کتاب السنۃ: باب فی ذکر البعث والصور، مسند ترمذی (۲۴۳۰) کتاب صفۃ القیامۃ: باب ما جاء فی شأن الصور، مسند احمد (۱۶۲/۲) امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔]

فرمایا ﴿كَيْفَ أُنْعِمُ وَقَدْ أَلْقَيْتُمْ صَاحِبَ الْقُرْنِ الْقُرْنِ وَخَنَىٰ جِبْهَتَهُ وَأَصْفَىٰ سَمْعَهُ يَنْظُرُ مَتَىٰ يَوْمُهُ﴾
 ”میں کیسے نپے فکر ہو سکتا ہوں، صور والا فرشتہ صور کو اپنے منہ میں لیے ہوئے ہے، اس نے اپنی پیشانی کو جھکا رکھا
 ہے اور اپنا کان لگا کر منتظر ہے کہ کب اسے (اس میں پھونکنے کا) حکم دیا جاتا ہے۔“ (۱)

اسرائیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے صور میں تین چھوٹیں ماریں گے۔ ایک گھبراہٹ کی پھونک، دوسری بے ہوشی
 کی اور تیسری دوبارہ اٹھنے کی۔ گھبراہٹ کی پھونک کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے ﴿وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ
 فَتَفْجِعَ مِنَ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ﴾ [النمل: ۸۷] ”اور جس روز صور میں
 پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے گھبرا جائے گا مگر جسے اللہ چاہے (وہ نہیں گھبرائے گا)۔“ دوسری
 اور تیسری پھونک کا ذکر اس آیت میں ہے ﴿وَيُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَضَيِّقُ مِنَ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي
 الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ فِيهَا مُنْقَلَبُونَ﴾ [الزمر: ۶۸] ”اور صور میں
 پھونک دیا جائے گا تو آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور
 پھونکا جائے گا تو وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔“

⊙ روح قبض کرنے کی ذمہ داری ملک الموت علیہ السلام کو سونپی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ﴾ [السجدة: ۱۱]

”(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ تمہاری روحیں وہ موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔“

ملک الموت کے ساتھ کچھ دوسرے فرشتوں کو بھی مقرر کیا گیا ہے جو انسان کے عمل کے حساب سے آتے ہیں
 یعنی اگر نیک ہے تو اچھی شکل و صورت میں اور اگر بد ہے تو اچھالی میت ناک صورت میں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَلَّاهُ مَسْلُتًا وَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ﴾ [الانعام: ۶۱]

”حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو اس کی روح ہمارے پیچھے ہوئے فرشتے قبض کر لیتے ہیں
 اور وہ ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے۔“

حدیث میں ہے کہ ﴿إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَاقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ
 مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ يَبْخُشُ الْوُجُوهَ، كَأَنَّ وَجُوهَهُمُ الشَّمْسُ وَإِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِي
 انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَاقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ سُودُ الْوُجُوهِ مَعَهُمُ الْمَسُوحُ فَيُخْلِسُونَ مِنْهُ مَذْ
 الْبَصَرِ، ثُمَّ يَحْجِيءُ مَلَكَ الْمَوْتِ﴾ ”بلاشبہ جب مومن بندے کا دنیا سے رخصت ہونے اور آخرت کی

(۱) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۱۰۷۹) صحیح الترغیب والترہیب (۳۰۶۹) ترمذی (۳۲۴۳) کتاب

تفسیر الد: ۵: باب ومن سورة الزمر، مسند احمد (۷/۳)

طرف سفر کرنے کا وقت آتا ہے تو آسمان سے روشن چہروں والے فرشتے اس کی طرف اترتے ہیں گویا کہ ان کے چہرے سورج کی مانند چمکدار ہیں۔ اور جب کافر کا دنیا سے روانگی اور آخرت کی طرف کوچ کا وقت آتا ہے تو اس کی طرف سیاہ چہروں والے فرشتے اترتے ہیں۔ ان کے پاس (انتہائی بدبودار) ٹاٹ کا کفن ہوتا ہے۔ وہ اس کے قریب سے تاجہ نگاہ پھیل کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر موت کا فرشتہ آتا ہے۔“ (۱)

﴿۱﴾ ملک الجبال علیہ السلام (یعنی پہاڑوں کا فرشتہ) کو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی نگرانی سونپ رکھی ہے۔ اس فرشتے کا ذکر اس روایت میں ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے اہل طائف کو دعوت اسلام پیش کی مگر انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ

﴿فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظْلَمْتَنِي فَنَظَرْتُ، فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ، فَقَالَ إِنِّي أَنَا إِلَهُكَ فَاسْمِعْ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَتَارِدُوا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ اللَّهُ إِلَيْكَ "مَلَكًا الْجِبَالِ" لِيَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتُ فِيهِمْ، فَقَالَ إِنِّي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلِّمْ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَتَقَالَ: ذَالِكَ فِيمَا شِئْتُ، إِنِّي شِئْتُ أَنْ أَطِيقَ عَلَيْهِمُ الْأَعْشِيَّينَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا﴾

”میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کیسے ہوئے ہے اور میں نے دیکھا کہ اس میں جبریل علیہ السلام موجود ہیں، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا اور جو انہوں نے جواب دیا ہے وہ بھی سن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اسے حکم دے دیں۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، انہوں نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمد! پھر انہوں نے وہی بات کہی کہ آپ جو چاہیں (اس کا حکم فرمادیں) اگر آپ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑ ان پر لا کر ملا دوں (جن سے وہ چکنا چور ہو جائیں)؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے تو اس کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو کیلئے اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔“ (۲)

﴿۲﴾ ایک فرشتہ خواتین کے رمحوں (یعنی پیٹ کی وہ مخصوص جگہ جہاں بچے کو تخلیق کیا جاتا ہے) پر مقرر ہے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(۱) [حسن: الترغیب والترہیب لمحقى الدين ديب مستو (۵۲۲) مسند احمد (۲۸۷/۴) امام بخاری فرماتے ہیں

کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ افق ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن و صحیح کی ہے۔]

(۲) [بخاری (۳۲۳۱) کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائكة، مسلم (۱۷۹۵) کتاب الجہاد والسير: باب

ما تلقى النبي ﷺ من أذى المشركين والمنافقين]

﴿إِنَّ اللَّهَ وَكُلَّ الْمَلَكِ يَقُولُ يَا رَبِّ نُظْفِقُ يَا رَبِّ غُلْفَةً يَا رَبِّ مُضْغَةً، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْلُقَ خَلْقَهُ قَالَ: أَذْكَرٌ أَمْ أُنْثَى، فَخَبَّرَ أَمَّ سَعِيدَةً، فَمَا الرُّزْقُ وَالْأَجَلُ فَيَكْتُبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ﴾

”رحم مادر میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے۔ وہ کہتا ہے اے رب! اب یہ نطفہ ہے، اے رب! اب یہ جہا ہوا خون بن گیا ہے، اے رب! اب یہ گوشت کا ایک ٹکڑا بن گیا ہے۔ پھر جب خدا چاہتا ہے کہ اس کی خلقت پوری کرے تو وہ کہتا ہے کہ مذکر ہے یا مؤنث، بد بخت ہے یا نیک بخت، روزی کتنی مقدار ہے اور عمر کتنی ہے، پس ماں کے پیٹ میں ہی فرشتہ یہ تمام باتیں لکھ دیتا ہے۔“ (۱)

✽ کچھ فرشتوں کو اللہ کا عرش اٹھانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾ [غافر: ۷] ”عرش کے اٹھانے والے اور اس کے پاس کے (فرشتے) اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔“ اور ارشاد ہے کہ

﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ﴾ [الحاقة: ۱۷]

”اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔“

✽ کچھ فرشتوں کو جنت اور جہنم کے داروںے مقرر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاؤُوهَا فَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ﴾ [الزمر: ۷۲]

”اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ اپنے رب کی طرف روانہ کیے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آجائیں گے اور دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہاں کے گمران (فرشتے) ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو، تم خوش حال رہو، تم اس میں ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ۔“

اور فرمایا:

﴿وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاؤُوهَا فَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا﴾ [الزمر: ۷۱]

”کافروں کے غول کے غول جہنم کی طرف ہٹائے جائیں گے، جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس

(۱) زببخاری (۳۱۸) کتاب الحیض: باب قول اللہ عزوجل مخلقة و غیر مخلقة، مسلم (۲۶۴۶) کتاب القدر: باب کیفیة خلق الأدمی فی بطن امة و کتابہ رزقہ واجلہ]

کے دروازے ان کے لیے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگران (فرشتے) ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟“

قرآن کریم نے جہنم کے داروغوں کی تعداد انیس (19) بیان کی ہے۔ ارشاد ہے کہ ﴿عَلَيْهَا سَعَةُ عَشْرٍ ۝ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً﴾ [المعدنہ: ۳۰-۳۱] ”اس پر انیس (فرشتے مقرر) ہیں۔ ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتے رکھے ہیں اور ہم نے ان کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کی ہے۔“

جہنم کے ایک داروغے کا نام ”مالک“ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَنَادُوا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَّا تَكُونُونَ﴾ [الزحرف: ۷۷] ”اور (جہنمی) پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے، وہ (فرشتہ جواب میں) کہے گا کہ تمہیں تو (ہمیشہ اسی میں) رہنا ہے۔“

ایک حدیث میں ہے کہ جہنم کے اس داروغے کو جس کا نام مالک ہے نبی کریم ﷺ نے دیکھا ہے۔ فرمایا: ﴿رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَحْلَيْنِ أَتِيَانِي، قَالَ الَّذِي يُوقِدُ النَّارَ مَالِكُ خَازِنُ النَّارِ وَأَنَا جَبْرِئِيلُ وَهَذَا مِيكَائِيلُ﴾ ”میں نے آج رات (خواب میں) دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے ہیں۔ ان دونوں نے مجھے بتایا کہ وہ جو آگ جلا رہا ہے، وہ جہنم کا داروغہ مالک نامی فرشتہ ہے۔ میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔“ (۱)

کچھ فرشتے بیت المعمور (۲) کی زیارت کرنے والے ہیں۔ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس میں داخل ہوتے ہیں اور پھر دوبارہ کبھی ان کی باری نہیں آتی۔ رسول اللہ ﷺ نے معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ پھر میرے سامنے بیت المعمور لایا گیا تو میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا یہ بیت المعمور ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جب وہ اس سے نکل جاتے ہیں تو پھر دوبارہ اس میں کبھی نہیں لوٹتے۔ (۳)

کچھ فرشتے زمین میں چلتے پھرتے رہتے ہیں اور مجالس ذکر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

- (۱) [بخاری (۲۲۳۶) کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائکہ]
- (۲) [بیت المعمور خانہ کعبہ کے بالکل اوپر ساتویں آسمان پر فرشتوں کی عبادت گاہ کا نام ہے۔] [دیکھئے: فتح الباری (۴/۹۳۹)]
- (۳) [بخاری (۳۲۰۷) کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائکہ، مسلم (۱۶۴) کتاب الایمان: باب الاسراء برسول اللہ الی السموات وقرئ الصلوات، ترمذی (۲۳۴۶) مسند احمد (۷۸۵۰) نسائی (۴۴۷)]

﴿إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً يُطَوِّفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَنَادَوْا اهْلِكُوا إِلَيْنَا حَاجَتُكُمْ قَالَ فَيَحْضَرُونَهُمْ بِأَجْنَحِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا.....﴾

”اللہ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو راستوں میں پھرتے رہتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پھر جہاں وہ کچھ ایسے لوگوں کو پالیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ آؤ ہمارا مطلب حاصل ہو گیا۔ پھر وہ پہلے آسمان تک اپنے ہندوں سے ان پر امنڈتے رہتے ہیں۔“ (۱)

اور یہ بھی ثابت ہے کہ یہ فرشتے نبی کریم ﷺ کو امت کی طرف سے بھیجا ہوا اسلام پہنچاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُتْلِفُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ﴾
 ”یقیناً اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں وہ مجھے میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔“ (۲)

❊ دوفرشتے مخلوق کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں، انہیں کراما کا تین کہا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
 ﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ﴾ [الانفطار: ۱۰-۱۲]
 ”یقیناً تم پر نگہبان عزت والے، لکھنے والے مقرر ہیں، تم جو کچھ کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔“
 ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿إِذْ يَتَلَفَّى الْمُتَلَفِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشَّمَائِلِ قَعِيدٌ ۝ مَا يُلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ [ق: ۱۷-۱۸]
 ”جس وقت دو لینے والے جا لیتے ہیں، ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔ (انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔“

مجاہد نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ایک فرشتہ انسان کے دائیں جانب اور دوسرا اس کے بائیں جانب بیٹھا ہوا ہے، دائیں جانب والا نیکی لکھتا ہے اور بائیں جانب والا بدی لکھتا ہے۔ (۳)

❊ دوفرشتوں کی ذمہ داری قبر میں لوگوں سے سوال کرنے کی ہے، انہیں منکر اور نکیر کہا گیا ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [بخاری (۶۴۰۸) کتاب الدعوات: باب فضل ذکر اللہ عزوجل، مسلم (۲۶۸۹) کتاب الذکر والدعاء

والتوبة والاستغفار: باب فضل مجالس الذکر]

(۲) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۱۷۴) نسائی (۲۸۲) کتاب السہو: باب السلام علی النبی ﷺ]

(۳) [تفسیر طبری (۳۴۲/۲۲) تفسیر فتح القدیر (۲۹/۷)]

﴿يَأْتِيهِمْ مَلَكَانَ فَيَخْسَايَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللَّهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِي الْإِسْلَامُ، فَيَقُولَانِ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي يُبْعَثُ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللَّهِ.....﴾
 ”مومن آدمی کے پاس (قبر میں) دو فرشتے آتے ہیں۔ وہ اسے پوچھتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ اس سے دریافت کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ دریافت کرتے ہیں کہ کون شخص تھا جو تم میں بھیجا گیا؟ وہ جواب دیتا ہے وہ اللہ کے رسول ہیں۔“ (۱)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ﴿إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَوْ زَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا: الْمُنْكَرُ، وَ لِأُخْرَى: النَّكِيرُ﴾
 ”جب مردے کو قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے فرشتے آتے ہیں ان کی آنکھیں نیلگوں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔“ (۲)
 ﴿كَبُحْ فَرَشْتَيْ نَجْدٍ فِي مَجْدٍ﴾
 ”کچھ فرشتے نماز جمعہ میں شرکت کرنے والوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ فرمان نبوی ہے کہ

﴿إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ وَ الْمَثْلَ الْمُهَجَّرَ كَمَثَلِ الَّذِي يَهْدِي بَذَنَةً ثُمَّ كَالَّذِي يَهْدِي بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْأَمَامُ طَوَّأَ صُحُفَهُمْ وَ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ﴾

”جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاتے ہیں اور جو لوگ (جمعہ کے لیے مسجد) آتے ہیں ان کے نام یا تہتیب (اپنے رجسٹروں میں) لکھتے جاتے ہیں۔ جو پہلی گھڑی میں آتا ہے اس کے لیے اثنا ثواب ہے جتنا ایک اونٹ ذبح کرنے کا اور اس کے بعد (والی گھڑی میں) آنے والے کے لیے ایک گائے ذبح کرنے کا ثواب ہے، اس کے بعد والے کے لیے ایک بکرے (دو بے کی قربانی) کے برابر ثواب ہے، اس کے بعد آنے والے کے لیے ایک مرغی کے برابر اور اس کے بعد آنے والے کے لیے ایک اٹھارے کے برابر۔ اور جب امام آ جاتا ہے تو دو فرشتے اپنے رجسٹر بند کر کے وعظ سننا شروع کر دیتے ہیں۔“ (۳)

(۱) [صحیح: ہدایۃ الرواة (۱۱۶/۱) (۱۲۷) ابو داود (۴۷۵۳) کتاب السنۃ: باب فی المسائلۃ فی القبر و عذاب القبر، نسبی (۷۸۴)]

(۲) [حسن: ہدایۃ الرواة (۱۱۶/۱) صحیح ترمذی، ترمذی (۱۰۷۱) کتاب الجنائز: باب ما جاء فی عذاب القبر، بیروایت مسلم کی شرط پر ہے۔]

(۳) [بخاری (۹۲۹) کتاب الجمعة: باب الاستماع الی الخطبة یوم الجمعة، مسلم (۸۵۰) کتاب الجمعة: باب فضل تنہجیر یوم الجمعة]

یہ تھے وہ چند مشہور فرشتے جن کے ناموں اور ذمہ داریوں کا ذکر کتاب وسنت میں کیا گیا ہے، ان پر من و عن ایمان لانا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

فرشتے جن کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں ۱۔

- ✦ باجماعت نماز کا انتظار کرنے والوں کے لیے۔ (۱)
- ✦ اگلی صفوں میں نماز ادا کرنے والوں کے لیے۔ (۲)
- ✦ صف کے دائیں جانب کھڑے ہونے والوں کے لیے۔ (۳)
- ✦ صفوں میں ٹل کر کھڑے ہونے والوں کے لیے۔ (۴)
- ✦ نماز سے فارغ ہو کر جائے نماز پر ہی بیٹھ رہنے والوں کے لیے (حتیٰ کہ وہ اٹھ جائیں یا نہ بیٹھیں)
- ✦ ہو جائیں۔ (۵)
- ✦ لوگوں کو خیر و بھلائی کی تعلیم دینے والوں کے لیے۔ (۶)
- ✦ مریضوں کی عیادت کرنے والوں کے لیے۔ (۷)
- ✦ نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے والوں کے لیے۔ (۸)
- ✦ روزے کے لیے سحری کھانے والوں کے لیے۔ (۹)

فرشتے جن پر لعنت بھیجتے ہیں

- ✦ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تعلیمات کا کفر کرنے والوں پر۔ (۱۰)

- (۱) [بخاری (۶۴۷) کتاب الاذان : باب فضل صلاة الجماعة]
- (۲) [صحیح : صحیح ابو داود ، ابو داود (۶۶۴) کتاب الصلاة ، صحیح الترغیب (۴۹۲)]
- (۳) [حسن : صحیح ابو داود ، ابو داود (۶۷۶) کتاب الصلاة ، مشکاة المصابیح (۱۰۹۶)]
- (۴) [صحیح : صحیح ابن ماجہ ، ابن ماجہ (۹۹۵) کتاب اقامة الصلاة : باب اقامة الصفوف]
- (۵) [صحیح : صحیح ابو داود ، ابو داود (۴۷۱) کتاب الصلاة : باب فی فضل القعود فی المسجد ، صحیح الجامع الصغير (۱۰۶۵) صحیح الترغیب والترہیب (۴۴۲)]
- (۶) [صحیح : صحیح الجامع الصغير (۱۸۳۸) ترمذی (۲۶۸۵) صحیح الترغیب والترہیب (۸۱)]
- (۷) [صحیح : صحیح ترمذی (۷۷۵) کتاب الحناظر : باب ما جاء فی عيادة المريض ، الصحيحة (۱۳۶۷)]
- (۸) [حسن : صحیح ابن ماجہ ، ابن ماجہ (۹۰۷) کتاب اقامة الصلاة : باب الصلاة علی النبی ﷺ]
- (۹) [حسن : صحیح الجامع الصغير (۱۸۴۴) صحیح الترغیب والترہیب (۱۰۶۶) الصحيحة (۱۶۵۴)]
- (۱۰) [دیکھئے: سورة آل عمران : ۸۶ ، ۸۷ - سورة البقرة : ۱۶۱]

- ✦ بدعتی کو پناہ دینے والوں پر۔ (۱)
- ✦ عہد شکنی کرنے والوں پر۔ (۲)
- ✦ قوانین الہی کی تنفیذ میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں پر۔ (۳)
- ✦ اپنے بھائی کے خلاف اسلحہ اٹھانے والوں پر۔ (۴)
- ✦ صحابہ کرام کو گالیاں دینے والوں پر۔ (۵)
- ✦ اپنے حقیقی باپوں کو چھوڑ کر دوسروں سے نسب ملانے والوں پر۔ (۶)
- ✦ شوہروں کی نافرمانی کرنا پر۔ (۷)

فرشتے افضل ہیں یا انسان؟

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے جس موقف کو ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ انتہا کے اعتبار سے نیک انسان فرشتوں سے افضل ہیں یعنی جب نیک لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو فرشتے ان کی خدمت میں مصروف ہو جائیں گے۔ تاہم ابتدا کے اعتبار سے فرشتے افضل ہیں کیونکہ وہ ہر وقت اللہ کی عبادت و اطاعت میں مشغول ہیں اور ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہی نہیں جبکہ یہاں نیک انسانوں کی بھی ایسی حالت نہیں۔ (۸)



(۱) [بخاری (۱۸۷۰) کتاب فضائل المدینة: باب حرم المدینة، مسلم (۱۳۷۰) کتاب الحج: باب فضل

المدینة، ترمذی (۲۱۲۷) کتاب الولاء والبراء: باب ما جاء فیمن تولی غیر موالہ]

(۲) [ایضاً]

(۳) [صحیح: صحیح نسائی، نسائی (۴۷۹۰) کتاب القسامة: باب من قتل بحجر أو سوط]

(۴) [مسلم (۲۶۱۶) کتاب البر والصلة والآداب: باب النهی عن الاشارة بالسلاح الی مسلم]

(۵) [حسن: صحیح الجامع الصغیر (۶۲۸۵)]

(۶) [صحیح: صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۲۶۰۹) صحیح الجامع الصغیر (۶۱۰۴)]

(۷) [بخاری (۵۱۹۳) کتاب النکاح: باب ذابات المرأة مهاجرة فراش زوجها، مسلم (۱۴۳۶)]

(۸) [دیکھئے: مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۳۵۰، ۱۱)]

فصل سوم:

الہامی کتابوں پر ایمان

چونکہ تمام آسمانی کتابیں بذریعہ وحی نازل ہوئی ہیں اس لیے کتابوں کے تعارف اور ان پر ایمان کے حوالے سے گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ وحی کے مفہوم کو سمجھ لیا جائے، ملاحظہ فرمائیے۔

وحی کی لغوی توضیح

لغوی اعتبار سے خفیہ طور پر چل دی ہے کسی چیز کی اطلاع دینے کا نام وحی ہے۔ لفظ وحی اشارہ، کتابت، رسالت اور الہام وغیرہ کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور پردہ بات وحی ہے جو تم کسی دوسرے تک پہنچاؤ اور اسے اس کا علم ہو جائے۔ لفظی مفہوم کے اعتبار سے وحی نہ تو انبیاء کے ساتھ خاص ہے اور نہ ہی اس کا اللہ کی طرف سے ہونا ضروری ہے۔ لغوی معنی کے اعتبار سے وحی میں درج ذیل امور بھی شامل ہیں:

① انسان کی طرف نظری الہام جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ﴾ [القصص: ۷] ”اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اسے دودھ پلائی رہ۔“

② حیوانات کی طرف قدرتی الہام جیسے کہ شہد کی مکھی کی طرف وحی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنْ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا﴾ [النحل: ۶۸] ”اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں (درختوں پر) اپنے گھر بنا۔“

③ برسمیل رمز تیزی سے کیا جانے والا اشارہ جیسا کہ ذکر کیا علیہ السلام کے متعلق قرآن میں بیان ہوا ہے کہ ﴿فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا﴾ [مريم: ۱۱] ”(ذکر کیا علیہ السلام) اپنے حجرے میں سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور انہیں اشارہ کیا کہ تم صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرو۔“

④ شیطان کا اپنے دوستوں کے دلوں میں دوسرے ڈالنا اور برائی کو مزین کر کے پیش کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ﴾ [الانعام: ۱۲۱] ”اور یقیناً شیطان اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ یہ تم سے جدال (لڑائی جھگڑا) کریں۔“

⑤ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جو حکم دیتے ہیں تاکہ وہ اسے بجالائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَإِذْ يُوحَىٰ رَبُّكَ

إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَتَجِبُوا الَّذِينَ آمَنُوا ﴿الأنفال: ۱۲﴾ ”اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں، پس تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ۔“

وحی کی شرعی تعریف

شرعاً وحی سے مراد ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنے انبیاء کو شریعت یا کتاب کی کسی بات کی اطلاع دینا جو وہ ان تک پہنچانا چاہتا ہے خواہ یہ اطلاع بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ۔ (۱)

وحی کی اقسام

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكْلِمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بَأْذَنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيُّ حَكِيمٌ﴾ [الشورى: ۵۱]

”ناممکن ہے کہ کسی بندے سے اللہ تعالیٰ کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتہ کو بھیجے اور وہ اللہ کے حکم سے جو وہ چاہے وحی کرے، یقیناً وہ برتر ہے حکمت والا ہے۔“

اس آیت میں وحی کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں:

① ﴿إِلَّا وَحْيًا﴾

یعنی دل میں کسی بات کا ڈال دینا اس یقین کے ساتھ کہ یہ اللہ کی طرف سے ہی ہے۔ اس کی مثال نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

﴿إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُوعِي لَنْ تَمُوتَ نَفْسٌ حَتَّى تَسْكُمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَحْمِلُوا فِي الطَّلَبِ﴾

”بلاشبہ روح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونکی ہے کہ کوئی جان اس وقت تک ہرگز نہیں مرے گی جب تک اپنا رزق پورا حاصل نہ کر لے، اس لیے تم اللہ سے ڈرو اور (رزق) طلب کرنے کا اچھا طریقہ اختیار کرو۔“ (۲)

کچھ اہل علم نے انبیاء کے خوابوں کو بھی اسی قسم کے ساتھ ملایا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے خواب کے متعلق

(۱) [اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنة (ص: ۱۵۵)]

(۲) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۰۸۵) المسئلة الصحيحة (۲۸۶۶) موارد الظمان (۱۰۸۴)]

مستدرک حاکم (۴/۲) بغوی (۴۱۱۲)]

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) سے کہا ﴿يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ﴾ [الصافات: ۱۰۲] ”اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔“ اور نبی کریم ﷺ کے خوابوں کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ ﷺ پر وحی کا ابتدائی دور اچھے سچے خوابوں سے شروع ہوا ﴿فَكَانَ لَا يَرَىٰ رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ﴾ ”آپ ﷺ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صبح اور صبح ثابت ہوتا۔“ (۱)

① ﴿أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ﴾

یعنی بلا واسطہ پردے کے پیچھے سے کلام کرنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ فرمایا کہ ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾ [النساء: ۱۶۴] ”اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔“ اور ارشاد فرمایا کہ ﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ﴾ [الاعراف: ۱۴۳] ”اور جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام کیا۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کلام کیا۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ ﴿فَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ﴾ [البقرة: ۳۷] ”آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے۔“ اور معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کلام کیا جیسا کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔ (۲)

② ﴿أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بآيَاتِهِ مَا يَشَاءُ﴾

یعنی فرشتے کے ذریعے وحی بھیجنا۔ جیسا کہ جبریل علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل پر وحی بھیجی۔ قرآن سارے کا سارا اسی طریقہ وحی کے مطابق نازل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا، جبریل علیہ السلام نے اسے سنا اور پھر اسے محمد ﷺ تک پہنچا دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَإِنَّهُ لَنَزْلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ﴾ [الشعراء: ۱۹۲-۱۹۴] ”اور بلاشبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔ آپ کے دل پر اترا ہے تاکہ آپ آگاہ کر دینے والوں میں سے ہو جائیں۔“ اور فرمایا کہ ﴿قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ [النحل: ۱۰۲] ”کہہ دیجئے کہ اسے آپ کے رب کی طرف سے جبریل علیہ السلام حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں۔“

(۱) [بخاری (۳) کتاب الوحي: باب كيف كان بدء الوحي الى رسول الله ﷺ، مسلم (۱۶۰) کتاب

الايمان: باب بدء الوحي الى رسول الله ﷺ، عبد الرزاق (۹۷۱۹) أبو عوانة (۱۱۰/۱) طبائسي

(۱۴۲۷) ابن حبان (۳۳) مسند احمد (۲۶۰۱۸) بغوي (۳۷۳۵)

(۲) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (۱۲۷) نسائي (۴۴۸) كتاب الصلاة: باب فرض الصلاة، مشكاة

المصابيح (۵۸۶۳) السلسلة الصحيحة (۳۹۵۶)]

□ نبی کریم ﷺ تک وحی پہنچانے کے سلسلے میں جبریل علیہ السلام کے تین احوال تھے:

- 1- نبی کریم ﷺ انہیں ان کی اصلی صورت میں دیکھتے۔ ایسا دوسرے نبیوں پر نازل وحی کی ابتداء ہوئی اور معراج کی رات، جیسا کہ اس کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔
- 2- کبھی نبی کریم ﷺ کو گھنٹی کی آواز سنائی دیتی اور جب یہ آواز ختم ہوتی تو آپ ﷺ کو وہ بات یاد ہو گئی ہوتی تھی جو جبریل علیہ السلام نے کہی ہوتی تھی۔

- 3- جبریل علیہ السلام کسی آدمی کی صورت میں آپ ﷺ کے پاس تشریف لاتے اور اللہ کا پیغام آپ تک پہنچاتے (جیسا کہ اس سلسلے میں حدیث جبریل پیچھے ذکر کی جا چکی ہے)۔

مذکورہ بالا آخری دونوں حالتوں کے متعلق نبی کریم ﷺ نے یوں خبر دی ہے کہ ”وحی نازل ہوتے وقت کبھی مجھے گھنٹی کی سی آواز محسوس ہوتی ہے اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بہت شاق گزرتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل و دماغ پر (اس فرشتے) کے ذریعہ نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ بظہل انسان میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے۔ پس میں اس کا کہا ہوا یاد رکھ لیتا ہوں۔“ (۱)

لفظ کتب کی لغوی توضیح

کتب لغت میں کتاب کی جمع ہے جس کا معنی ہے ”وہ چیز جس میں لکھا گیا ہو۔“ اس کا مادہ کاف، تاء اور باء ہے جس کا معنی ”ملانا اور جمع کرنا“ ہے۔ کتاب کو کتاب اسی لیے کہتے ہیں کیونکہ اس میں مختلف قسم کی معلومات جمع کی جاتی ہیں، کاتب کو بھی کاتب اسی لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ حروف کو جمع کرتا ہے اور ایک حرف کو دوسرے کے ساتھ ملاتا ہے۔ (۲)

کتب کی شرعی تعریف

شرعاً کتابوں سے مراد وہ صحیفے اور کتابیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت و رہنمائی اور انہیں دنیا و آخرت کی سعادت عطا کرنے کے لیے اپنے پیغمبروں پر نازل فرمائیں۔ (۳)

الہامی کتب

الہامی کتب میں سے جن کا ذکر کتاب و سنت میں ملتا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) [بخاری (۲) کتاب الوحی: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، مسلم (۲۳۳۳) کتاب

الفضائل: باب عرف النبی فی الشہد وحین یأتیہ الوحی]

(۲) [دیکھئے: الايمان بالكتب (ص: ۲۰)]

(۳) [رسالة فی أسس العقيدة (ص: ۷۹) اصول الايمان فی ضوء الكتاب والسنة (ص: ۱۶۰)]

① توراۃ: یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے (عبرانی زبان میں) موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ [القصص: ۴۳] ”اور ان اگلے زمانہ والوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ایسی کتاب عنایت فرمائی جو لوگوں کے لیے دلیل اور ہدایت و رحمت ہو کر آئی تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کر لیں۔“ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث شفاعت میں ہے کہ لوگ شفاعت کے لیے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے جب وہ اپنی خطاب بیان کر کے معذرت کر لیں گے تو لوگ کہیں گے ﴿يَا اِبْرَاهِيْمُ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے عِنْدَ آتَاءِ السُّلَّةِ التَّوْرَةَ وَ تَحْلِيْمَهُ تَكْلِيْمًا ﴿”موسیٰ علیہ السلام کے پاس آؤ، ایسا بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی اور اس سے کلام فرمایا۔“﴾ (۱)

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر چند تحریر شدہ تختیوں کی صورت میں تورات نازل فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَكُتِبَ لَهُ فِي الْأَنْوَاجِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةٌ وَتَفْصِيْلٌ﴾ [الاعراف: ۱۴۵] ”اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل ان (یعنی موسیٰ علیہ السلام) کو لکھ کر دی۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تختیوں سے مراد تورات کی تختیاں ہیں۔ (۲) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی (ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کے باہمی جھگڑے والی حدیث میں مذکور ہے کہ آدم علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ﴿يَا مُوسَى! اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِكَامِيَةٍ وَ خَطَّ لَكَ التَّوْرَةَ بِبَيِّنَةٍ﴾ ”اے موسیٰ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہم کلامی کے لیے منتخب فرمایا اور اپنے ہاتھ سے آپ کے لیے تورات کو لکھا۔“ (۳)

تورات بنی اسرائیل کی ایک عظیم کتاب تھی جن میں ان کی شریعت اور احکام موجود تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء اسی کتاب کے مطابق فیصلے کرتے رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّمَا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ﴾ [البائدة: ۴۴] ”ہم نے تورات نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت و نور ہے، یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے انبیاء اور اہل اللہ اور علماء فیصلے کرتے تھے

(۱) [بخاری (۷۴۱۰) کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالیٰ لِمَا خَلَقْتَ بَدَنِي، مسلم (۱۹۳) کتاب الایمان: باب أدنی أهل الجنة منزلة فيها]

(۲) [تفسیر معالم التنزیل للبغوی (۲۸۰/۳)]

(۳) [بخاری (۶۶۱۴) کتاب البقیہ: باب حجاج آدم وموسیٰ عند اللہ، مسلم (۲۶۵۲) کتاب الفتن: باب

حجاج آدم وموسیٰ]

کیونکہ انہیں اللہ کی اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس پر اقراری گواہ تھے۔ ”بعد ازاں یہودیوں نے تورات میں تحریف کر ڈالی اور آج یہ اپنی اصل شکل میں موجود نہیں۔ اس کے دلائل آئندہ عنوان ”تورات و انجیل تحریف شدہ جبکہ قرآن محفوظ کتاب ہے“ کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

② انجیل: اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب (خالدی زبان میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ﴾ [المائدة: ٤٦] ”اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت تھی اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر ہدایت و نصیحت تھی پارسا لوگوں کے لیے۔“ کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ انجیل میں تقریباً وہی احکام تھے جو تورات میں تھے، صرف چند احکام ہی مختلف تھے (۱) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا ﴿وَلَا حِجْلَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي نُحَرِّمُ عَلَيْكُمْ﴾ [آل عمران: ٥٠] ”اور میں اس لیے آیا ہوں کہ تم پر بعض وہ چیزیں حلال کروں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔“ قرآن کریم میں نص موجود ہے کہ تورات و انجیل میں نبی کریم ﷺ کی بشارت موجود تھی۔ فرمایا ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ﴾ [الاعراف: ١٥٧] ”جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔“

بعد میں تورات کی طرح انجیل بھی تحریف کا شکار ہو گئی جیسا کہ اس کا بیان آئندہ آئے گا۔

③ زبور: یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے (عبرانی زبان میں) حضرت داود علیہ السلام پر نازل فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا﴾ [النساء: ١٦٣] ”اور ہم نے داود (علیہ السلام) کو زبور عطا فرمائی۔“ قنادہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ہم اس کتاب کے متعلق یہی بیان کیا کرتے تھے کہ اس میں نہ تو فرائض و حدود کا ذکر تھا اور نہ ہی حلال و حرام کا بلکہ اس میں محض اذکار و ادعیٰ اور اللہ تعالیٰ کی تعجید و تمجید کا ہی ذکر تھا۔ (۲)

④ صحف ابراہیم و موسیٰ: یعنی ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیے جانے والے صحیفے۔ ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دو مقامات پر کیا ہے۔ سورہ نجم میں فرمایا ﴿أَمْ لَمْ يُنَبِّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ، وَ

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۳/۲)]

(۲) [کما فی اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنة (۱/۱۷۲)] مزید دیکھئے: تفسیر فتح القدیر للشوکانی

(۲/۴۸۱) التفسیر الوسیط للطنطاوی (۱/۱۳۸)

إِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى، أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى، وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ مَا مَسَعَى ﴿٣٦﴾ [النجم: ٣٦-٣٩] ”کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے اور وفادار ابراہیم کے صحیفوں میں تھا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی۔“ اور سورہ اعلیٰ میں فرمایا ﴿إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى، صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى﴾ [الاعلیٰ: ١٨-١٩] ”یہ باتیں پہلے صحیفوں میں بھی ہیں۔ (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ (ﷺ) کے صحیفوں میں۔“ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان چند باتوں کا ذکر کیا ہے جو ابراہیم اور موسیٰ (ﷺ) کے صحیفوں میں تھیں اور باقی علم تو اللہ کے پاس ہی ہے۔

۵ قرآن عظیم: یہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو اس نے ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ پر (عربی زبان میں) نازل فرمائی۔ یہ کتاب پہلی تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کی محافظ ہے، یہ نزول کے اعتبار سے آخری سب سے زیادہ شرف والی، سب سے زیادہ کامل اور سابقہ تمام کتب کی ناسخ ہے اور اس کی دعوت جن و انس سب کے لیے عام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ﴾ [المائدہ: ٤٨] ”اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کی محافظ ہے۔“ یعنی سابقہ کتابوں پر گواہ اور حاکم ہے۔ اور فرمایا ﴿قُلْ أَشْهَدُ شَهِادَةً قُلِّ إِلَهِهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأَوْحَىٰ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ﴾ [الانعام: ١٩] ”آپ کہنے کہ سب سے بڑی چیز گواہی دینے کے لیے کون سی ہے، آپ کہنے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچان سب کو ڈراؤں۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ [الفرقان: ١] ”بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لیے آگاہ کرنے والا بن جائے۔“

کتابوں پر ایمان کا حکم

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان واجب ہے اور ان کا ایمان میں سے ایک عظیم رکن اور دین اسلام کی نہایت اہم اساس ہے۔ اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جیسا کہ اس کے دلائل ابتدائے باب میں گزر چکے ہیں۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین بھی پیش نظر رہنے چاہئیں:

﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَإِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ

مُسْلِمُونَ ﴿البقرة: ۱۳۶﴾

”اے مسلمانو! تم سب کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر بھی جو ہماری طرف اتاری گئی اور جو چیز ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور جو کچھ اللہ کی جانب سے موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) اور دوسرے انبیاء (علیہم السلام) دیئے گئے۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے، ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔“

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ﴾ ﴿الشوری: ۱۰﴾

”اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میرا ان پر ایمان ہے۔“

کتابوں پر ایمان کی کچھ تفصیل

کتابوں پر ایمان چند امور پر مشتمل ہے، ملاحظہ فرمائیے:

1- اس بات کی پختہ تصدیق کہ تمام کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۝ مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ﴾ [آل عمران: ۲-۴] ”اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا نگہبان ہے۔ جس نے آپ پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل فرمایا ہے، جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والی ہے، اسی نے اس سے پہلے تورات اور انجیل کو اتارا تھا۔ اس سے پہلے، لوگوں کو ہدایت کرنے والی بنا کر، اور قرآن بھی اسی نے اتارا، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیاتوں سے کفر کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، بدلہ لینے والا ہے۔“

2- پختہ طور پر یہ اعتقاد کہ تمام کتابوں میں اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ جیسے اس کی شان کے لائق ہے، حقیقی طور پر کلام فرماتا ہے۔ تورات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿أَفَنَسْطَعْمُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ ﴿البقرة: ۷۵﴾ ”(مسلمانو!) کیا تمہاری خواہش ہے کہ یہ لوگ ایماندار بن جائیں، حالانکہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو کلام اللہ (یعنی تورات) کو سن کر، عقل و علم والے ہوتے ہوئے، پھر بھی تحریف (لفظی و معنوی) کیا کرتے تھے۔“ قرآن کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿إِن أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ

مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾ [التوبة: ٦] ”اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ کلام اللہ (یعنی قرآن کریم) بن لے پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچا دے، یہ اس لیے کہ یہ لوگ بے علم ہیں۔“

3- یہ اعتقاد کہ تمام آسمانی کتب ایک ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يُوْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ [آل عمران: ٧٩] ”کسی ایسے انسان کو جسے اللہ تعالیٰ کتاب و حکمت اور نبوت دیے، یہ لائق نہیں کہ پھر بھی وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔“ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جس بندے کو بھی نبوت اور کتاب عطا کی جائے یہ ممکن نہیں کہ وہ لوگوں کو اللہ کے علاوہ اپنی عبادت کی طرف بلاتا پھرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہر کتاب اللہ کے لیے خالص عبادت کا ہی حکم لے کر آئی ہے۔

4- اس بات پر پختہ یقین کہ اللہ تعالیٰ کی تمام کتب ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں، ان میں کوئی تعارض و تناقض نہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ﴾ [المائدة: ٤٨] ”اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کی محافظ ہے۔“ اور فرمایا ﴿وَأَتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ﴾ [المائدة: ٤٦] ”اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت تھی اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی۔“ اللہ کے کلام اور لوگوں کے کلام میں یہی فرق ہے کہ لوگوں کے کلام میں تعارض و تناقض ہوتا ہے جبکہ اللہ کے کلام میں ایسا ممکن نہیں، اسی باعث اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا یہ وصف بیان فرمایا ہے ﴿وَلَوْ كُنَّا مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ [النساء: ٨٢] ”اور اگر یہ (قرآن) اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔“

5- جن کتب کا اللہ تعالیٰ نے بطور خاص نام ذکر کیا ان پر پختہ ایمان اور ان کی تصدیق جیسے تورات، انجیل، زبور، صحف ابراہیم و موسیٰ اور قرآن کریم (ان کتب کا قدرے تفصیلی تعارف سابقہ اوراق میں گزر چکا ہے)۔

6- پختہ اعتقاد کہ قرآن کریم کے ذریعے سابقہ تمام پیغمبروں پر نازل شدہ کتابیں اور صحیفے منسوخ کیے جا چکے ہیں، اب کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ قرآن کی لائی ہوئی تعلیمات کے بغیر اللہ کی عبادت کرے یا فیصلے کرے پھرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾

[الفرقان: ۱] ”بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارنا کہ وہ تمام لوگوں کے لیے آگاہ کرنے والا بن جائے۔“ اور فرمایا ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ [المائدة: ۱۰-۱۶] ”اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول (ﷺ) آچکا جو تمہارے سامنے کتاب اللہ کی بکثرت ایسی باتیں ظاہر کر رہا ہے جنہیں تم چھپا رہے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے، تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے۔ جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ انہیں جو رضائے الہی کے درپے ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتا ہے اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور راہِ راست کی طرف ان کی رہبری کرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ اہل کتاب کے درمیان بھی قرآنی احکام کے مطابق ہی فیصلے کریں۔ فرمایا ﴿فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾ [المائدة: ۴۸] ”آپ ان (یعنی اہل کتاب) کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ کی اتاری ہوئی کتاب (یعنی قرآن کریم) کے ساتھ فیصلہ کیجئے، اس حق سے ہٹ کر ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ جائیے۔“

حدیث نبوی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! یہ تورات ہے۔ آپ ﷺ خاموش رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات پڑھنے لگے، تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک (غصے سے) بدلنے لگا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (نے یہ صورت حال دیکھی) تو کہا، اے عمر! گم کرنے والیاں تجھے گم پائیں۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی طرف نہیں دیکھتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو کہا، میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غصے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر آج موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم لوگ میری بجائے ان کی اتباع شروع کر دو تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے، تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔“ (۱)

﴿ یہ تھے وہ چند امور جن پر کتبِ سماویہ کے حوالے سے ایمان رکھنا واجب ہے۔ البتہ قرآن کریم پر اعتقاد کے حوالے سے مزید کچھ تفصیل آئندہ اوراق میں پیش کی جائے گی۔

تورات و انجیل تحریف شدہ جبکہ قرآن کریم محفوظ کتاب ہے

”تورات“ تحریف شدہ ہے ^(۱)۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ﴿اَفَتَطْمَعُونَ اَنْ يُؤْمِنُوا بِكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يَحْوِیْهِمْ عَنْ مُّذِکَ مَا عَقِلُوْهُ وَهُمْ یَغْلِبُوْنَ﴾ [البقرة: ۷۵] ”(مسلمانو!) کیا تمہاری خواہش ہے کہ یہ لوگ ایماندار بن جائیں، حالانکہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو کلام اللہ (یعنی تورات) کو سن کر عقل و علم والے ہوتے ہوئے، پھر بھی تحریف (لفظی و معنوی) کیا کرتے تھے۔“ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اس کی دلیل ہے ﴿قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِیْ جَاءَ بِهٖ مُّوْسٰی نُوْرًا وَهُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَہٗ قُرْاٰطِیْسَ تُبَدِّلُوْنَہَا وَتَخْفَوْنَ کَثِیْرًا وَعَلِمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُکُمْ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِہِمۡ یَلْعَبُوْنَ﴾ [الانعام: ۹۱] ”آپ یہ کہئے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ (علیہ السلام) لائے تھے جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لیے وہ ہدایت ہے جس کو تم نے ان متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن کو ظاہر کرتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو اور تم کو بہت سی ایسی باتیں بتائی گئی ہیں جن کو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے نازل فرمایا ہے، پھر ان کو ان کے خرافات میں کھیلنے رہنے دیجئے۔“ ^(۱)

”انجیل“ بھی تحریف شدہ ہے ^(۲)۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ﴿وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصَارٰی اَخَذْنَا مِیثَاقَہُمۡ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ فَاَعْرِیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَسَوْفَ یُنَبِّئُہُمُ اللّٰهُ بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ۝ یَا اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَعَلْتُکُمْ رُسُوْلًا بَیْنَ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفَوْنَ مِنَ الْكِتَابِ وَتَعْطَوْنَ کَثِیْرًا﴾ [المائدة: ۱۴-۱۵] ”اور جو اپنے آپ کو نصرانی کہتے ہیں ہم نے ان سے بھی عہد و پیمان لیا، انہوں نے بھی اس کا بڑا حصہ فراموش کر دیا جو انہیں صحت کی گئی تھی، تو ہم نے بھی ان کے آپس میں بغض و عداوت ڈال دی جو تا قیامت رہے گی اور جو کچھ یہ کرتے تھے عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں سب بتا دے گا۔ اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول (ﷺ) آچکا جو تمہارے سامنے کتاب اللہ کی بکثرت ایسی باتیں ظاہر کر رہا ہے جنہیں تم چھپا رہے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے۔“

(۱) [تورات کے تحریف شدہ ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ موجودہ تورات کے آخری حصے ”استثاء“ میں موسیٰ (علیہ السلام) کی

بیماری، وفات اور وفات کے بعد کے احوال بھی مذکور ہیں جو یقیناً بعد کا اضافہ ہے۔]

(۲) [انجیل کے تحریف شدہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ عیسائیوں کے ذریعے جو انجیل ہم تک پہنچی ہے وہ ایک نہیں بلکہ چار ہیں (متی، مرقس، لوقا اور یوحنا) حالانکہ عیسیٰ (علیہ السلام) پر چار نہیں بلکہ ایک انجیل نازل کی گئی تھی۔]

بعض ائمہ نے اس آیت کے آخری حصے کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یعنی وہ پیغمبر ہر اس بات کی حقیقت ظاہر کرتا ہے جسے انہوں نے بدل ڈالا تھا اور جس میں تحریف، تاویل، افتراء علی اللہ اور سکوت عن الحق کا ارتکاب کیا تھا۔ (۱)
یہ آیات اس بات کا ثبوت ہیں کہ تورات و انجیل تحریف شدہ ہیں۔ اسی باعث علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ تورات و انجیل میں تحریف و تغیر داخل ہو چکی ہے۔ (۲)

”قرآن کریم“ ہر قسم کی تحریف و تبدیلی سے پاک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر: ۹] ”ہم نے ذکر نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“ امام طبریؒ نے اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم قرآن کی اس طرح حفاظت کرنے والے ہیں کہ تو اس میں کسی باطل چیز کا اضافہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کے احکام میں سے کوئی کم کیا جاسکتا ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی قابل ذکر ہے ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ [فصلت: ۴۲] ”جس کے پاس باطل پہنچ بھی نہیں سکتا نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، یہ ہے نازل کردہ حکمتوں والے غیبیوں والے (اللہ) کی طرف سے۔“ ایک اور مقام پر فرمایا کہ ﴿لَا تُجِيرُكَ رَبِّهِ لِسَانُكَ لَتَفْعِلَ بِهِ، إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ [القيامة: ۱۶-۱۷] ”(اے نبی!) آپ قرآن کو جلدی (یا د کرنے) کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔ اس کا جمع کرنا (یعنی آپ کے سینے میں) اور (آپ کی زبان سے) پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔“ یہ آیات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا کامل ترین بندوبست فرمایا، یہی وجہ ہے کہ آج بھی قرآن کریم سن و سُن اسی طرح ہمارے پاس موجود ہے جیسے محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا اور تا قیامت اسی طرح محفوظ رہے گا۔

کتاب سماویہ جن امور میں متفق ہیں

① ان سب کا مصدر ایک ہے یعنی تمام کتاب سماویہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ﴾ [آل عمران: ۲-۳]
”اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا نگہبان ہے۔ جس نے آپ پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل فرمایا ہے۔“

② تمام کتب کے نزول کا مقصد ایک ہے یعنی سب اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت اور دین اسلام کی طرف ہدایت

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۶۳/۳)]

(۲) [دیکھئے: اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنة (ص: ۱۸۰)]

(۳) [تفسیر طبری (۷/۱۴)]

ہیں اور اسلام ہی تمام پیغمبروں کا دین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ [النحل: ۳۶] ”اور بے شک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (اس لیے) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ [آل عمران: ۱۹] ”یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔“ اور اسلام ہی وہ دین ہے جسے اپنانے کا ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمَ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [البقرة: ۱۳۰] ”جب اس (ابراہیم علیہ السلام) سے اس کے رب نے کہا مطیع ہو جا تو اس نے کہا میں تمام جہانوں کے رب کے لیے مطیع ہو گیا۔“ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ ﴿يَا قَوْمِ إِن كُنتُمْ تَحِبُّونَ بِاللَّهِ فَقَلِّبْهُ تَوَكَّلُوا إِن كُنتُمْ مُسْلِمِينَ﴾ [يونس: ۸۴] ”اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو، اگر تم مسلمان ہو۔“ اور حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ﴿آتِنَا بِاللَّهِ يَا مَعْ لِيُؤْمِنُوا﴾ [آل عمران: ۵۲] ”ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہے کہ ہم مسلمان ہیں۔“ بہر حال مقصود یہ ہے کہ تمام پیغمبر دین اسلام اور اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی دعوت لے کر ہی مبعوث ہوئے۔

③ عقیدہ کے مسائل، یعنی تمام کتب ایمان بالغیب اور مسائل عقیدہ (جیسے رسولوں پر ایمان، موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان اور یوم آخرت پر ایمان وغیرہ) پر مشتمل ہیں۔

④ عمومی قواعد، جو کہ تمام کتب میں ایک ہی طرح موجود ہیں جیسے جزاء و نزال کا قاعدہ کہ ہر انسان کا حساب ہوگا اور پھر اسے نیکیوں کی اچھی جزا اور برائیوں کی سزا دی جائے گی اور ایک کے گناہوں کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿أَمْ لَمْ يَنْبَأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ، وَإِبْرَاهِيمَ الْكَافِي، وَالْأَنْزُورُ وَآزِدُ وَزُرْ أُخْرَىٰ، وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ مَا سَعَىٰ﴾ [النجم: ۳۶-۳۹] ”کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے اور وفادار ابراہیم کے صحیفوں میں تھا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خدا اس نے کی۔“

اسی طرح تزکیہ نفس کی ترغیب اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ، وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ، بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا، وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ، إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ، صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ﴾ [الأعلى: ۱۴-۱۹] ”یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جس نے تزکیہ کر لیا۔ اپنے رب کے نام کو یاد کیا اور نماز پڑھی۔ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ اور آخرت ہی بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ یہ باتیں پہلے صحیفوں میں بھی ہیں۔ (یعنی ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام) کے صحیفوں میں۔“

ان قواعد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ زمین کی وراثت کے مستحق اللہ کے نیک بندے ہی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾ [الانبیاء: ۱۰۵] ”ہم زبور میں پسند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہوں گے۔“

اسی طرح ان عمومی قواعد میں یہ بات بھی بدرجہ اتم شامل ہے کہ اخروی اچھا انجام صرف متقین کے لیے ہے۔ جیسا کہ سورہ طہ میں ارشاد ہے کہ ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى﴾ [طہ: ۱۳۲] ”اور عمدہ انجام تقویٰ (والوں) کے لیے ہے۔“ اور سورہ اعراف میں ارشاد ہے کہ ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [الاعراف: ۱۲۸] ”اور نہایت ہی اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔“

⑤ عدل و انصاف، یعنی تمام پیغمبروں پر عدل و انصاف کا حکم نازل کیا گیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ [الحديد: ۲۵] ”یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔“

⑥ فساد و انحراف کے خلاف جنگ پر بھی تمام الہامی کتب متفق ہیں۔

⑦ اچھے اخلاق (جیسے غفور و درگزر، تکلیف پر صبر، اچھی بات کہنا، والدین سے حسن سلوک، عہد کی پاسداری، صلہ رحمی، مہمان کی نگریم، تواضع و انکساری اور مساکین پر رحمت وغیرہ) کی دعوت بھی تمام کتب نے ہی دی ہے۔

⑧ بہت سی عبادات ایسی ہیں جو تمام پیغمبروں اور ان کے متبعین کے ہاں معروف تھیں۔ جیسے نماز اور زکوٰۃ۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ﴾ [الانبیاء: ۷۳] ”اور ہم نے ان کی طرف اچھے کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی کی۔“ اسماعیل علیہ السلام کے متعلق قرآن میں موجود ہے کہ ﴿وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ﴾ [مریم: ۵۵] ”اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ [طہ: ۱۴] ”اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کر۔“ اور عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ ﴿وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ [مریم: ۳۱] ”اور اس (میرے رب) نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی ہے، جب تک میں زندہ رہوں۔“

اسی طرح روزہ جیسے ہم پر فرض ہے پہلوں پر بھی فرض تھا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

أَمَنُوا نَحْبِبْ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا نَحْبِبْ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴿البقرة: ۱۸۳﴾ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسے اُن پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے۔“ اسی طرح حج ہے، اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ ﴿أَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ (الحج: ۲۷) ”آپ لوگوں میں حج کا اعلان کریں۔“ وغیرہ وغیرہ۔

کتاب سماویہ جن امور میں مختلف ہیں

آسمانی کتابیں شریعتوں میں مختلف ہیں، لہذا عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کچھ امور میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے مختلف تھی اور محمد علیہ السلام کی شریعت کچھ امور میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے مختلف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ فِرْقَةً وَبَيْنَهُمْ﴾ (المائدة: ۴۸) ”تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک شریعت (دستور) اور راہ مقرر کر دی ہے۔“ مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء کا دین تو ایک ہی تھا جو دعوتِ توحید پر مشتمل تھا مگر ان کی شریعتیں (دستور اور طریقے) مختلف تھے۔ واضح رہے کہ یہ اختلاف کلی نہیں تھا اور اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے اساسی مسائل میں تمام شریعتیں متفق ہی رہی ہیں جیسا کہ اس سلسلے میں کچھ پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے، البتہ تفصیل میں شریعتوں کا اختلاف ہے جیسے نمازوں کی رکعات، ارکان اور شروط، اسی طرح زکوٰۃ کی مقدار وغیرہ۔ اسی طرح اگر ایک شریعت میں اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حرام قرار دیا تھا تو دوسری میں اسے کسی حکمت کے پیش نظر جائز قرار دے دیا۔ چند ایک مسئلہ پیش خدمت ہیں:

① روزہ پہلی شریعتوں میں غروبِ آفتاب کے وقت افطار کیا جاتا تو کھانا پینا اور عورتوں سے ہم بستری اس وقت تک حلال ہو جاتی جب تک انسان (طلوعِ فجر تک) سو نہ جاتا اور اگر کوئی فجر سے پہلے (رات کے کسی بھی حصے میں) سو جاتا تو پھر یہ ساری اشیاء اس پر اگلے روز کے غروبِ آفتاب تک حرام ہو جاتیں۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمادی اور اب فجر تک کوئی سوئے یا نہ سوئے یہ اشیاء حلال ہی رہتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿أَجَلٌ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ هُنَّ لَكُمْ رِجَاسٌ وَلَكُم مِّنْهُنَّ حِلٌّ لَّكِنَّ عَلَيْكُمُ حُدُودُ اللَّهِ لَا تَجْزِيئُهَا وَاللَّهُ لَكُم مَّا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَبَيِّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ (البقرة: ۱۸۷) ”روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لیے حلال کیا گیا، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو، تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اس نے تمہاری توجہ قبول فرما کر تم سے دور رکھ دیا، اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے ہم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید

دھا کہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔“

② دورانِ غسل ستر ڈھانپنا بنی اسرائیل کے ہاں واجب نہیں تھا۔ اس لیے بنی اسرائیل کے لوگ ننگے نہاتے اور ایک دوسرے کو دیکھ بھی لیتے جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی غفلت فرماتے۔ (۱) لیکن اب امت محمدیہ میں ستر ڈھانپنا واجب قرار دے دیا گیا ہے جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿اَحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ﴾ ”اپنی بیوی اور لوطی کے سوا ہر ایک سے اپنے ستر کی حفاظت کرو۔“ (۲)

③ چند حرام کردہ امور جو پہلے حلال تھے بعد میں حرام کر دیئے گئے جیسے:

- 1- آدم علیہ السلام کی شریعت میں بھائی بہن کا نکاح حلال تھا بعد میں اسے حرام کر دیا گیا۔
- 2- بیوی کی موجودگی میں لوطی کو منحویٰ کے لیے مقرر کرنا ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں جائز تھا لیکن تورات میں اسے بنی اسرائیل پر حرام قرار دے دیا گیا۔
- 3- دو لگی بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا جائز تھا (جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی خالہ زاد دو لگی بہنوں ”لیا اور راحیل“ سے نکاح کیا تھا) پھر اسے تورات میں حرام کر دیا گیا۔

4- اسی طرح یہودیوں پر کچھ چیزیں حرام کی گئی تھیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے ﴿وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا اَوِ الْحَوَايَا اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصَادِقُونَ﴾ [الانعام: ۱۴۶]

پھر عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے بنی اسرائیل کے لیے کچھ اشیاء حلال کیں جو ان پر حرام کی گئی تھیں۔ پھر شریعت محمدیہ آئی جس نے سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا اور اب تا قیامت حلال وہی ہے جسے اس نے حلال بتایا اور حرام وہی ہے جسے اس نے حرام قرار دیا۔ (۳)

قرآن کریم، حدیث قدسی اور حدیث نبوی میں فرق

① ”قرآن کریم“ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو جبرئیل علیہ السلام نے سنا اور اسے محمد ﷺ تک پہنچا دیا، وہ لفظی و معنوی اعتبار سے متواتر ہے، قطعی و یقینی علم کا ناکندہ دیتا ہے اور ایسے مصاحف میں مکتوب ہے جو تحریف و تغیر

(۱) [مسلم (۳۲۹) کتاب الحيض : باب جواز الاغتسال عربانا في الخلوة]

(۲) [حسن : المشكاة (۳۱۱۷) أحمد (۴۰۳/۵) أبو داود (۴۰۱۷) کتاب الحمام : باب ما جاء في التعري]

ترمذی (۲۷۶۹) ابن ماجہ (۱۹۲۰) بخاری تعلیقاً (۲۷۸) فتح الباری (۵۱۳/۱)

(۳) [دیکھئے: الايمان بالكتب، توشیح محمد بن ابراهيم الحمد (ص: ۸-۶)]

سے محفوظ ہیں۔ (۱)۔
 ① ”حدیث قدسی“ سے مراد وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے روایت بیان کریں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس میں لفظ یوں ہوتے ہیں ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ)) فَمَا يَرُودُ عَنْ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ، أَوْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَوْ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى ((رسول اللہ ﷺ نے ایسی چیز کے متعلق فرمایا جسے وہ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں یا (یہ لفظ ہوتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔“ یہ خبر واحد بھی ہوتی ہے اور متواتر بھی مگر اس کا توازن قرآن کے درجہ تک نہیں پہنچتا۔ (۲)
 ⑤ ”حدیث نبوی“ ہر وہ قول، فعل اور تقریر یا صفت ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو۔ (۳)
 ”حدیث قدسی اور قرآن میں فرق“ یہ ہے کہ

- 1- قرآن کریم کے لفظ اور معنی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں جبکہ حدیث قدسی کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور اس کے لفظ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہوتے ہیں۔
- 2- قرآن کریم عبادت کے بطور تلاوت کیا جاتا ہے مثلاً اس کے ہر حرف پر دس نیکیوں کا اجر ملتا ہے اور نماز میں اس کی قراءت کی جاتی ہے لیکن حدیث قدسی کی تلاوت پر نہ تو اجر ہے اور نہ ہی نماز میں اس کی قراءت ہوتی ہے۔
- 3- قرآن کریم کے ذریعے سارے عرب کو پہنچایا گیا پھر وہ اس کی مثل لانے سے عاجز آ گئے لیکن حدیث قدسی کے ساتھ کوئی چیز نہیں کیا گیا۔
- 4- قرآن کریم سارے کا سارا متواتر منقول ہے جبکہ حدیث قدسی کا اکثر حصہ اخبار آحاد پر مشتمل ہے۔ یہی باعث ہے کہ کبھی حدیث قدسی صحیح ہوتی ہے کبھی حسن اور کبھی ضعیف۔

”حدیث قدسی اور حدیث نبوی میں فرق“ یہ ہے کہ

- 1- حدیث قدسی لفظاً و معنیاً اللہ کا کلام ہے جبکہ حدیث نبوی لفظاً و معنیاً نبی ﷺ کا کلام ہے۔
- 2- حدیث قدسی حدیث نبوی سے افضل ہے کیونکہ اللہ کا کلام مخلوق کے کلام سے برتر ہے۔

قرآن پر ایمان کے خصائص

(۱) یہ اعتقاد کہ قرآن کریم کی دعوت جن و انس سب کے لیے ہے اور ان میں سے کوئی بھی اس پر ایمان لائے

(۱) [دیکھئے: مباحث فی علوم القرآن للمناع قطان (ص: ۲۱) الطحاوی (۱۷۲/۱) قواعد التحدیث لجمال

الدین القاسمی (ص: ۶۵)]

(۲) [قواعد التحدیث (ص: ۶۵) مباحث فی علوم القرآن للمناع قطان]

(۳) [مصطلح الحدیث لابن عثیمین (ص: ۷) قواعد التحدیث للقاسمی (ص: ۶۵-۶۶)]

بغیر نجات نہیں پاسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ [الفرقان: ۱] ”بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام جہان والوں کے لیے آگاہ کرنے والا بن جائے۔“ اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے ذکر فرمایا کہ ﴿وَأَوْحَىٰ إِلَيْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ لِأَنَّكُم بِهِ وَاعُونَ بَلِّغُوا مَن بَلَغَ﴾ [الانعام: ۱۹] ”اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچان سب کو ڈراؤں۔“ اور اللہ تعالیٰ نے جنوں کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ ﴿فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا، يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ﴾ [الحن: ۱-۲] ”انہوں نے کہا، یقیناً ہم نے عجیب قرآن سنا ہے۔ جو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ہم اس پر ایمان لائے۔“

(۲) یہ اعتقاد کہ قرآن کے ذریعے سابقہ تمام کتب ساویہ منسوخ ہو چکی ہیں۔ اب دین صرف وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے، عبادت صرف وہی ہے جسے اس نے مشروع قرار دیا ہے، حلال صرف وہی ہے جسے اس نے حلال کہا ہے اور حرام صرف وہی ہے جسے اس نے حرام بتایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَمَن يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ [آل عمران: ۸۵] ”اور جو بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔“ اور ارشاد ہے کہ ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَوْكَ اللَّهُ﴾ [النساء: ۱۰۵] ”یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شامسا کیا ہے۔“ اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ﴿وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَأْنِ مُوسَىٰ كَانَ حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي﴾ ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر موسیٰ ﷺ زندہ ہوتے (اور میری نبوت کا زمانہ پاتے) تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔“ (۱)

(۳) قرآن کریم جو شریعت لے کر آیا ہے وہ آسان اور معتدل ہے جبکہ پہلی کتب میں موجود شرائع بہت سخت احکام پر مشتمل تھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ [الاعراف: ۱۵۷] ”جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس

تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔“

(4) تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم وہ واحد کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر: ۹] ”ہم نے ذکر نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

(5) قرآن کریم اعجاز کی بہت سی ایسی وجوہ پر مشتمل ہے جن میں دیگر کتابیں اس کی شریک نہیں۔ جیسے اس کی فصاحت و بلاغت، حسن تالیف اور اس کے ذریعے تمام جن و انس کو چیلنج کر اس جیسا لاکر دکھاؤ۔ یہ چیلنج اللہ تعالیٰ نے چار طرح سے کیا ہے:

ایک مقام پر فرمایا کہ اس کتاب جیسی کتاب لاکر دکھاؤ۔ ﴿قُلْ لِّیْنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا﴾ [الاسراء: ۸۸] ”کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔“

دوسری جگہ فرمایا کہ اس جیسی دس سورتیں ہی لے آؤ۔ ﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ اَفَرَاہُ قُلُ فَاَتُوْا بِعَشْرِ سُوْرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَضٰیْعُکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ [ہود: ۱۳] ”کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اسی نے گھڑا ہے، جواب دیجئے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو اپنے ساتھ بلا بھی لو اگر تم سچے ہو۔“

تیسری جگہ فرمایا کہ اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ۔ ﴿وَ اِنْ کُنْتُمْ فِی رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاتُّوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَّادْعُوْا شَہٰدَۃَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ لَیْن لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَکِن تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اَعَدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ﴾ [البقرة: ۲۳-۲۴] ”ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ، تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔ پس اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہیں کر سکتے تو (اسے سچا مان کر) اس آگ سے بچو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

اور چوتھی جگہ فرمایا کہ اس جیسی ایک بات ہی پیش کر کے دکھاؤ۔ ﴿قُلِیَاتُّوْا بِخُبْرِیِّ مِثْلِهٖ اِنْ کُنَّاوْا

صَادِقِينَ ﴿الطور: ۳۳-۳۴﴾ ”(یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے قرآن خود گھڑ لیا ہے) تو انہیں چاہیے کہ اس جیسی ایک بات ہی لے آئیں، اگر یہ سچے ہیں۔“ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ چیلنج ساری کائنات کے لیے آج بھی اسی طرح باقی ہے، یقیناً آج تک نہ کوئی اس جیسی کوئی چیز لاسکا ہے اور نہ ہی قیامت تک لاسکے گا۔

(6) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر وہ چیز بیان کر دی ہے جس کی لوگوں کو ضرورت تھی خواہ وہ ان کے دین سے متعلق ہو یا دنیا سے، معاش سے متعلق ہو یا آخرت سے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَأَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيِّنَاتٍ لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ﴾ [النحل: ۸۹] ”اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمادی ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔“ اور فرمایا ﴿مَا قَوَّضْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ [الانعام: ۳۸] ”ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔“ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ”اس قرآن میں ہر علم نازل کر دیا گیا ہے اور اس میں ہمارے لیے ہر چیز بیان کر دی گئی ہے۔“ (۱)

(7) نصیحت پہنچانے والے اور غور و فکر کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو آسان بنا دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ﴾ [القمر: ۱۷] ”اور بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟“ اور فرمایا ﴿كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ [ص: ۲۹] ”یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔“ امام طبریؒ اور دیگر ائمہ مفسرین نے فرمایا ہے کہ قرآن کو آسان کرنے میں تلاوت کے لیے الفاظ کی آسانی اور غور و فکر اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے معانی کی آسانی (دووں مفہوم ہی) شامل ہیں۔ (۲)

(8) قرآن کریم سابقہ کتب کی تعلیمات کے خلاصوں اور سابقہ شرائع کے اصولوں پر مشتمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ [المائدہ: ۴۸] ”اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کی محافظ ہے۔“ اور فرمایا کہ ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ [الشوری: ۱۳] ”اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام)

(۱) [تفسیر طبری (۲۷۹/۱۷)]

(۲) [تفسیر طبری (۹۶/۲۷)]

کو حکم دیا تھا اور جو (بذر یحیٰ) ہم نے تیری طرف بھیج دیا ہے اور جس کا تاکید حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔“

(9) قرآن کریم میں سابقہ پیغمبروں اور قوموں کے تذکرے ایسے جامع انداز میں ذکر کیے گئے ہیں جو پہلے کی کتاب میں موجود نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَكَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَحْنُ بِهٖ فُؤَادُكَ﴾ [ہود: ۱۲۰] ”اور رسولوں کے سب احوال ہم آپ کے سامنے آپ کے دل کی تسکین کے لیے بیان فرما رہے ہیں۔“ اور فرمایا ﴿ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْقُرْآنِ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ مِنْهَا قَأْتُمْ وَحَصِصْ﴾ [ہود: ۱۰۰] ”بستیوں کی یہ بعض خبریں جنہیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں ان میں سے بعض تو موجود ہیں اور بعض (کی فصلیں) کٹ گئی ہیں۔“ اور ایک اور مقام پر فرمایا ﴿كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ مَسَّبَ وَفَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا﴾ [طہ: ۹۹] ”اسی طرح ہم تیرے سامنے پہلے کی گزری ہوئی خبریں بیان فرما رہے ہیں اور یقیناً ہم تجھے اپنے پاس سے صحت عطا فرما چکے ہیں۔“

(10) قرآن کریم نزول کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ مِنْ قَبْلُ هَدَىٰ لِلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ﴾ [آل عمران: ۴-۲] ”اس (اللہ) نے آپ پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل فرمایا ہے، جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والی ہے، اسی نے اس سے پہلے تورات اور انجیل کو اتارا تھا۔ اس سے پہلے، لوگوں کو ہدایت کرنے والی بنا کر، اور قرآن بھی اسی نے اتارا۔“

44 یہ تیس قرآن کریم کی چند امتیازی خصوصیات جن کی بنا پر قرآن کو دیگر کتب سماویہ پر فوقیت و برتری حاصل ہے، ان پر ایمان لانا واجب ہے۔

□ شیخ عبد اللہ بن عبد الحمید الاثری رقمطراز ہیں کہ قرآن کریم رسول اللہ ﷺ پر ایک ہی مرتبہ نازل نہیں ہوا بلکہ واقعات کے مطابق، یا سوالوں کے جواب کے لیے یا دیگر احوال کے مقتضی کے مطابق 23 سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔ قرآن کریم 114 سورتوں پر مشتمل ہے جن میں سے 86 مکہ میں اور 28 مدینہ میں نازل ہوئیں۔ جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں انہیں سورتیں اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی انہیں مدنی سورتیں کہا جاتا ہے۔ 29 سورتیں ایسی ہیں جو حروف مقطعات کے ساتھ شروع ہوتی ہیں۔ عہد رسالت میں ہی سارا قرآن لکھوا دیا گیا تھا، عہد صدیقی میں اسے کتابی صورت میں یکجا کر دیا گیا اور عہد عثمانی میں اسے ایک حرف پر جمع کر دیا گیا۔ اہل السنۃ والجماعہ قرآن کریم کی تعلیم، حفظ، تلاوت، تفسیر اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَكْتُابُ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكًا لَيْلَةَ بَرُؤِ آيَاتِهِ وَلَيَنْبَغِي أَنْزَلْنَاهُ الْآلِافُ﴾ [ص: ۲۹] ”یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔“ اہل السنۃ والجماعہ قرآن کریم کی تلاوت کو عبادت سمجھتے ہیں کیونکہ اس کے ہر حرف پر نیکی ملتی ہے جو دس نیکیوں کے برابر ہے (جیسا کہ حدیث میں ہے) (۱)۔ نیز ان کا موقف ہے کہ مجرد رائے کے ساتھ قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہیں بلکہ قرآن کی تفسیر صرف قرآن کے ساتھ، سنت کے ساتھ، پھر اقوال صحابہ کے ساتھ، پھر اقوال تابعین کے ساتھ اور پھر عربی لغت کے ساتھ کی جائے گی کہ جس لغت میں قرآن نازل ہوا ہے۔ (۲)

قرآن کے فضائل

- 1- قرآن کے ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا اجر ملتا ہے۔
- 2- قرآن اپنے پڑھنے والوں کی روز قیامت سفارش کرے گا۔ (۳)
- 3- تلاوت قرآن سننے کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ (۴)
- 4- صاحب قرآن کے حق میں رشک جائز ہے۔ (۵)
- 5- قرآن کا حافظ و ماہر معزز و فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ (۶)

(۱) [صحیح: الصحیحۃ (۶۶۰) صحیح ترمذی، ترمذی (۲۹۱۰) کتاب فضائل القرآن: باب ما جاء فیمن قرأ حرفاً من القرآن ما له من الأجر]

(۲) [ماخوذ از، الايمان حقیقته، عوازمہ، نواقضہ عند اهل السنة والجماعة (ص: ۷۶)]

(۳) [حسن صحیح: صحیح الترغیب (۹۸۴) کتاب الصوم: باب الترغیب فی الصوم مطلقاً وما جاء فی فضله وفضل دعاء الصائم! ہدایۃ الرواة (۳۱۳/۲) تمام المنة (ص: ۳۹۴) احمد (۱۷۴/۲) حاکم (۵۵۴/۱) امام حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

(۴) [بخاری (۵۰۱۸) کتاب فضائل القرآن: باب نزول السکينة والملاحة عند قراءة القرآن، نسائی فی السنن الکبریٰ (۸۰۱۶)]

(۵) [بخاری (۷۵۲۹) کتاب التوحید: باب قول النبی ﷺ رجل آتاه الله القرآن، مسلم (۸۱۵) ترمذی (۱۹۳۶) نسائی فی السنن الکبریٰ (۸۰۷۲)]

(۶) [مسلم (۷۹۸) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل الماهر فی القرآن والذي يتتبع فيه، بخاری (۴۹۳۷) کتاب تفسیر القرآن: باب سورة عبس، ترمذی (۲۹۰۴) نسائی فی السنن الکبریٰ (۸۰۴۷)]

- 6- حافظ قرآن جنت میں بلند درجے پر فائز ہوگا۔ (۱)
 7- قرآن سیکھنے اور سکھانے والا شخص سب سے بہتر ہے۔ (۲)
 8- قرآن قوموں کے عروج و زوال کا ذریعہ ہے۔ (۳)
- ❁ قرآن کریم کی مختلف سورتوں اور آیات کی فضیلت:

- 1- سورۃ فاتحہ قرآن کی سب سے عظیم سورت ہے۔ (۴)
 2- ایک حدیث میں سورۃ فاتحہ کو ایسا نور کہا گیا ہے جو پہلے کسی نبی کو نہیں عطا کیا گیا۔ (۵)
 3- جس گھر میں سورۃ بقرہ تلاوت کی جاتی ہے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔ (۶)
 4- جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کی تلاوت کرتا ہے اسے جنت میں داخلے سے صرف موت نے روک رکھا ہے۔ (۷)
 5- سوتے وقت آیت الکرسی کی تلاوت کرنے والے پر ساری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر رہتا

(۱) [حسن: الصحیحة (۲۲۴۰) ہدایۃ الزواۃ (۳۷۲/۲) ابو داؤد (۱۴۶۴) کتاب الصلاة: باب استحباب الترتیل فی القراءة * ترمذی (۲۹۱۴) نسائی فی السنن الکبریٰ (۸۰۵۶)]

(۲) [بخاری (۵۰۲۷) کتاب فضائل القرآن: باب خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ * ابو داؤد (۱۴۵۲) ترمذی (۲۹۰۷) نسائی فی السنن الکبریٰ (۸۰۳۷) دارمی (۴۳۷/۲) ابن ماجہ (۲۱۲) عبد الرزاق (۵۹۹۵)

طیالسی (۷۳) ابن حبان (۱۱۸) احمد (۵۷/۱)]
 (۳) [مسلم (۸۱۷) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل من يقوم بالقرآن ویعلمہ وفضل من تعلم

حکمة ابن ماجہ (۲۱۸)]
 (۴) [بخاری (۴۴۷۴) کتاب تفسیر القرآن: باب وسیمت أم الكتاب * ابو داؤد (۱۴۵۸) نسائی (۱۳۹/۲) ابن ماجہ (۳۷۸۵)]

(۵) [مسلم (۸۰۶) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل الفاتحة وخواتیم سورة البقرة * نسائی فی السنن الکبریٰ (۸۰۱۴/۵) وفی عمل الیوم واللیلہ (۷۱۷) طبرانی کبیر (۱۲۲۵۰) ابن حبان (۷۷۸) بغوی فی شرح السنۃ (۱۲۰۰)]

(۶) [مسلم (۷۸۰) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب استحباب صلاة النافلة فی بیتہ وجوازها فی المسجد * ترمذی (۲۸۷۷) نسائی فی السنن الکبریٰ (۸۰۱۵/۵) وفی عمل الیوم واللیلہ (۹۷۱) ابن حبان (۸۷۳) شرح السنۃ للبخاری (۱۱۹۲)]

(۷) [صحیح: الصحیحة (۹۷۲) * (۶۹۷/۲) نسائی (۳۰۶) * (۹۹۲۸) طبرانی کبیر (۱۳۴/۸) مجمع الزوائد (۱۴۸/۲)]

- ہے اور ساری رات شیطان اس کے قریب نہیں آ سکتا۔ (۱)
- 6- ایک حدیث میں آیت الکرسی کو قرآن کی سب سے عظیم آیت قرار دیا گیا ہے۔ (۲)
- 7- جو شخص رات کے وقت سورہ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کرے گا تو یہ اسے (ہر قسم کے نقصان شیطان اور تمام آفات سے بچاؤ کے لیے) کافی ہو جائے گی۔ (۳)
- 8- جو سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرے گا وہ دجال کے فتنے سے بچا لیا جائے گا۔ (۴)
- 9- جو شخص سورہ الملک کی تلاوت کرتا رہا تو یہ سورت اس کے حق میں سفارش کرے گی حتیٰ کہ اسے بخش دیا جائے گا۔ (۵)
- 10- سورہ الاغلاص اجر و ثواب میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (۶)
- 11- ایک آدمی کو سورہ الاغلاص سے بہت محبت تھی اور اس محبت کی وجہ سے وہ اس سورت کو ہر نماز کی قراءت کے اختتام پر پڑھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس سورت سے محبت کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کر دیا۔ (۷)
- 12- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (شیطان سے پناہ مانگنے کے لیے) سورہ الفلق اور سورہ الناس جیسی قرآن میں اور کوئی آیات نہیں۔ (۸)

(۱) [بخاری (۳۲۷۵) (۲۳۱۱) کتاب بدء الخلق: باب صفة إبليس وجنوده، نسائی فی السنن الکبریٰ (۱۰۷۹۵)]

(۲) [مسلم (۸۱۰) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي، ابو داود (۱۴۶۰) تحفة الأشراف (۳۸)]

(۳) [مسلم (۸۰۷) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة والحث على قراءة الآيتين من آخر البقرة، بخاری (۴۰۰۸) ابو داود (۱۳۹۷) ترمذی (۲۸۸۱) نسائی فی السنن الکبریٰ (۸۰۰۳۱۵) ابن مساجة (۱۳۶۸) (۱۳۶۹) دارمی (۱۴۸۷) ابن حبان (۷۸۱) شرح السنة للبخاری (۱۱۹۹) احمد (۱۷۰۶۷)]

(۴) [مسلم (۸۰۹) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي، ابو داود (۴۳۲۳) ترمذی (۲۸۸۶) نسائی فی السنن الکبریٰ (۸۰۲۵) وفي عمل اليوم والليلة (۹۵۵)]

(۵) [حسن: هداية الرواة (۳۸۰/۲) ابو داود (۱۴۰۰) کتاب الصلاة: باب في عدد الآي، ترمذی (۲۸۹۱)]

(۶) [مسلم (۸۱۱) نسائی فی السنن الکبریٰ (۱۰۴۳۷/۶) وفي عمل اليوم والليلة (۷۰۶) دارمی (۳۴۳۱)]

(۷) [بخاری تعليقا (۷۷۴) کتاب الأذان: باب الجهر بقراءة صلاة الفجر، ترمذی (۲۹۰۱)]

(۸) [مسلم (۸۱۴) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل قراءة الموعودتين، ترمذی (۲۹۰۲) نسائی (۹۵۳) وفي السنن الکبریٰ (۸۰۳۰/۵) بیہقی (۳۹۴/۲) دارمی (۳۴۴۱)]

فصل چہارم: پیغمبروں پر ایمان

پیغمبروں پر ایمان

پیغمبروں پر ایمان کا حکم

پیغمبروں پر ایمان دین کے واجبات میں سے ایک واجب اور ارکان ایمان میں سے ایک عظیم رکن ہے۔ جیسا کہ اس کے دلائل ابتدائے باب میں گزر چکے ہیں مزید برآں یہ دلائل بھی پیش نظر رہنے چاہئیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجُورُهُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ [النساء: ۱۵۰-۱۵۱] جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے اور اس کے مین بین کوئی راہ نکالیں۔ یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں، اور کافروں کے لیے ہم نے امانت آمیز و سزاوارت کر رکھی ہے۔ اور جو لوگ اللہ پر اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے، یہ ہیں جنہیں اللہ بڑا ثواب دے گا اور اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کی ایک دعا میں یہ الفاظ مذکور ہیں کہ ﴿وَالْحَسَنَةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالتَّيْبُونُ حَقٌّ ...﴾ "اور جنت برحق ہے، دوزخ برحق ہے اور انبیاء برحق ہیں۔ (۱)

نبی اور رسول میں فرق

لفظ نبی لغت میں انسا سے مشتق ہے اور اس سے مراد ہے "عظیم قائد بے دلی خیر"۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۚ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ﴾ [النبا: ۱-۲] "یہ لوگ کس چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ اس بڑی خبر کے بارے میں۔" اور نبی کو اسی لیے نبی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر لے

(۱) [بخاری (۷۴۹۹) کتاب التوحید: باب قول الله تعالى يُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ]

کراتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق خبر دیتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ لفظ نبی نباوۃ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے ”بلند مقام“۔ اور نبی کو نبی اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا مقام لوگوں میں سب سے بلند ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ [مریم: ۵۷] ”ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھالیا۔“

لفظ رسول لغت میں ارسال سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے ”بھیجنا“۔ اللہ تعالیٰ نے ملکہ سبا کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ﴿وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاطِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ﴾ [النمل: ۳۵] ”میں انہیں ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں، پھر دیکھ لوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔“

نبی اور رسول میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ رسول اس پیغمبر کو کہل جلتا ہے جس پر نئی شریعت اور نئی کتاب نازل ہو اور نبی اس ہستی کو کہا جاتا ہے جس پر وحی تو نازل ہوتی ہو مگر وہ کوئی نئی شریعت نہ لائے بلکہ وہ پہلی شریعت اور کتاب کو ہی برقرار رکھے اور اسی کے مطابق لوگوں کو تبلیغ کرے۔ بالفاظ دیگر نبوت رسالت سے زیادہ عام ہے لہذا ہر رسول نبی بھی ہو گا مگر ہر نبی رسول نہیں۔ (واللہ اعلم) (۱)

پیغمبروں پر ایمان کا مفہوم

پیغمبروں پر ایمان سے مراد ہر اس خبر پر پختہ طور پر اعتقاد رکھنا ہے جو ان کے متعلق قرآن و سنت میں اجمالاً تفصیلاً موجود ہے۔

۴۱ اجمالاً پیغمبروں پر ایمان یہ ہے کہ

۴۲ پختہ طور پر اس بات کی تصدیق کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں رسول بھیجا تھا جو انہیں اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت اور غیر اللہ کی عبادت کے انکار کی دعوت دیتا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ [النحل: ۳۶] ”اور بے شک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (تاکہ وہ انہیں یہ دعوت دے) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔“

۴۳ اس بات کی تصدیق کہ تمام پیغمبر سچے، نیک، ہدایت یافتہ، معزز، متقی اور امین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ﴾ [یس: ۵۲] ”یہی ہے جس کا وعدہ رحمن نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ کہہ دیا تھا۔“ اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ایک گروہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ﴿وَمَنْ أَتَابَهُمْ وَذُرِّيَّتَهُمْ وَإِخْوَانَهُمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي

(۱) [شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز الحنفی (ص: ۱۶۷) النبوات (ص: ۲۲۵) اصول الدین (ص: ۱۵۴) محبة الرسول بين الاتباع (ص: ۱۵۰)]

بِسْمِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ﴿[الأنعام : ۸۷-۸۸]﴾ اور نیز ان کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو اور ہم نے ان کو مقبول بنایا اور ہم نے ان کو زاہد راست کی ہدایت کی۔ اللہ کی ہدایت ہی ہے جس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کی ہدایت کرتا ہے۔

✽ اس بات کی پختہ تصدیق کہ تمام پیغمبر حق پر تھے اور اپنے رب کی طرف سے واضح دلائل لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا قول نقل فرمایا ہے کہ ﴿لَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلٌ بِالْحَقِّ﴾ [الاعراف : ۳۲] ”یقیناً ہمارے رب کے پیغمبر حق لے کر آئے۔“ اور فرمایا کہ ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ [الحديد : ۲۵] ”یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو واضح دلائل دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔“

✽ یہ اعتقاد کہ تمام پیغمبر ایک ہی دعوت (دعوتِ توحید) لے کر آئے، اللہ تعالیٰ ان کی شریعتیں مختلف تھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ [الانبیاء : ۲۵] ”اور تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود و برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔“ اور فرمایا کہ ﴿لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ [المائدة : ۴۸] ”تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک شریعت (دستور) اور راہ مقرر کر دی ہے۔“

✽ اس بات کی تصدیق کہ پیغمبروں کو جو بھی پیغام دے کر بھیجا گیا تھا انہوں نے پورے کا پورا آگے پہنچا دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لِيَعْلَمَ أَنَّ قَدْ أَتْلَفُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَخَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾ [الحج : ۲۸] ”تاکہ ان کے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے کا علم ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ان کے آس پاس (کی تمام چیزوں) کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کی گنتی کا شمار کر رکھا ہے۔“ اور فرمایا کہ ﴿رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لَعَلَّ النَّاسَ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ [النساء : ۱۶۵] ”ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوشخبریاں دینے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی جھٹ اور انحراف رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رد نہ جائے۔“

✽ اس بات کا یقین کہ تمام پیغمبر اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور بشر ہیں، ان میں ربوبیت کی کوئی خصوصیت موجود نہیں، وہ تو صرف اللہ کے بندے ہیں جنہیں اس نے شرف رسالت عطا فرما کر عزت بخشی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن لَّحْنٌ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ [ابراہیم : ۱۱] ”ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ یہ تو ج ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ایسے

بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے متعلق ذکر فرمایا کہ انہوں نے کہا ﴿وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ﴾ [ہود: ۳۱] ”میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، (سنو!) میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔“ اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ ﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ﴾ [الانعام: ۵۰] ”آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی پیروی کرتا ہوں۔“

✽ یہ اعتقاد کہ پیغمبر درجہ جات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَلِكُ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ﴾ [البقرة: ۲۵۳] ”یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی ہے اور بعض کے درجے بلند کئے ہیں۔“

✽ اس بات پر یقین بھی واجب ہے کہ تمام پیغمبروں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید و حمایت کی جاتی ہے اور آخرت کا اچھا انجام پیغمبروں اور ان کے پیروکاروں کے لیے ہی ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لَآلِهَتِهِمْ﴾ [غافر: ۵۱] ”یقیناً ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی مدد دنیا کی زندگی میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔“

□ پیغمبروں کے متعلق مذکورہ بالا اور دیگر اُن تمام امور پر ایمان واجب ہے جن کا ذکر کتاب و سنت میں علی وجہ العموم ہوا ہے۔

« تفصیلاً پیغمبروں پر ایمان یہ ہے کہہ

کتاب و سنت میں جن پیغمبروں کے بھی بطور خاص اسماء و صفات اور فضائل و خصائص ذکر ہوئے ہیں ان پر کامل طور پر اعتقاد رکھا جائے۔ قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں ایک پیغمبر بھیجا^(۱) اور ایک دوسری جگہ ہے کہ ان میں سے کچھ کا ذکر تو رسول اللہ ﷺ پر کیا گیا ہے اور کچھ کا نہیں^(۲) اور ایک روایت میں نبی کریم ﷺ

(۱) [النحل: ۳۶]

(۲) [غافر: ۷۸]

نے تمام پیغمبروں کی تعداد 1 لاکھ 24 ہزار بیان فرمائی ہے۔ (۱)

قرآن کریم میں 25 انبیاء و رسل کے نام ذکر ہوئے ہیں، ان میں سے اٹھارہ کا ذکر ان آیات میں ایک ہی جگہ ہے ﴿وَرَدَّكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قُلُوبِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَن نَّشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلًّا مِّن الصَّالِحِينَ ۝ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيُوسُفَ وَكَوْلًا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ [الانعام: ۸۳-۸۶] ”اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی، ہم جس کو چاہتے ہیں خیراتوں میں بڑھا دیتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب بڑا حکمت والا علم والا ہے۔ اور ہم نے ان کو اخلاق دیا اور یعقوب، ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوح کو ہدایت کی اور ان کی اولاد میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ اور (نیز) اسماعیل کو اور یسح کو اور یونس کو اور لوط کو اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی۔“ اور باقی سات (ہود (۲)، صالح (۳)، شعیب (۴)، آدم (۵)، ادریس، ذوالکفل (۶) اور محمد (۷) کا ذکر مختلف مقامات پر ہے۔ ان تمام انبیاء و رسل پر تفصیلی طور پر ایمان لانا اور ان میں سے ہر ایک کی نبوت و رسالت کا اسی طرح اقرار کرنا جیسے اللہ اور اس کے رسول نے خبر دی ہے، واجب ہے۔

اسی طرح پیغمبروں کے اُن فضائل و خصائص کی صحت کا اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے جن پر کتاب و سنت کی نصوص دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا، جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿وَ اتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ [النساء: ۱۲۵] اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی اپنا خلیل بنایا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ

(۱) [صحيح: المشكاة (5737)]

(۲) [الاعراف: ۶۵]

(۳) [الاعراف: ۷۳]

(۴) [الاعراف: ۸۵]

(۵) [آل عمران: ۳۳]

(۶) [الانبیاء: ۸۵]

(۷) [الفتح: ۲۹]

اتَّخَذْنِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ﴿١﴾، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ ﷺ سے کلام فرمایا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾ [النساء: ۱۶۴]، پہاڑوں اور پرندوں کو داود علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا وہ ان کے ساتھ شیخ بیان کرتے تھے، جیسا کہ فرمایا ﴿وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ﴾ [الانبیاء: ۷۹]، اور داود علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کر دیا، جیسا کہ ارشاد ہے کہ ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا بَقْلًا يَأْتِي الْجِبَالَ أُتْبَىٰ مَعَهُ الطَّيْرُ وَالنَّارُ الْحَدِيدُ﴾ [سبا: ۱۰]، سلیمان علیہ السلام کے لیے ہواؤں کو مسخر کر دیا وہ ان کے حکم کے مطابق چلتی تھیں اور جنوں کو ان کے تابع کر دیا وہ ان کی مشا کے مطابق کام کیا کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد ہے کہ ﴿وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحُ غَدُوُّهَا شَهْرٌ وَزَوَّاجُهَا شَهْرٌ وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ إِذِ ابْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْفُتُورُ﴾ [سبا: ۱۲]، اسی طرح سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں بھی سکھادیں، جیسا کہ فرمایا ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنَطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ [النمل: ۱۶]۔

پیغمبروں پر تفصیلاً ایمان میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن پیغمبروں اور ان کی قوموں کے قصے ذکر فرمائے ہیں ان پر من و عن ایمان رکھا جائے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ، ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ، یونس علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ، یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ، اسی طرح نوح، ہود، صالح، شعیب، لوط علیہم السلام اور ان کی قوموں کے قصے وغیرہ۔ نیز انبیاء کے جو قصے احادیث میں بیان ہوئے ہیں ان پر ایمان لانا بھی بعینہ واجب ہے۔

انسانوں پر انبیاء کے حقوق

⊗ اس بات کی تصدیق کرنا کہ تمام پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں، ان کی لائی ہوئی تعلیمات برحق ہیں، ان تمام نے اپنے رب کا دیا ہوا پیغام پورا پورا اپنی امتوں تک پہنچا دیا اور ان میں سے کسی میں بھی تفریق درست نہیں۔ (۲) نیز اس بات کی معرفت بھی ضروری ہے کہ محمد ﷺ کی بعثت کے بعد کسی بھی پیغمبر کی اتباع جائز نہیں کیونکہ آپ ﷺ کی شریعت نے سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے۔ (۳)

⊗ تمام پیغمبروں سے محبت کرنا اور ان سے بغض و عداوت نہ رکھنا، کیونکہ پیغمبر کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بزرگ

(۱) [مسلم (۵۳۶) کتاب المساجد: باب النہی عن بناء المساجد علی القبور]

(۲) [النساء: ۶۴ - المائدہ: ۹۲ - النساء: ۱۵۰، ۱۵۱]

(۳) [آل عمران: ۸۵ - م: ۲۸ - الاعراف: ۱۵۸]

ترین بندے ہیں اور جو بھی ان سے دشمنی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ان سے دشمنی رکھتا ہے۔ (۱)

❊ یہ عقیدہ رکھنا کہ پیغمبر انسانوں میں سب سے افضل ہوتے ہیں، مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کے چنیدہ بندے ہوتے ہیں اور وہ تمام جہانوں سے افضل ہیں، فرمایا ﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ﴾ [الحج: ۷۵] اور ایک دوسری جگہ فرمایا ﴿وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ [الانعام: ۸۶]۔

❊ یہ عقیدہ رکھنا کہ تمام پیغمبر ایک درجہ کے نہیں بلکہ ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ (۲)

❊ پیغمبروں پر صلاۃ و سلام بھیجتے رہنا قرآن میں ہے کہ ﴿وَسَلَامٌ عَلَيَّ الْمُرْسَلِينَ﴾ [الصافات: ۱۸۱] ”پیغمبروں پر سلام ہے۔“ کیونکہ انہوں نے اللہ کا پیغام اہل دنیا کی طرف پہنچایا، جس پر یقیناً وہ سلام و تحریک کے مستحق ہیں (۳)۔ امام نوویؒ نے علماء کا اجماع نقل فرمایا ہے کہ تمام پیغمبروں پر سلام بھیجنا جائز و مستحب ہے۔ (۴)

اولو العزم پیغمبر

اولو العزم یعنی حزم و صبر والے پیغمبر۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرْنَا صَبْرًا وَلَوْ الْعَزْمُ مِنَ الرُّسُلِ﴾ [الاحقاف: ۳۵] ”میں (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسا اولو العزم پیغمبروں نے صبر کیا۔“ اولو العزم پیغمبروں کے متعلق زیادہ مشہور قول یہی ہے کہ وہ پانچ ہیں نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ (۵)۔

قرآن کریم میں دو مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں کا اظہار کر فرمایا ہے۔ سورۃ احزاب میں فرمایا ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ نُوْحٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا﴾ [الاحزاب: ۷] ”جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور (بالخصوص) آپ (ﷺ) سے اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کے بیٹے عیسیٰ (ﷺ) سے اور ہم نے ان سے (پکا اور) پختہ عہد لیا۔“

اور سورۃ شوریٰ میں فرمایا ﴿سَرَّعَ لَكُمْ مِنَ الَّذِينَ مَاتُوا وَصَّيَّ بِهِ نُوْحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا

(۱) [المائدة: ۵۶، التوبة: ۷۱، البقرة: ۹۸]

(۲) [البقرة: ۲۵۳]

(۳) [تفسير احسن البيان (ص: ۱۲۷۱)]

(۴) [كما في اصول الايمان في ضوء الكتاب والسنة (ص: ۲۱۹)]

(۵) [تفسير ابن كثير (۳۰۵/۷)]

وَصَيَّنَّا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ﴿١٣﴾ [الشورى: ١٣] ”(اے محمدؐ) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور نوح (بذرعیہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دیا ہے اور جس کا تاکید حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔“

اولوالعزم پیغمبروں میں افضل ترین پیغمبر

اولوالعزم پیغمبروں میں محمد ﷺ سب سے افضل ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿أَنَا سَيِّدُ أَدَمَ﴾ ”میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔“ (۱)
 (فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز الراحقی) اس بات پر ایمان ضروری ہے کہ محمد ﷺ انبیاء میں سب سے افضل ہیں۔ (۲)
 (شیخ محمد بن عبدالوہاب) سطح زمین پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمد ﷺ سے افضل کوئی بندہ نہیں۔ (۳)
 (شیخ عبدالرزاق بن عبدالحسن البدر) پیغمبروں میں افضل اولوالعزم پیغمبر ہیں اور اولوالعزم پیغمبروں میں افضل، سب کے امام اور سب سے بہتر محمد ﷺ ہیں۔ (۴)
 (شیخ سعید بن علی التھمالی) یہ بات معلوم ہے کہ ہمارے نبی (محمد ﷺ) انبیاء میں سے افضل و اکمل ہیں۔ (۵)
 نبی کریم ﷺ کے خصائص

① محمد ﷺ کی رسالت و قیامت جن و انس سب کے لیے عام ہے، اب سب کی نجات صرف آپ ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کی اتباع میں ہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ [سبا: ۲۸] ”ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“ اور فرمایا ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ [الفرقان: ۱] ”بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام جہان والوں کے لیے آگاہ کرنے والا

(۱) [مسلم (۲۲۷۸) کتاب الفضائل: باب تفضیل نبینا علی جمیع الخلائق، ابو داؤد (۴۶۷۳) کتاب السنۃ: باب فی التخییر بین الانبیاء، ابن ماجہ (۴۳۰۸) کتاب الزہد: باب ذکر الشفاعۃ، ترمذی (۳۱۴۸) کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ بنی اسرائیل، صحیح الجامع الصغیر (۱۴۶۷)]

(۲) [شرح العقیدۃ الطحاوی (ص: ۶۰)]

(۳) [الرسائل الشخصیۃ (ص: ۲۷)]

(۴) [تذکرۃ الموتی شرح عقیدۃ الحافظ عبد الغنی المقدسی (ص: ۳۴۱)]

(۵) [نور السنۃ وظلمات البدعۃ (ص: ۵۰)]

بن جائے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جہان والوں سے مراد جن و انس ہیں۔ (۱)
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے چھ خصائص کی بنا پر دیگر انبیاء پر تفصیلت
 دی گئی ہے، (ان میں سے ایک آپ ﷺ نے یہ خصوصیت بیان فرمائی کہ) ﴿أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَمَاةً﴾ ”مجھے
 ساری مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔“ (۲) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿وَالَّذِي
 نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا تَسْمَعُ بِيْ أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَمَةِ يَهْزُدِيْ وَلَا تَصْرَأُنِيْ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ
 بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ﴾ ”قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے!
 اس امت کا جو کوئی بھی یہودی یا نصرانی میری خبر سن لے (یعنی میری نبوت و رسالت کی دعوت اس تک پہنچ جائے)
 اور پھر وہ مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ ضرور دوزخیوں میں ہوگا۔“ (۳)

① نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّمَا كَانَ مَوْحَدًا أَبْنَا أَحَدٍ مِّنْ
 رَّبِّكَ إِلَهُكُمْ وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ تَعَالَى اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿[الاحزاب: ۴۰]
 ”(لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں، لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے
 ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے۔“ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ((فَلِهَذِهِ الْآيَةُ
 نَصْرٌ فِيْ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ)) ”یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔“ (۴)
 تفسیر احسن البیان میں ہے کہ ”خَبَاتَمٌ“ مہر کو کہتے ہیں اور مہر آخری عمل کوئی کہا جاتا ہے، یعنی آپ ﷺ پر
 نبوت و رسالت کا خاتمہ کر دیا گیا، آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ نبی نہیں کذاب و دجال ہوگا۔
 احادیث میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ قیامت کے
 قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، جو صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے، تو وہ نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں
 گے بلکہ نبی ﷺ کے امتی بن کر آئیں گے، اس لیے ان کا نزول عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ (۵)

(۱) [تفسیر بغوی (۶/۶۹۶)]

(۲) [مسلم (۵۲۳) کتاب النماذج ومواضع الصلاة: باب دلائل النبوة للبيهقي (۸۸۱/۶) مستخرج ابو
 عوانة (۹۱۲) مسند ابو يعلى (۶۳۶۰) صحيح ابن حبان (۲۳۵۴) مشكل الآثار للطحاوي (۱۳/۳)
 ترمذی (۱۶۴۰) مسند احمد (۹۵۷۶)]

(۳) [مسلم (۱۵۳) کتاب الايمان: باب وجوب الايمان برسالة نبينا محمد الى جميع الناس: مسند احمد
 (۸۸۴۱) مستخرج ابو عوانة (۲۵۴/۱)]

(۴) [تفسیر ابن کثیر (۴۲۸/۶)]

(۵) [تفسیر احسن البیان (ص: ۱۱۸۲-۱۱۸۳)]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ لِيَ وَمَنْ لِيَ الْأَنْبِيَاءُ كَمَنْ لِيَ فَصَبْرُ أَحْسَنُ بُنْيَانُهُ تَرَكْ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبَنَةِ فُطَافٍ بِهِ النَّظَارُ يَتَعَجُّبُونَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهِ إِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبَنَةِ فَكُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبَنَةِ خَتَمَ بَنِي النَّبِيَّانِ وَخَتَمَ بَنِي الرُّسُلِ - وَفِي رِوَايَةٍ: فَأَنَا اللَّبَنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ﴾ ”میری مثال اور دوسرے نبیوں کی مثال نہایت ہی اعلیٰ تعمیر شدہ محل کی سی ہے، جس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ اس کو دیکھنے والے اس کے ارد گرد گھومتے رہے۔ اس عمارت کے حسن کو دیکھ کر عرش عرش کراٹھتے۔ سوائے اس اینٹ کی خالی جگہ کے۔ چنانچہ میں نے اس اینٹ کے خلا کو پر کر دیا۔ مجھ پر اس عمارت کی تکمیل ہوئی اور رسولوں کا سلسلہ بھی مجھ پر ہی ختم ہوا۔“ دوسری روایت میں ہے کہ ”میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔“ (۱)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي﴾ ”عقرب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ (۲)

⑤ اللہ تعالیٰ نے سب سے عظیم معجزہ ”قرآن کریم“ آپ ﷺ کو عطا فرمایا، جو اللہ تعالیٰ کا تعمیر و تبدیلی سے محفوظ کلام اور ناقیامت لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے باقی رہنے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قُلْ الْإِنْسُ اجْتَمَعَتْ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ [الاسراء: ۸۸] ”کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَا مِنْ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَأَنَا كَانَ الَّذِي أُؤْتِيتُ وَخَبَأَ أَوْحَى اللَّهُ إِلَيَّ فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ”انبیاء کرام میں سے جو نبی بھی گزر اس کو جس قدر معجزات دیئے گئے اسی قدر اس پر لوگ ایمان لاتے۔ خوش ہو جاؤ جو معجزہ مجھے عطا کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے، جو مجھ پر نازل کیا گیا ہے اور

(۱) [بخاری (۳۵۳۵) کتاب المناقب: باب خاتم النبیین، مسلم (۲۲۸۶) کتاب الفضائل: باب ذکر کونہ خاتم النبیین]

(۲) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۱۷۷۳) المشکاۃ (۵۴۰۶) ابو داؤد (۴۱۵۲) کتاب الفتن والملاحم: باب ذکر الفتن دلائلہا]

مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن اس پر سب سے زیادہ ایمان لانے والے ہوں گے۔“ (۱)

⑤ امت محمد (ﷺ) کو ساری امتوں میں بہترین قرار دیا گیا ہے اور وہی سب سے زیادہ تعداد میں جنت میں جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [آل عمران: ۱۱۰] ”تم، بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیرا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔“ فرمان نبوی ہے کہ ﴿إِنَّكُمْ تَعْمَدُونَ سَبْعِينَ أُمَّةً أَنْتُمْ تَنْصِرُهَا وَتُحَرِّمُهَا عَلَى اللَّهِ﴾ ”بلاشبہ تم ستر (70) امتوں کی تکمیل کرو گے، تم ان میں اللہ کے ہاں سب سے بہترین اور سب سے معزز ہو۔“ (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُفْرَغُ بِأَبِ الْخَنَّةِ﴾ ”روزِ قیامت میرے پیروکاروں کی تعداد تمام انبیاء کے پیروکاروں سے زیادہ ہوگی اور جنت کے دروازے کو جو سب سے پہلے کھٹکھٹائے گا وہ میں ہی ہوں گا۔“ (۳) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے متعلق فرمایا ﴿وَالَّذِي نَفْسِي مَحْمُودٌ بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْخَنَّةِ﴾ ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدی جان ہے بلاشبہ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا نصف ہو گے۔“ (۴)

⑤ نبی کریم ﷺ روزِ قیامت اولادِ آدم کے سردار ہوں گے۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ”میں روزِ قیامت اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔“ (۵) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْخَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ﴾

(۱) [بخاری (۴۹۸۱) کتاب فضائل القرآن: باب کیف نزل الوحي وأول ما نزل، مسلم (۱۵۲) کتاب

الایمان: باب وجوب الايمان برسالة نبينا محمد الى جميع الناس، دلائل النبوة للبيهقي (۲۰۳/۸)

مستخرج ابو عوانة (۲۴۴) مستند احمد (۸۷۱۵)]

(۲) [حسن: صحيح الجامع الصغير (۲۴۰۱) ترمذی (۳۰۰۱) کتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة آل

عمران، المشكاة (۶۲۸۵)]

(۳) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (۱۴۵۰) المشكاة (۵۷۴۲)]

(۴) [بخاری (۶۵۲۸) کتاب الترقی: باب کیف الحشر، مسلم (۲۲۱) کتاب الايمان: باب كون هذه الامة

نصف أهل الجنة]

(۵) [مسلم (۲۲۷۸) کتاب الفضائل: باب تفصيل نبينا على جميع الخلائق، ابو داود (۴۶۷۳) کتاب السنة:

باب فی التخيير بين الانبياء، ابن ماجه (۴۳۰۸) کتاب الزهد: باب ذكر الشفاعة، ترمذی (۳۱۴۸)

کتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة بني اسرائيل، صحيح الجامع الصغير (۱۴۶۷)]

”میں روز قیامت لوگوں کا سرور ہوں گا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہہ رہا اور روز قیامت سب سے پہلے میں ہی جنت میں داخل ہوں گا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہہ رہا۔“ (۱)

⑤ روز قیامت آپ ﷺ ہی لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْمُومًا﴾ [الاسراء: ۷۹] ”عقرب آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔“ مقام محمود وہ مقام ہے جو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو عطا فرمائے گا اور اس مقام پر ہی آپ ﷺ وہ شفاعت عظمیٰ فرمائیں گے جس کے بعد لوگوں کا حساب کتاب ہوگا۔ (۲) ایک طویل حدیث میں ہے کہ روز قیامت لوگ آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبروں کے پاس شفاعت کے لیے آئیں گے مگر وہ سب انکار کر دیں گے، بالآخر لوگ محمد ﷺ کے پاس آئیں گے اور پھر آپ ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ (۳) آپ ﷺ کا ایک فرمان یوں ہے کہ ﴿أَعْطَيْتُ الشَّفَاعَةَ وَلَمْ يُعْطَ نَبِيٌّ قَبْلِي﴾ ”مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی۔“ (۴)

⑥ روز قیامت لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) آپ ﷺ نے ہی اٹھایا ہوا ہوگا اور تمام لوگ آپ ﷺ کے اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ جیسا کہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿وَيَبْدِئُ لَوَاءَ الْحَمْدِ وَلَا فُخْرَ﴾ ”لواء الحمد میرے ہی ہاتھ ہوگا اور اس میں کوئی فخر نہیں۔“ (۵)

◀ نبی کریم ﷺ کے مزید چند خصائص یہ ہیں:

- 1- اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام پیغمبروں سے آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی حمایت و تائید کرنے کا عہد لیا تھا۔
- 2- اہل کتاب کے پاس آپ ﷺ کی آمد کا مکمل علم تھا۔
- 3- آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام ابھی اپنی مٹی میں تھے۔
- 4- آپ ﷺ تمام نبیوں سے زیادہ اپنی امت سے محبت کرنے والے تھے۔

(۱) [السلسلة الصحيحة (۱۵۷۱) مسند احمد (۱۴۴/۳) دارمی (۵۳)]

(۲) [تفسير أحسن البيان (صفحة: ۷۸۹)]

(۳) [بخاری (۳۳۴۰) کتاب احادیث الانبياء: باب قول الله تعالى انا ارسلنا نوحا الى قومه، مسلم (۱۹۳)]

کتاب الايمان: باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها]

(۴) [صحيح: صحيح نسائي، نسائي (۴۳۲) کتاب الغسل والتميم: باب التيمم بالصعيد]

(۵) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (۱۴۶۸) ابن ماجه (۴۳۰۸) کتاب الزهد: باب ذكر الشفاعة، ترمذی

(۳۱۴۸) کتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة بنی اسرائیل]

- 5- آپ ﷺ کی از دارج مطہرات لوگوں کی مائیں ہیں۔
- 6- آپ ﷺ کو مبعوث فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان فرمایا ہے۔
- 7- آپ ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔
- 8- آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا ہے۔
- 9- آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے۔
- 10- اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ اور آپ ﷺ کے شہر مبارک کی قسم اٹھائی ہے۔
- 11- اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نور ہدایت بنایا ہے۔
- 12- آپ ﷺ پر صلاۃ و سلام کو قیامت جاری کر دیا گیا ہے۔
- 13- آپ ﷺ کو معراج کی صورت میں آسمانوں کی سیر کرائی گئی ہے۔
- 14- آپ ﷺ کو عظیم معجزات عطا فرمائے گئے ہیں۔
- 15- آپ ﷺ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے گئے ہیں۔
- 16- آپ ﷺ کی پیش کی ہوئی دعوت کو قیامت تک مؤخر کر دیا گیا ہے۔
- 17- آپ ﷺ کو جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں۔
- 18- آپ ﷺ کو زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں۔
- 19- آپ ﷺ کے ساتھی جن کو آپ کے تابع کر دیا گیا ہے۔
- 20- ایک ماہ کی مسافت پر آپ ﷺ کے دشمنوں پر آپ کا رعب ڈالا گیا ہے۔
- 21- بیت المقدس میں آپ ﷺ کو سابقہ تمام انبیاء کی امامت کا شرف عطا فرمایا گیا۔
- 22- آپ ﷺ کے زمانے کو نبی آدم کا سب سے بہترین زمانہ قرار دیا گیا ہے۔
- 23- آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت بنائی گئی تھی۔
- 24- آپ ﷺ کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا گیا۔
- 25- روز قیامت سب سے پہلے آپ ﷺ کو ہی اٹھایا جائے گا۔
- 26- سب سے پہلے آپ ﷺ ہی جنت کا دروازہ کھٹکنا میں گئے اور جنت میں داخل ہوں گے۔
- 27- آپ ﷺ کو خوش کوثر اور مقام محمود عطا کیا جائے گا۔
- 28- آپ ﷺ کے پیروکار سب سے زیادہ تعداد میں ہوں گے۔

29۔ آپ ﷺ پر رقیہ مت سید الاولین والآخرین ہوں گے۔

30۔ آپ ﷺ کی امت کے بہت سے افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ (۱)

نبی کریم ﷺ کے حقوق

امت پر نبی کریم ﷺ کے بہت زیادہ حقوق ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر تو سابقہ اوراق میں ”انسانوں پر انبیاء کے حقوق“ کے عنوان کے تحت ہو چکا ہے، البتہ یہاں آپ ﷺ کے چند خصوصی حقوق ذکر کیے جا رہے ہیں۔

① امت پر آپ ﷺ کا پہلا حق یہ ہے کہ تفصیلی طور پر آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لایا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ آپ کی رسالت نے سابقہ تمام رسالتوں کو منسوخ کر دیا ہے۔ پھر اس کا تقاضا پورا کیا جائے یعنی آپ ﷺ نے جو بھی خبر دی ہے اس کی تصدیق کی جائے، آپ ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے، آپ ﷺ کے ہر منع کردہ کام سے بچا جائے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی طریقے سے کی جائے جو آپ ﷺ نے سکھایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا﴾ [التغابن: ۸] ”تم اللہ، اس کے رسول اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا۔“ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ [الحشر: ۷] ”اور رسول تمہیں جو کچھ دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔“ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”مجھے اس وقت تک لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ یہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“ (۲)

۲) اس بات پر پختہ ایمان کہ رسول ﷺ نے اللہ کا پیغام کامل طریقے سے پہنچا دیا اور امانت کو ادا کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَانْتَمَتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [المائدة: ۳] ”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔“ اور حدیث میں ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر تمام صحابہ نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ ﴿نَشْهَدُ أَنْكَ قَدْ بَلَغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ﴾ ”ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ نے (اپنے رب کا پیغام) پہنچا دیا اور (امانت کو) ادا کر دیا اور (امت کی) خیر خواہی کر دی۔“ یہ سن کر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف

(١) [حاشية موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ (١٤/٢-١٦)]

(٢) [بخاري (٢٥) كتاب الايمان : باب ذنابوا واقاموا الصلاة ، مسلم (٢٢) كتاب الايمان : باب الامر

بِقِتَالِ الْإِنْسَانِ حَتَّىٰ يَمُوتُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ]

انہی اٹھا کرتیں مرتبہ کہا ”اے اللہ! گواہ رہنا۔“ (۱)

⑤ نبی کریم ﷺ سے محبت کرنا اور ساری مخلوق حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ آپ سے محبت رکھنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [التوبة: ۲۴] ”آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کھانے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا۔“ امام قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ ”یہ آیت اللہ تعالیٰ اور ان کے (محبوب) رسول اللہ ﷺ کی محبت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ ان کی محبت ہر محبوب کی محبت پر غالب ہو۔“ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ ”کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ (۳) حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللَّهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الْآنَ يَا عُمَرُ﴾ ”ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے پیارے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اللہ کی قسم! میں اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ

(۱) [مسلم (۱۴۱۸) کتاب الحج: باب حجة النبی]

(۲) [تفسیر قرطبی۔ (۹۵/۸)]

(۳) [بخاری (۱۵) کتاب الایمان: باب حب الرسول من الایمان، مسلم (۱۵۱) کتاب الایمان: باب وجوب

بیارے ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا، اے عرب! بات نبی ہے۔“ (۱)
 ⑤ نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزُّوهٗ وَتُوقِّرُوهُ﴾ [الفتح: ۹] ”(ہم نے آپ ﷺ کو خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا) تاکہ (اے مسلمانو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔“

آپ ﷺ کی تعظیم میں ایک کام تو یہ شامل ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے اپنی آوازیں بلند نہ کی جائیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغْضَوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلنَّفْيِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ [الحجرات: ۲-۳] ”اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ اس سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے۔“

دوسرے یہ کہ آپ ﷺ کے لیے کوئی بھی غلط لفظ استعمال نہ کیا جائے (جیسے ”عشق“ وغیرہ کیونکہ یہ لفظ کتاب و سنت میں تو کہیں استعمال نہیں ہوا البتہ کافر اور ان کی مشابہت کرنے والے اسے ضرور استعمال کرتے ہیں) اور جب بھی آپ ﷺ کو پکارا جائے انتہائی ادب و احترام کے ساتھ پکارا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [البقرة: ۱۰۴] ”اے ایمان والو! تم (نبی ﷺ کو) راعنا نہ کہا کرو بلکہ انظرنا کہو یعنی ہماری طرف دیکھئے اور سنتے رہا کرو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

اور یہ بھی کہ آپ ﷺ کی بتائی ہوئی تعلیمات سے آگے مت بڑھا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [الحجرات: ۱] ”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا ہے۔“

نیز آپ ﷺ کی تعظیم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ ﷺ کی بات کے مقابلے میں کسی نبی، ولی اور امام

کی بات کو ترجیح نہ دی جائے۔ جیسا کہ ایک طویل روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر موسیٰ علیہ السلام فرمیں ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔“ (۱)

⑤ نبی کریم ﷺ پر بکثرت صلاۃ و سلام بھیجا تا ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَإِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [الاحزاب: ۵۶] ”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور اچھی طرح سلام بھی بھیجے رہا کرو۔“ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا آپ ﷺ پر رحمت نازل کرنا ہے اور فرشتوں کا آپ ﷺ پر درود بھیجنا آپ ﷺ کے لیے رحمت کی دعا کرنا ہے۔ (۲) اس بات کی تائید ایک صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ (۳)

حدیث نبوی ہے کہ ”اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میزاد کر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔“ (۴) ایک حدیث میں ہے کہ ”وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا (نام) ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔“ (۵) ایک اور روایت میں ہے کہ ”جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کی دس غلطیاں معاف ہو جاتی ہیں اور اس کے دس درجات بلند ہو جاتے ہیں۔“ (۶)

⑥ اُن تمام مناقب و فضائل اور خصائص کا اقرار کرنا جو آپ ﷺ کے حق میں ثابت ہیں (جن میں سے کچھ کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے)، انہیں دوسروں تک پہنچانا اور بچوں کو ان کی تعلیم دینا۔

(۱) [حسن: رواہ الدارمی کما فی مشکاة (۱۹۴)]

(۲) [تفسیر احکام القرآن (۴۶۷/۳)]

(۳) [بخاری (۴۴۵) کتاب الصلاة: باب الحدث فی المسح]

(۴) [حسن صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۳۵۴۵) کتاب الدعوات: باب قول رسول اللہ رغم انف رجل، صحیح الجامع الصغیر (۳۵۱۰) صحیح الترغیب (۱۶۸۰) کتاب الذکر والدعاء: باب الترغیب فی اکتار الصلاة علی النبی]

(۵) [صحیح: صحیح الترغیب والترہیب (۱۶۸۳) کتاب الذکر والدعاء: باب الترغیب فی اکتار الصلاة علی النبی، ترمذی (۳۵۴۶) کتاب الدعوات: باب قول رسول اللہ رغم انف رجل، نیسانی فی عمل الیوم واللیلہ (۵۶) مسند احمد (۲۰۱/۱) صحیح ابن حبان (۹۰۹) مستدرک حاکم (۵۴۹/۱) امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ سلیم ہلالی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔]

(۶) [صحیح: ہذایہ الرواة (۸۸۲) (۱۵۱/۱) نیسانی (۱۲۹۷) کتاب السہو: باب الفضل فی الصلاة علی النبی، صحیح الجامع الصغیر (۶۳۵۹) صحیح الترغیب (۱۶۵۷) کتاب الذکر والدعاء: باب الترغیب فی اکتار الصلاة علی النبی، مسند احمد (۱۰۲/۳) نیسانی فی عمل الیوم واللیلہ (۶۲) صحیح ابن حبان (۹۰۱) مستدرک حاکم (۵۵۰/۱)]

۵ نبی کریم ﷺ کی ذات میں غلو نہ کیا جائے (۱) آپ ﷺ کو صرف اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ [الکہف: ۱۱۰] ”آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔ ہاں میری طرف وحی کی جاتی ہے۔“ اور فرمایا کہ ﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنَّا تَعَيُّنُ إِلَّا مَا يُوْحَىٰ﴾ [الانعام: ۵۰] ”آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی پیروی کرتا ہوں۔“ ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ۚ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾ [الزمر: ۳۰-۳۱] ”(اے پیغمبر!) یقیناً خود آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں پھر تم سب کے سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھکڑو گے۔“

ایک فرمان نبویوں کے ہے کہ ﴿لَا تُظْهِرُوا بَيْنِي كَمَا أَطْرَبَ النَّصَارَىٰ ابْنُ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ﴾ ”میرزا تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا تھا۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں تم بھی مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔“ (۲) ایک مرتبہ کسی صحابی نے آپ ﷺ کو ان الفاظ میں مخاطب کیا کہ یا مُحَمَّد! یا سَيِّدُنَا وَاِبْنَ سَيِّدِنَا وَخَيْرُنَا وَابْنَ خَيْرِنَا ”یعنی اے محمد (ﷺ)! اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! اے ہم میں سب سے افضل اور سب سے افضل کے بیٹے!“ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ لَا يَسْتَفْهِرُ بَيْنَكُمْ الشَّيْطَانُ إِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَنُ عَبْدِ اللَّهِ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَاللَّهُ مَا أَحْبَبَ أَنْ تَرْفَعُونَنِي فَوْقَ مَنَزَلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِي اللَّهُ﴾ ”اے لوگو! تقویٰ کو لازم پکڑو! دیکھو کہ شیطان تمہیں میری محبت میں صبح راستے سے بھٹکانہ دے۔ میں محمد بن عبد اللہ ہوں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں مجھے یہ قطعاً پسند نہیں کہ تم مجھے میرے اُس مقام سے اونچا اٹھاؤ جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مجھے رکھا ہے۔“ (۳) ایک اور فرمان نبوی کے الفاظ یہ ہیں کہ ﴿إِنَّا كُنْمْ وَالْغُلُوْ فِي الدِّينِ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ تَكَاثَرَ قَبْلَكُمْ

(۱) آپ ﷺ کی ذات میں غلو یہ ہے کہ آپ کی مد میں اس قدر زیادتی کرنا کہ آپ کو رسالت کے مقام سے اٹھا کر ربوبیت کے مقام پر فائز کر دینا آپ کو عالم الغیب سمجھنا آپ کو زندہ اور حاضر ناظر سمجھنا آپ کے نام پر جانور ذبح کرنا اور آپ کی قبر کا طواف کرنا وغیرہ۔

(۲) [بحاری (۳۴۴۵) کتاب أحادیث الانبياء: باب قول الله تعالى واذكر في الكتاب مريم، المشكاة (۴۸۹۷) صحيح الخلفاء الصغير (۷۳۶۳)]

(۳) [صحيح المسئلة الصحيحة (۱۰۹۷) غايه المرام (۱۲۷) مسند احمد (۱۵۲/۲) نسائي في عمل اليوم والليلة (ص ۲۹۹)]

بِالْعُلُوِّ فِي الدِّينِ ﴿۱﴾ ”دین میں علو سے بچو کیونکہ دین میں غلو نے ہی تم سے پہلوں کو ہلاک کر دیا تھا۔“ (۱)

۵ نبی کریم ﷺ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ آپ کے صحابہ، آپ کے اہل بیت، آپ کی ازواج مطہرات اور آزاد کردہ غلاموں سے محبت کی جائے اور ان سے بغض و عناد نہ رکھا جائے، انہیں گالیاں نہ دی جائیں اور ان کی شان میں ہر قسم کی گستاخی سے بچا جائے۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي﴾، فَإِنْ أَحَدُكُمْ لَوْ اتَّفَقَ مِثْلَ أُحَدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مِنْهُ أَحَدِيهِمْ وَلَا نَصِيْفُهُ ﴿۲﴾ ”میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ تم میں کوئی ایک اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مد اور نصف مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔“ (۲) ایک روایت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی مذکور ہے کہ ﴿اَكْرِمُوا أَصْحَابِي﴾ ”میرے صحابہ کی تکریم کرو۔“ (۳)

شرح عقیدہ طحاویہ میں مذکور ہے کہ ”صحابہ سے محبت دینِ ایمان اور احسان ہے اور صحابہ سے نفرت کفرِ نفاق اور سرکشی ہے۔“ (۴) فضیلۃ الشیخ صالح آل شیخ فرماتے ہیں کہ ”صحابہ سے محبت فرض اور واجب ہے اور چند امور کی متقاضی ہے: (۱) اپنے دل میں صحابہ کی محبت پیدا کی جائے۔ (۲) جہاں بھی ان کا ذکر کیا جائے ان کی ثابیان کی جائے۔ (۳) ان کے تمام افعال کو خیر و بھلائی پر ہی محمول کیا جائے۔ (۴) اور جہاں بھی ان کے دفاع کی ضرورت پیش آئے وہاں ان کا دفاع کیا جائے۔“ (۵)

□ یہ تھا بالا اختصار امت پر نبی کریم ﷺ کے چند حقوق کا بیان۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں یہ حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (واللہ الموفق والمستعان)

نبی کریم ﷺ کے معجزات

معجزہ ایسے فرقِ جاوِز کام کو کہتے ہیں جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کر رہے والے شخص کی صداقت ظاہر ہو جائے کہ وہ واقعی اللہ کا پیغمبر ہے۔ (۶) ہر پیغمبر کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے ظاہر ہے ﴿مَا مِنْ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا فَدَّ أَنْعَمَ مِنْ آيَاتِ﴾ ”انبیاء کرام میں سے جو نبی بھی

(۱) [صحیح: صحيح الجامع الصغير (۲: ۲۸۰) ابن ماجہ (۳: ۲۹)۔]

(۲) [بخاری (۳: ۳۶۷۳) کتاب المنقب: باب قول النبي ﷺ: لا تفتكوا عني ولا تفتكوا عني، أبو داود (۴: ۵۸) کتاب السنة: باب في النهي عن سب أصحاب رسول الله ﷺ]

(۳) [صحیح: المشكاة (۶: ۶۰۳) السنن الكبرى (۳: ۳۸۷/۵)]

(۴) [شرح عقيدة طحاوية (۲۹۹/۳) بتحقيق احمد شاذلي]

(۵) [كما في شرح العقيدة الطحاوية (۶: ۲۵۰/۱)]

(۶) [نصف الثمر في بيان عقيدة أهل الأثر (۱: ۱۰۳/۱)]

گزارا اس کو معجزات عطا کیے گئے۔“ (۱)

صالح علیہ السلام کے لیے پہاڑ سے ایک عظیم اونٹنی کو ظاہر کیا گیا۔ (۲) ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو شہنشاہ اور سلامتی والی بنا دیا گیا۔ (۳) موسیٰ علیہ السلام کو ایسا عصا عطا کیا جو سانپ کی شکل اختیار کر لیتا اور جب آپ اپنا ہاتھ بغل سے نکالتے تو انتہائی چمکدار اور روشن ہو کر ظاہر ہوتا۔ (۴) عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزات دیئے گئے کہ آپ مٹی سے پرندے کی صورت بناتے، پھر اس میں پھونکتے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا، اسی طرح آپ اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھے اور بصر کے مریض کو تندرست کر دیتے اور مردوں کو زندہ کر دیتے۔ (۵)

نبی کریم ﷺ کے معجزات کے متعلق شیخ عبدالرحمن بن حماد آملی عمر قسطنطنیہ میں کہ علمائے سیر نے محمد ﷺ کی رسالت کی صداقت ثابت کرنے والے معجزات کو شمار کیا ہے اور ان کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ (۶) آپ ﷺ کے چند معجزات کا بیان حسب ذیل ہے:

① قرآن کریم (جو علی الاطلاق تمام پیغمبروں کے معجزات سے بڑا معجزہ ہے) آپ ﷺ کو عطا کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قُلْ لِّمَنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ [الاسراء: ۸۸] ”کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔“

② قرآن کریم کے بعد آپ ﷺ کا بڑا معجزہ ”اسراء و معراج“ کا معجزہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [بنی اسرائیل: ۱] ”پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو

(۱) [بخاری (۹۸۱) کتاب فضائل القرآن: باب کیف نزل الوحي وأول ما نزل، مسلم (۱۰۲) کتاب

الایمان: باب وجوب الايمان برسالة نبينا محمد الى جميع الناس، دلائل النبوة للبيهقي (۲۰۳/۸)

مستخرج ابونعوانة (۲۴۴) مستند احمد (۸۷۱۵)]

(۲) [الاعراف: ۷۳]

(۳) [الانبیاء: ۶۸-۷۰]

(۴) [طہ: ۱۷-۲۲]

(۵) [المائدة: ۱۱۰]

(۶) [دين الحق: معجزات الرسول (۲۰۱)]

رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا، جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے، اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔“

اسراء کے معنی ہوتے ہیں، رات کو لے جانا۔ آگے لیتا اس لیے ذکر کیا گیا ہے تاکہ رات کی قلت واضح ہو جائے، اسی لیے وہ نکرہ ہے۔ یعنی رات کے ایک حصے یا تھوڑے سے حصے میں یعنی چالیس راتوں کا یہ دور دراز سفر، پوری رات میں بھی نہیں بلکہ رات کے ایک قلیل حصے میں طے ہوا۔ اقصیٰ دور کو کہتے ہیں، بیت المقدس جو القدس یا ایلیا شہر میں ہے اور فلسطین میں واقع ہے، مکہ سے القدس تک مسافت ۴۰۰ دن کی ہے، اس اعتبار سے مسجد حرام کے مقابلے میں بیت المقدس کو مسجد اقصیٰ (دور کی مسجد) کہا گیا ہے۔ یہ علاقہ قدرتی نہروں اور پھلوں کی کثرت اور انبیاء کا مسکن و مدفن ہونے کے لحاظ سے ممتاز ہے، اس لیے اسے بابرکت قرار دیا گیا ہے۔

”تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں“ یہ اس سیر کا مقصد ہے تاکہ ہم اپنے اس بندے کو عجائبات اور آیات کبریٰ دکھائیں۔ جن میں سے ایک آیت اور معجزہ یہ سفر بھی ہے کہ اثنا لہا سفر رات کے ایک قلیل حصے میں ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ کو معراج ہوئی یعنی آسمانوں پر لے جایا گیا، وہاں مختلف آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں اور سدرة المنتہی پر جو عرش سے نیچے ساتویں آسمان پر ہے، اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے نماز اور دیگر بعض چیزیں عطا کیں۔ جس کی تفصیلات صحیح احادیث میں بیان ہوئی ہیں اور صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک امت کے اکثر علماء و فقہاء اس بات کے قائل چلے آ رہے ہیں کہ یہ معراج بِحَسْبِهِ الْعُنْصُورِ حالتِ بیداری میں ہوئی۔ یہ خواب یا روحانی سیر اور مشاہدہ نہیں ہے بلکہ معنی مشاہدہ ہے جو اللہ نے اپنی قدرت کا ملہ سے اپنے پیغمبر کو کرایا ہے۔ اس معراج کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ اسراء کہلاتا ہے، جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے اور جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کا نام ہے، یہاں پہنچنے کے بعد نبی کریم نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی۔

بیت المقدس سے پھر آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا، یہ اس سفر کا دوسرا حصہ ہے جسے معراج کہا جاتا ہے۔ اس کا کچھ تذکرہ سورہ نجم میں کیا گیا ہے اور باقی تفصیلات احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔ عام طور پر اس پورے سفر کو ”معراج“ سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے۔ معراج، بیڑی کو کہتے ہیں، یہ نبی ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ عروج ہی الٰہی السَّجَّاد (مجھے آسمان پر چڑھایا گیا) سے ماخوذ ہے، کیونکہ اس سفر کا دوسرا حصہ پہلے سے بھی زیادہ اہم اور عظیم الشان ہے، اس لیے معراج کا لفظ ہی زیادہ مشہور ہو گیا۔ (۱)

شیخ عبد اللہ بن عبد الحمید الاثری رقمطراز ہیں کہ قرآن کے بعد سب سے بڑا معجزہ، جس کے ذریعے اللہ

تعالیٰ نے اپنے نبی کی تائید و حمایت فرمائی اسراء و معراج کا معجزہ ہے۔ اہل السنہ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو بیداری کی حالت میں روح و جسم سمیت آسمان کی طرف لے جایا گیا تھا۔ (۱)

۳ آپ ﷺ کا ایک عظیم معجزہ "انشقاق القمر" ہے۔ جب مشرکین مکہ نے آپ ﷺ سے نشانی کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور اہل مکہ دو ٹکڑے کے دیکھ لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿اَفْتَوَيْتَ الْمَسَاعِدَ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ [القمر: ۱] "قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ انہیں کوئی نشانی دکھائیں۔ تو آپ نے انہیں (انہی کے اشارے سے) چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائے۔ یہاں تک کہ ان کافروں نے خزاہ پہاڑ کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔" (۲)

۴ جنگ بدر کے موقع پر جنگ سے پہلے آپ ﷺ نے جن جس مشرک کی ہلاکت کی جگہ کا تعین فرمایا تھا وہ اسی جگہ ہلاک ہوا۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کے رکھے ہوئے ہاتھ کی جگہ سے (ادھر ادھر نہیں مرا)۔" (۳)

۵ جنگ خندق کے موقع پر آپ ﷺ کے لعاب کی برکت سے ہنڈیا میں موجود کھانا اس قدر زیادہ ہو گیا کہ یہ ہزار کے قریب افراد کھانا کھا کر سیر ہو گئے مگر کھانے میں کچھ بھی کمی نہیں آئی۔ (۴)

۶ حدیبیہ کے روز آپ ﷺ کی انگلیوں سے اس قدر پانی جاری ہوا کہ چدرہ سو سجاہ نے سیر ہو کر پیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس روز اگر ہم ایک لاکھ چھوٹے توتے تو وہ پانی کفایت کر جاتا۔ (۵)

۷ نبی کریم ﷺ کے حکم سے ایک دیہاتی کے سامنے کھجور کے درخت نے ایسی کھجوریں برسا دیں کہ کھجوروں کا ڈھیر لگ گیا اور پھر آپ ﷺ ہی کے حکم سے وہ کھجوریں دوبارہ درخت میں جا کر لگ گئیں۔ (۶)

(۱) [الوحی فی عقیدۃ السلف الصالح (۶۶/۱)]

(۲) [بخاری (۳۸۶۸) کتاب المناقب: باب انشقاق القمر]

(۳) [مسند: کتاب النہایا والسير، باب غزوہ بدر، مصنف ابن ابی شیبہ (۴۸۰/۸) السنن الکبریٰ للبیہقی (۱/۸۱۹) السنن الکبریٰ للنسائی (۶/۵۰۱) حیرانی اوسط (۸/۶۸۹) تہذیب الآثار للطبری (۱۶۵)]

[دلائل النبوة للبیہقی (۸۹۳) ابوعوانہ (۵/۴۳۹) مسند ابو یعلیٰ (۱۳۰) صحیح ابن حبان (۴۸۰/۸)]

(۴) [بخاری (۴۱۰۱) کتاب المغازی: باب غزوہ الخندق، ہی الأجزاء]

(۵) [بخاری (۳۵۷۶) کتاب المناقب: باب علامات النبوة فی الاسلام، دلائل النبوة للبیہقی (۱۷۰/۴)]

[صحیح ابن حبان (۶۶۵/۱) صحیح ابن عزیمة (۷/۳۶۱) مسند العیاض (۴/۴۸۹۶)]

(۶) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۳۶۲۸) کتاب المناقب]

③ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے لیے بطور معجزہ ایک پیالے کا دودھ اس قدر زیادہ ہو گیا کہ تمام اصحاب صفہ، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور پھر آپ ﷺ نے اس سے یہ ہو کر پی لیا۔ (۱)

④ سفر ہجرت کے دوران جب سراقہ آپ ﷺ کا تعاقب کرتا ہوا آپ کے قریب آ گیا تو آپ کی دعا سے اس کا گھوڑا بظلوں تک زمین میں دھنس گیا۔ (۲)

□ انبیاء کے علاوہ اگر کوئی خرق عادت واقعہ کسی نیک انسان کے ساتھ پیش آجائے تو اسے ”کرامت“ کہا جاتا ہے۔ معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ معجزہ دعویٰ نبوت کی صداقت کے لیے ظاہر کیا جاتا ہے جبکہ کرامت کا ظہور اس لیے نہیں ہوتا اور نہ ہی صاحب کرامت نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، بلکہ اسے تو اتباع رسول اور شریعت محمدی پر استقامت کی وجہ سے کرامت حاصل ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ معجزہ نبی کے لیے اور کرامت ولی کے لیے ہوتی ہے۔ انبیاء کے معجزوں اور اولیاء کی کرامتوں پر من و عن ایمان لانا اور ان کی صحت کا اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ نہ تو معجزے کا اختیار نبی کے پاس ہوتا ہے اور نہ ہی کرامت کا اختیار ولی کے پاس، بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اپنے حکم سے نبی کے ہاتھ پر معجزہ اور ولی کے ہاتھ پر کرامت ظاہر کر دیتا ہے، اس لیے یہ اعتقاد بالکل غلط ہے کہ اولیاء جب چاہیں کرامتیں ظاہر کر سکتے ہیں۔ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اصطلاح شرع میں ولی وہ ہے جس میں دو صفات موجود ہوں۔ ایک ایمان اور دوسری تقویٰ، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ [یونس: ۶۲-۶۳] ”یاد رکھو! اللہ کے اولیاء پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔“ اور اگر کوئی شخص ایمان یا تقویٰ سے غاری ہو تو وہ ولی کہلوانے کا ہرگز حقدار نہیں اور جس میں یہ دونوں صفات موجود ہیں وہ یقیناً اللہ کا ولی ہے خواہ اسے کوئی جانتا ہو یا نہ۔ (۳)



(۱) [مسند احمد (۵۱۲/۲)]

(۲) [بخاری (۳۶۱۵) کتاب المناقب: باب علامات النبوة فی الاسلام، مسلم (۲۰۰۹) کتاب الأشربة:

باب جواز شرب اللبن]

(۳) [دیکھئے: أصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنة (ص: ۲۷۷-۲۸۰)]

فصل پنجم:

آخرت پر ایمان

آخرت پر ایمان کا مفہوم

یوم آخرت پر ایمان سے مراد ہے وفات کے بعد سے لے کر اہل جنت کے جنت میں اور اہل جہنم کے جہنم میں داخل ہو جانے تک کے بارے میں کتاب و سنت میں موجود ہر بات کی مکمل تصدیق اور اس پر پختہ اعتقاد۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یوم آخرت اور اس پر ایمان کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ ایک مقام پر فرمایا ﴿وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ﴾ [البقرة: ۴] ”اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔“

یوم آخرت کے حوالے سے جن امور پر ایمان کو اہل علم نے ضروری کہا ہے ان میں سے چند اہم یہ ہیں:

- (1) موت اور اس کے بعد کے احوال پر ایمان
- (2) احوالِ قبر پر ایمان
- (3) علاماتِ قیامت پر ایمان
- (4) یوم البعث پر ایمان
- (5) حوضِ کوثر پر ایمان
- (6) میزان پر ایمان
- (7) شفاعت پر ایمان
- (8) پل صراط پر ایمان
- (9) جنت اور جہنم پر ایمان

ان تمام کا مختصر بیان حسب ذیل ہے۔

موت اور اس کے بعد کے احوال پر ایمان

موت اور اس کے بعد کے تمام بھی امور جن کا ذکر کتاب و سنت میں ہوا ہے ان پر کامل ایمان ہونا چاہیے جیسے:

- 1- موت کے وقت انسان کو انتہائی سخت حالت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ (۱)
- 2- شہید کو قتل کے وقت اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کسی کو چیوٹی کے کانٹے سے ہوتی ہے۔ (۲)

(۱) [بخاری (۶۵۱۰) کتاب الفرق: باب مكرات الموت]

(۲) [حسن: هداية الرواة (۱۷/۴) (۳۷۵۹) ترمذی (۱۶۶۸) کتاب فضائل الجہاد: باب ما جاء فی فضل

المرباط، ابن ماجہ (۲۸۰۲) کتاب الجہاد: باب فضل الشهادة فی سبيل الله، نسائی (۳۶۶/۶)]

3- موت کے وقت فرشتے حاضر ہو جاتے ہیں۔ مومن آدمی کی روح کو لینے کے لیے روشن چہروں والے فرشتے جنت کی خوشبو اور جنت کا لباس لے کر آتے ہیں اور کافر کی روح کو لینے کے لیے سیاہ چہروں والے فرشتے انتہائی بدبودار ٹاٹ لے کر آتے ہیں۔ (۱)

4- مومن آدمی کی روح کے لیے ہر آسمان کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور پھر اللہ کے حکم سے ہر آسمان کے مقرب فرشتے اسے زمین میں اس کی قبر تک چھوڑنے آتے ہیں۔ جبکہ کافر کی روح کے لیے کسی آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا اور اسے آسمان سے ہی زمین کی جانب پھینک دیا جاتا ہے۔ (۲)

5- شہداء اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں اور انہیں وہاں رزق دیا جاتا ہے۔ (۳)

احوالِ قبر پر ایمان

1- اولاً اس بات پر پختہ ایمان ہونا چاہیے کہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے قبر دی ہے خواہ کئی کو دفن کیا گیا ہو، جلا دیا گیا ہو یا سمندر میں بہا دیا گیا ہو وغیرہ وغیرہ۔ جہاں جہاں کسی کے ذرات موجود ہیں وہیں اس کی قبر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَكُمْ أَمْثَلُ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ﴾ [عبس: ۲۱] ”پھر اسے (یعنی انسان کو) مارا اور قبر دی۔“ ایک آدمی کو وفات کے بعد اس کی وصیت کے مطابق جلا دیا گیا، پھر اس کی راکھ کو خیر آندھی کے روز سمندر میں بہا دیا گیا مگر اللہ کے حکم سے اس کا ہر ذرہ اکٹھا ہوا اور وہ انسان بن گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے سوال کیا۔ (۴)

2- اس بات پر بھی کامل ایمان ہونا چاہیے کہ قبر میں سوال جواب ہوتے ہیں۔ دو فرشتے (مکرا اور نکیر) تین سوال کرتے ہیں۔ حیرادین کیا ہے، تیرا رب کون ہے اور وہ آدمی کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ (۵)

3- نیک آدمی کو قبر میں اللہ کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں یعنی اسے جنت کا لباس پہنا دیا جاتا ہے، اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دیا جاتا ہے اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ جبکہ بدکار و فاجر شخص کو قبر میں عذاب ہوتا ہے، اسے آگ کا لباس پہنا دیا جاتا ہے، اس کے لیے آگ کا بستر بچھا دیا جاتا ہے اور اس کے لیے جہنم کی جانب ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اس کی قبر کو جھگ کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی ایک

(۱) [حسن: الترغیب والترہیب لمحمی الدین دہب مستو (۵۲۲۱) مسند احمد (۲۸۷/۴) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۵۰/۳)] حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن درج کی ہے۔]

(۲) [ایضاً]

(۳) [آل عمران: ۱۶۹]

(۴) [بخاری (۳۴۵۲) کتاب احادیث الانبیاء: باب ما ذکر عن بنی اسرائیل]

(۵) [حسن: ہدایۃ الرواة (۱۱۶/۱) صحیح ترمذی، ترمذی (۱۰۷۱) کتاب الحنائن]

پہلی دوسری پہلی میں گھس جاتی ہے اور اس پر ایک اندھا اور بہرہ فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جس کے پاس ایسا ہتھوڑا ہوتا ہے کہ اگر وہ پہاڑ پر مارا جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے، وہ فرشتہ اسے اس کے ساتھ عذاب دیتا ہے اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہتا ہے۔ (۱)

عذاب قبر برحق ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿وَحَسَاقِ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۝ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ [غافر: ۴۵-۴۶] ”اور آل فرعون پر بری طرح کا عذاب الٹ پڑا۔ آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا کہ) فرعونوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔“ جمہور کا موقف یہ ہے کہ یہ صبح و شام عذاب انہیں قبر میں ہوتا ہے اور یہ عذاب قبر کے اثبات میں واضح دلیل ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے اثبات کے حوالے سے اہل السنہ کی بہت بڑی دلیل ہے۔ (۲) علاوہ ازیں متعدد احادیث بھی اس پر شاہد ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں یہ واضح الفاظ موجود ہیں کہ ﴿عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ﴾ ”عذاب قبر برحق ہے۔“ (۳) شیخ ابن شمیمؒ نے فرمایا ہے کہ واضح سنت قرآن کے ظاہر اور مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ عذاب قبر ثابت ہے۔ (۴)

4- قبر میں ہر شخص کو روزانہ صبح و شام اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، اگر جنتی ہے تو جنت میں اور اگر جہنمی ہے تو جہنم میں۔ اسے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے جو روز قیامت تجھے حاصل ہوگا۔ (۵)

5- جب (نیک آدمی کی) میت کو قبر میں اتارا جاتا ہے تو اسے سورج یوں دکھایا جاتا ہے جیسے غروب ہونے والا ہو۔ وہ اپنی آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ (۶)

6- قبر میں انعام یا عذاب صرف روح کو نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ایک

(۱) [صحیح: ہدایۃ الرواة (۱/۱۶۱)؛ (۱/۲۷) ابو داؤد (۴۷۵۳) کتاب السنۃ، نسائی (۷۸/۴)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۱۳۶/۷)]

(۳) [بخاری (۱۳۷۲) کتاب الحنائن: باب ما جاء فی عذاب القبر]

(۴) [مجموع فتاویٰ لابن عثیمین (۴۳۳/۱۷)]

(۵) [بخاری (۱۳۷۹) کتاب الحنائن: باب المیت یرض علیہ مقعدہ بالغدۃ والعشی، مسلم (۲۸/۶۶)]

کتاب الحنۃ وصفۃ نعیما وأهلها: باب عرض مقعد المیت من الحنۃ أو النار علیہ وإثبات عذاب القبر

والتعوذ منه، احمد (۴۶۵۸) ترمذی (۱۰۷۲) کتاب الحنائن: باب ما جاء فی عذاب القبر]

(۶) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۳۴۴۷) کتاب الزہد: باب ذکر القبر والیالی، ابن ماجہ (۴۲۷۲) ابن حبان

(۷۷۹) حاکم (۳۸۰/۱) امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

روایت ہے کہ جب بندے (کی میت) کو قبر میں اتارا جاتا ہے تو دفر شے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے سوال وجواب کرتے ہیں۔۔۔ (۱) اور ایک روایت میں تو یہ واضح الفاظ موجود ہیں کہ ﴿وَنُعَاذُ رُوحَهُ فِیْ جَسَدِهِ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُحَلِّسَانِيهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ﴾ اور اس (میت) کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دفر شے آ جاتے ہیں، وہ اسے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟۔۔۔ (۲)

علامات قیامت پر ایمان

ائمہ سلف کا عقیدہ یہ ہے کہ وقوع قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ [لقمان: ۳۴] ”یقیناً قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس ہی ہے۔“ البتہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کی کچھ علامات بیان فرمائی ہیں جو قرب قیامت پر دلالت کرتی ہیں۔ سلف صالحین ان تمام علامات پر مکمل ایمان رکھتے ہیں خواہ ان میں سے کسی کا وقوع ہو چکا ہو یا ہونے والا ہو۔ علامات قیامت کو اہل علم نے دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: (۱) قیامت کی چھوٹی علامات (۲) قیامت کی بڑی علامات

بالاختصار ان علامات کا بیان حسب ذیل ہے:

❶ قیامت کی چھوٹی علامات:

- 1- نبی کریم ﷺ کی بعثت قیامت کی ایک نشانی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے اور قیامت کو اتنا قریب بھیجا گیا ہے جتنا انکشت شہادت اور درمیانی انگلی ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ (۳)
- 2- عہد رسالت میں چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔ جیسا قرآن میں ہے ”قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔“ (۴)
- 3- اس قدر شدید فتنوں کا ظہور کہ آدمی صبح مسلمان ہوگا تو شام کو کافر ہو جائے گا اور اگر شام کو مسلمان ہوگا تو صبح کو کافر ہو جائے گا۔ لوگ دنیا کے کچھ سامان کی خاطر اپنا ایمان بیچ دیں گے۔ (۵)
- 4- ہر آنے والا زمانہ پہلے زمانے سے برا ہوگا۔ (۶)

(۱) [بخاری (۱۳۳۸) کتاب الجنائز: باب الميت یسمع خفق النعال]

(۲) [صحیح: صحیح ابوداؤد (۴۷۵۳) کتاب السنة: باب فی المسألة فی القبر وعذاب القبر، صحیح

الترغیب والترہیب (۳۵۵۸) کتاب الجنائز، مستند احمد (۲۸۷/۴) مستدرک حاکم (۳۷/۱)]

(۳) [بخاری (۶۵۰۴) کتاب الرقاق: باب بعثت أنا والساعة کما تین، مسلم (۲۹۵۰) احمد (۶۱/۲)]

(۴) [القمر: ۱]

(۵) [مسلم (۱۱۸) کتاب الایمان: باب الحث علی المبادرة بالأعمال قبل تظاہر الفتن]

(۶) [بخاری (۷۰۶۸) کتاب الفتن: باب لا یاتی زمان الا الذی بعدہ شر منه]

- 5- قیامت کے قریب اس قدر حالات خراب ہو جائیں گے کہ آدمی کسی کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش! اس کی جگہ میں قبر میں ہوتا۔ (۱)
- 6- قیامت نے پہلے جھوٹے نبیوں اور دجالوں کا ظہور ہوگا۔ (۲)
- 7- علم ختم ہو جائے گا اور ہر سو جہالت پھیل جائے گی۔ (۳)
- 8- قلم کا ظہور ہوگا (یعنی لکھنے والوں کی بہتات ہوگی اور کتابوں کی نشر و اشاعت کثرت سے ہوگی)۔ (۴)
- 9- مال و دولت کی فراوانی ہو جائے گی حتیٰ کہ آدمی زکوٰۃ لے کر نکلے گا لیکن کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔ (۵)
- 10- شراب حلال سمجھ لی جائے گی، لوگ شراب کا نام بدل کر اسے پیئیں گے۔ (۶)
- 11- گانے بجانے کا رواج عام ہو جائے گا حتیٰ کہ لوگ شراب پی رہے ہوں گے اور گانے والیاں گارہی ہوں گی کہ ان پر اللہ کا عذاب آجائے گا۔ (۷)
- 12- فحاشی و عریانی عام ہو جائے گی حتیٰ کہ عورتیں لباس پہننے کے باوجود نکلی ہوں گی۔ (۸)
- 13- زنا کاری عروج پر پہنچ جائے گی۔ (۹)
- 14- امانت ضائع کر دی جائے گی یعنی معاملات نا اہل لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں گے۔ (۱۰)
- 15- کثرت سے جھوٹ بولا جائے گا۔ (۱۱)
- 16- جھوٹی گواہی کا رواج چل نکلے گا۔ (۱۲)

(۱) [بخاری (۷۱۱۵) کتاب الفتن : باب لا تقوم الساعة حتى يغيظ أهل القبور]

(۲) [بخاری (۳۶۰۹) کتاب المناقب : باب علامات النبوة في الإسلام]

(۳) [بخاری (۶۷۲۷) کتاب العلم : باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل]

(۴) [صحیح : السلسلة الصحيحة (۶۴۷)]

(۵) [بخاری (۱۴۱۱) کتاب الزکاة : باب الصدقة قبل الرد]

(۶) [بخاری (۷۰۶۱) کتاب الفتن : باب ظهور الفتن ؛ طبرانی کبیر (۹۸/۸) مسند احمد (۲۳۲/۴)]

(۷) [صحیح : صحیح ابن ماجہ ، ابن ماجہ (۴۰۲۰) کتاب الفتن : باب العقوبات]

(۸) [مسند احمد (۲۱۷/۲) مسلم (۲۱۲۸) کتاب اللباس : باب النساء الکاسيات العاریات]

(۹) [بخاری (۵۲۳۱) کتاب النکاح : باب یقل الرجال ویكثر النساء]

(۱۰) [بخاری (۶۴۹۶) کتاب الرقاق : باب رفع الامانة]

(۱۱) [مسند احمد (۵۱۹/۲)]

(۱۲) [مسند احمد (۴۰۸/۱)]

- 17- انسان کو کوئی پردہ نہیں ہوگی کہ اس نے حلال ذریعے سے مال حاصل کیا ہے یا حرام ذریعے سے۔ (۱)
- 18- تجارت اس قدر بڑھ جائے گی کہ عورتیں بھی تجارت میں اپنے شوہروں کا تعاون کریں گی۔ (۲)
- 19- لوگ کنجوس، حریص اور بخیل ہو جائیں گے۔ (۳)
- 20- بوڑھے لوگ بالوں میں سیاہ رنگ لگا کر جوانوں کی مشابہت کریں گے۔ (۴)
- 21- شرک بہت بڑھ جائے گا حتیٰ کہ اس امت کے لوگ دوبارہ بتوں کی پوجا شروع کر دیں گے۔ (۵)
- 22- لوگ مساجد کو خوب مزین کر کے ایک دوسرے سے مقابلے کریں گے۔ (۶)
- 23- صرف جان پہچان کے لوگوں کو ہی سلام کیا جائے گا۔ (۷)
- 24- قرآن کو بھیک مانگنے کا ذریعہ بنالیا جائے گا۔ (۸)
- 25- قتل و غارت اور خون ریزی بڑھ جائے گی۔ (۹)
- 26- دین و ایمان کو دنیاوی اغراض و مقاصد کی خاطر بیچ دیا جائے گا۔ (۱۰)
- 27- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کر دیا جائے گا۔ (۱۱)
- 28- مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں بڑھ جائیں گی حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا صرف ایک نگران ہوگا۔ (۱۲)
- 29- زلزلوں کی کثرت ہو جائے گی اور ہر طرف فتنوں کا ظہور ہوگا۔ (۱۳)
- 30- اسلام اور اہل اسلام دوبارہ اجنبی ہو جائیں گے۔ (۱۴)

(۱) [بخاری (۲۰۸۳) کتاب البیوع : باب قول الله عزوجل يا ايها الذين آمنوا لا تاكلوا الربا]

(۲) [مسند احمد (۴۰۸/۱)]

(۳) [بخاری (۷۰۶۱) کتاب الفتن : باب ظهور الفتن]

(۴) [صحیح : صحیح ابوداؤد ، ابوداؤد (۴۲۱۲) کتاب الترجل : باب ما جاء في عضة السواد]

(۵) [صحیح : صحیح ابوداؤد ، ابوداؤد (۴۲۵۲) کتاب الفتن : باب ذكر الفتن ودلائلها]

(۶) [صحیح : صحیح ابوداؤد ، ابوداؤد (۴۴۹) کتاب الصلاة : باب في بناء المساجد]

(۷) [مسند احمد (۴۰۸/۱)]

(۸) [حسن : صحیح ترمذی ، ترمذی (۲۹۱۷) کتاب فضائل القرآن]

(۹) [مسلم (۲۶۷۲) کتاب العلم : باب رفع العلم في آخر الزمان]

(۱۰) [حسن صحیح : صحیح ترمذی ، ترمذی (۲۱۹۷) کتاب الفتن : باب ما جاء ستكون فتن كقطع الليل]

(۱۱) [صحیح : صحیح ابن ماجه ، ابن ماجه (۳۹۵۷) کتاب الفتن : باب الثبت في الفتنة]

(۱۲) [بخاری (۵۲۳۱) کتاب النکاح : باب يقل الرجال ويكثر النساء]

(۱۳) [بخاری (۱۰۳۶) کتاب الامتناع : باب ما قيل في الزلازل]

(۱۴) [مسلم (۱۴۵) کتاب الايمان : باب بيان أن الاسلام بدأ غريبا]

قیامت کی بڑی علامات:

- 1- دجال کا ظہور ہوگا۔ (۱) جس کا قتل اتنا عظیم ہوگا کہ ہر نبی نے اپنی قوم کو اس کے نقتے سے ڈرایا ہے۔ (۲)
دجال شام اور عراق کے درمیان ریگستانی علاقے سے ظاہر ہوگا۔ (۳) دجال ایک آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ”کافر“ لکھا ہوگا۔ (۴) دجال کے ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے میں پانی ہوگا، اس کا پانی حقیقت میں آگ اور آگ حقیقت میں ٹھنڈا پانی ہوگا۔ (۵) دجال کا لشکر یہودی ہوں گے۔ (۶) دجال پہلے نبوت کا اور پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ (۷) دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ (۸) عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ دجال کے خلاف جہاد کریں گے اور اسے مقام لہ کے پاس قتل کر دیں گے۔ (۹)
- 2- امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ جو اہل بیت کی نسل سے ہوں گے۔ (۱۰) ان کا نام نبی کریم ﷺ کے نام پر اور ان کے والد کا نام نبی کریم ﷺ کے والد کے نام پر ہوگا، وہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ (۱۱)
- 3- عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ وہ عادل حکمران کی حیثیت سے نازل ہوں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے۔ (۱۲) عیسیٰ علیہ السلام دمشق (شام) کے مشرقی حصے میں، سفید چنار کے پاس، زرد رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس، دو فرشتوں کے بازوؤں (پروں) پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ (۱۳) عیسیٰ علیہ السلام جہاد کے ذریعے اسلام کو غالب کر دیں گے اور ہر طرف امن و امان قائم ہو جائے گا۔ (۱۴)

- (۱) [مسلم (۲۹۰۱) کتاب الفتن: باب فی الآيات التي تكون قبل الساعة]
- (۲) [بخاری (۷۱۲۷) کتاب الفتن: باب ذکر الدجال]
- (۳) [مسلم (۲۹۳۷) کتاب الفتن: باب ذکر الدجال، ترمذی (۲۲۴۰)]
- (۴) [مسلم (۲۹۳۳) کتاب الفتن: باب ذکر الدجال]
- (۵) [بخاری (۳۴۵۰) کتاب الفتن: باب ذکر عن بنی اسرائیل، مسلم (۲۹۳۴)]
- (۶) [مسلم (۲۹۴۴) کتاب الفتن: باب فی بقية من أحاديث الدجال]
- (۷) [قصة الدجال للکلبانی (ص: ۱۳۱)]
- (۸) [مسلم (۲۹۴۲) کتاب الفتن: باب قصة الحساسة، ابن ماجہ (۲۰۴۵)]
- (۹) [مسلم (۲۹۳۷) کتاب الفتن: باب ذکر الدجال، مجمع الزوائد (۶۵۱/۷)]
- (۱۰) [حسن صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۲۲۳۰) کتاب الفتن: باب ما جاء فی المهدي]
- (۱۱) [حسن صحیح: صحیح ابوداؤد، ابوداؤد (۴۲۸۲) کتاب المهدي، ترمذی (۲۲۳۰)]
- (۱۲) [بخاری (۳۴۴۸) کتاب أحاديث الأنبياء: باب نزول عيسى بن مريم]
- (۱۳) [مسلم (۲۹۳۷) کتاب الفتن: باب ذکر الدجال، ابوداؤد (۴۳۲۱)]
- (۱۴) [مسند احمد (۶۳۸/۲) وأصله فی البخاری (۲۴۷۶) ومسلم (۲۴۴۲) ابن ماجہ (۴۱۲۹)]

4- یا جوج ماجوج کا ظہور ہوگا، جو نسل انسانی کی ہی دو متحد قومیں ہیں، ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ کوئی بھی ان سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ انہوں نے زمین میں فساد مچا رکھا تھا کہ بادشاہ ذوالقرنین نے لوہے اور تانبے کی مضبوط دیوار بنا کر انہیں پہاڑ کے پیچھے قید کر دیا۔ وہ روزانہ اس دیوار کو توڑنے کی کوشش کرتے ہیں مگر شام کو ناکام ہو کر واپس لوٹ جاتے ہیں مگر قیامت کے قریب وہ اس دیوار سے آزاد ہو جائیں گے اور ہر چیز کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿تَحْشَىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ۚ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ﴾ [الانبیاء: ۷-۹۶] ”یہاں تک کہ جب یا جوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے اور سچا وعدہ قریب آگے گا۔“ ایک حدیث میں ہے کہ ”جہاں ہی ہے عربوں کے لئے اس برائی سے جو قریب آچکی ہے، آج یا جوج ماجوج کی دیوار سے ابتک کھل گیا ہے، آپ ﷺ نے اپنے انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی سے ایک حلقہ بنالیا۔“ (۱)

5- ہر طرف دھواں چھا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [الدخان: ۱۰-۱۱] ”آپ اس دن کے منتظر رہیں جب کہ آسمان ظاہر دھواں لائے گا جو لوگوں کو گھیر لے گا یہ دردناک عذاب ہے۔“ نبی کریم ﷺ نے بھی قیامت کی نشانیوں میں دھوئیں کا ذکر فرمایا ہے۔ (۲)

6- ولایت الارض (زمین کے جانور) کا ظہور ہوگا، جو لوگوں سے کلام بھی کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ﴾ [النمل: ۸۲] ”جب ان پر عذاب (الہی) کا وعدہ ثابت ہو جائے گا تو ہم زمین سے ان کے لیے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرتا ہوگا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔“ اس جانور کے ظاہر ہونے کے بعد کسی کو بھی ایمان لانے کا فائدہ نہیں ہوگا۔ (۳)

7- مغرب سے سورج طلوع ہوگا۔ اور اس کے بعد کسی کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا۔ (۴)

8- تین نصف ہوں گے۔ ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں (یعنی ان تین مقامات

(۱) [بخاری (۷۱۳۵) کتاب الفتن: باب یا جوج و ما جوج، مسلم (۲۸۸۰) ترمذی (۲۱۸۷) احمد

(۴۷۷/۶-۴۷۸) المعجم الكبير (۵۱/۳۴) ابن ابی شیبہ (۶۰۷/۸) السنن الکبریٰ (۹۳/۱۰)

(۲) [بخاری (۱۰۰۷) کتاب الاستسقاء: باب دعاء النبی ا جعلها سنین کدنی یوسف، مسلم (۲۷۸۹)]

(۳) [مسلم (۲۴۹) کتاب الایمان: باب الزمن الذی لا یقبل فیہ الایمان، احمد (۵۸۸/۲) ترمذی (۳۰۷۲)]

(۴) [مسلم (۳۹۶) کتاب الایمان: باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیہ الایمان]

- پر لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ (۱)
- 9- یمن کی طرف سے ایک آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو ان کے محشر (جمع ہونے کی جگہ) کی طرف ہانکے گی۔ (۲)
- جب یہ آگ ظاہر ہوگی تو مقام بصری کے اونٹوں کی گردنیں روشن کر دے گی۔ (۳)
- 10- صرف بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے، جن پر قیامت قائم ہوگی۔ (۴)
- ﴿مذکورہ بالا علامات قیامت کی تفصیل کے لیے ہماری آئندہ کتاب ”علامات قیامت کی کتاب“ ملاحظہ فرمائیے۔﴾

یوم البعث پر ایمان

یوم البعث (یعنی دوبارہ اٹھائے جانے کا دن) وہ ہوگا جس دن صور میں پھونکا جائے گا اور حساب و جزا کے لیے ساری کائنات کو ایک میدان میں جمع کر لیا جائے گا۔ اس دن کے متعلق جو کچھ بھی کتاب و سنت میں بیان ہوا ہے اس پر ایمان لانا دین کے نہایت اہم واجبات میں سے ہے۔

صور میں دو مرتبہ پھونکا جائے گا، کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ تین مرتبہ پھونکا جائے گا۔ ایک مرتبہ پھونکنے سے سب پر گھبراہٹ طاری ہو جائے گی، دوسری مرتبہ پھونکنے سے سب بے ہوش ہو جائیں گے اور تیسری مرتبہ پھونکنے سے سب دوبارہ اٹھ کھڑے ہوں گے اور پروردگار عالم کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ نَفْحَةٌ مِّنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمِنَ الْأَرْضِ﴾ [النمل: ۸۷] ”جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب آسمانوں والے اور زمین والے گھبرا اٹھیں گے۔“ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَبَقَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ﴾ [الزمر: ۶۸] ”اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔“

تمام اہل قبور کو زندہ کر کے ان کی قبروں سے نکال لیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ﴾ ۝ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ﴾ [یس: ۵۱-۵۲] ”صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں

(۱) [مسلم (۲۹: ۱) کتاب الفتن: باب فی الآيات التي تكون قبل الساعة]

(۲) [أیضا]

(۳) [بخاری (۷۱۱۸) کتاب الفتن: باب خروج النار]

(۴) [بخاری (۷۰۶۷) کتاب الفتن: باب ظهور الفتن]

ہے اپنے پروردگار کی طرف (تیز تیز) چلے لگیں گے۔ کہیں گے ہائے ہائے! ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا؟ یہی ہے جس کا وعدہ رحمن نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ کچھ کہہ دیا تھا۔“

اس روز سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کو اٹھایا جائے گا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿فَأَتُكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُعْبَثُ﴾ ”مجھے سب سے پہلے اٹھایا جائے گا۔“ (۱)

تمام لوگ نیچے پاؤں، نیچے بدن اور بے خنثا اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہوں گے اور جسے سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ (۲) عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر سب نیچے ہوں گے تو کیا مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”محالہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھیں۔“ (۳)

اس روز سورج لوگوں کے انتہائی قریب آجائے گا اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے حساب سے اپنے پسینے میں ڈوب جائیں گے حتیٰ کہ کچھ لوگ گردنوں تک ڈوبے ہوں گے۔ (۴)

اس روز اللہ تعالیٰ بلا واسطہ لوگوں سے ہم کلام ہوگا اور اس کے اور لوگوں کے درمیان نہ تو کوئی حجاب ہوگا اور نہ ہی کوئی ترجمان۔ (۵) ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ میں اور زمینوں کو لپیٹ کر دوسرے ہاتھ میں پکڑ لے گا اور یہ اعلان کرے گا کہ میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں بڑے ظالم اور متکبر تھے؟ (۶)

حوض کوثر پر ایمان

حوض کوثر وہ عظیم حوض ہے جو میدانِ محشر میں محمد ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكُوتْرَ﴾ [الکوثر: ۱] ”(اے پیغمبر!) یقیناً ہم نے تجھے (حوض) کوثر عطا فرمایا ہے۔“ اس حوض کا پانی

(۱) [بخاری (۳۴۱۴) کتاب أحادیث الأنبياء: باب قول الله تعالى وان يؤنس لمن المرسلين، مسلم

(۲۳۷۳) کتاب الفضائل: باب من فضائل موسى]

(۲) [بخاری (۳۳۴۹) کتاب أحادیث الأنبياء: قول الله تعالى واتخذ الله إبراهيم خلیلاً]

(۳) [بخاری (۶۵۲۷) کتاب الرقاق: باب كيف الحشر، مسلم (۲۸۵۹)]

(۴) [مسلم: کتاب الحنة وصفة نعيمها وأهلها: باب في صفة يوم القيامة أعاننا الله على أهوالها، صحيح

الترغيب والترهيب (۳۵۸۷)]

(۵) [بخاری (۱۴۱۳) کتاب الزكاة: باب الصدقة قبل الرد]

(۶) [مسلم: کتاب صفة القيامة والحنة والنار: باب أبو داود (۴۷۳۲) کتاب البينة: باب في الرد على

الجهمية، ابن ماجه (۴۲۷۵) کتاب الزهد: باب ذكر البعث]

دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگا۔ یہ حوض بہت ہی زیادہ وسیع ہوگا، اس کی لمبائی اور چوڑائی برابر ہوگی۔ اس میں موجود برتنوں کی تعداد آسمان کے تاروں جتنی ہوگی اور جو بھی اس سے ایک مرتبہ پانی پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔^(۱) کتنے ہی خوش نصیب لوگ ہوں گے جو اس حوض کا پانی پییں گے (یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ بدعتی لوگ اس حوض کے پانی سے محروم رہیں گے۔^(۲) کتنے ہی بد نصیب لوگ ہیں یہ)۔

میزان پر ایمان

میزان سے مراد وہ ترازو ہے جو روز قیامت بندوں کے اعمال تولنے کے لیے قائم کیا جائے گا، اس کے دو پلڑے ہوں گے۔ جس کا نیکیوں والا پلڑا بھاری ہوگا اس کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا اور وہ کامیاب ہو جائے گا اور جس کا گناہوں والا پلڑا بھاری ہوگا اس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا اور وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اثبات میزان کے دلائل یہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا﴾ [الانبیاء: ۴۷] ”قیامت کے دن ہم ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو کو درمیان میں لا رکھیں گے، پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔“ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [المومنون: ۱۰۲-۱۰۳] ”جن کی ترازو کا پلڑا بھاری ہو گیا وہ نجات والے ہو گئے۔ اور جن کی ترازو کا پلڑا ہلکا ہو گیا یہی ہیں جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا جو ہمیشہ کے لیے جہنم واصل ہوئے۔“ اور ایک حدیث میں ہے کہ ”دو کلمے رحمن کی طرف محبوب، زبان پر بلکہ مگر میزان میں بھاری ہیں (اور وہ یہ ہیں) سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔“^(۳) ایک اور روایت میں ہے کہ ایک آدمی کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر ترازو کے ایک پلڑے میں اور کلمہ شہادتین (اشہد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله) دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے گا تو کلمہ شہادتین بھاری ہو جائے گا۔^(۴) مذکورہ بالا تمام دلائل اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ روز قیامت میزان کا قیام برحق ہے اس لیے سب مسلمانوں کا اس پر پختہ ایمان ہونا چاہیے۔

(۱) [بخاری (۶۵۷۹، ۶۵۸۰) کتاب الرقاق: باب فی الحوض، مسلم (۲۲۹۲، ۲۳۰۳)]

(۲) [بخاری (۶۵۷۶) کتاب الرقاق: باب فی الحوض]

(۳) [بخاری (۷۵۶۳) کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالیٰ ونضع الموازين القسط لیوم القیامۃ، مسلم

(۲۶۹۴) کتاب الذکر والدعاء: باب فضل التہلیل والتسبیح والدعاء]

(۴) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۱۷۷۶) السلسلۃ الصحیحہ (۱۳۵) ابن ماجہ (۴۳۰۰) کتاب الزہد:

باب ما یرجى من رحمۃ اللہ یوم القیامۃ، مسند احمد (۲۱۳/۲) حاکم (۶/۱)]

شفاعت پر ایمان

اللہ کے ہاں شفاعت سے مراد ہے ”اللہ تعالیٰ سے کسی دوسرے کے گناہوں کی معافی کا سوال کرنا“۔ روزِ قیامت لوگ تمام انبیاء کے پاس جائیں گے مگر کوئی بھی ان کی شفاعت کے لیے تیار نہیں ہوگا اور اپنا کوئی عذر پیش کر کے انہیں اگلے نبی کے پاس بھیج دے گا حتیٰ کہ جب وہ محمد ﷺ کے پاس آئیں گے تو آپ ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ (۱) ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿أُعْطِيَتِ الشَّفَاعَةُ وَلَمْ يُعْطَ نَبِيٌّ قَبْلِي﴾ ”مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی۔“ (۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْمُودًا﴾ [الأنبياء: ۷۹] ”عقرب آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔“ مقام محمود ہی وہ مقام پر جہاں پر آپ ﷺ شفاعت عظمیٰ فرمائیں گے۔ (۳)

اللہ کے ہاں شفاعت کے درست ہونے کی دو شرطیں ہیں: ۱۔ شفاعت وہی کر سکے گا جسے اللہ تعالیٰ اجازت دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ [البقرة: ۲۵۵] ”کون ہے وہ جو اس کے پاس شفاعت کر سکے مگر اس کی اجازت کے ساتھ ہی۔“ اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ [شبا: ۲۳]۔ ”اور اس کے پاس شفاعت فائدہ نہیں دے گی مگر اسی کو جسے وہ اجازت دے۔“

۲۔ شفاعت اسی کو فائدہ دے گی جس کے حق میں شفاعت کے لیے اللہ تعالیٰ راضی ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ﴾ [الأنبياء: ۲۸] ”وہ صرف اسی کے حق میں شفاعت کر سکیں گے جس سے وہ (یعنی اللہ) راضی ہوں۔“ اور متعدد دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی کافر و شرک کے حق میں شفاعت کے لیے راضی نہیں ہوں گے۔ کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ﴿لَقَدْ تَنَفَّعَهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ [المدثر: ۴۸] ”انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔“ اور ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کو ایک دعا کا اختیار دیا گیا کہ وہ جو چاہے مانگ لے اسے عطا کر دیا جائے گا، تو سب پیغمبروں نے اپنی اپنی دعا مانگ لی مگر محمد ﷺ نے اپنی دعا روزِ قیامت امت کی شفاعت کے لیے روک لی ﴿فَبَيَّنَّا نَائِلَةً إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا﴾ ”اب وہ ان شاء اللہ ہر اس شخص کو پہنچے

(۱) بخاری (۴۴۷۶) کتاب التفسیر: باب قول الله تعالى: وعلم آدم الأسماء

(۲) صحیح: صحیح نسائی، نسائی (۴۳۲) کتاب الفضل والجمع: باب التبع بالصعيد

(۳) تفسیر أحسن البیان (صفحہ: ۷۸۹)

والی ہے جو آپ ﷺ کی امت میں سے اس حال میں فوت ہو کہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرتا ہو۔ (۱)

پل صراط پر ایمان

لغت میں صراط کا معنی ہے واضح راستہ۔ اصطلاح شرع میں صراط سے مراد وہ پل ہے جو جنت تک پہنچنے کے لیے جہنم کے اوپر بنایا گیا ہے۔ پل صراط کے اثبات پر کتاب و سنت کی واضح نصوص شاہد ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ۚ ثُمَّ نُنْجِي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَلْزَمُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثًّا﴾ [مریم: ۷۱-۷۲] ”تم میں سے ہر ایک وہاں (یعنی آتش جہنم میں) ضرور وارد ہونے والا ہے، یہ تیرے پروردگار کے ذمے قطعی، فیصل شدہ امر ہے۔ پھر ہم پرہیزگاروں کو تو بچا لیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔“ مفسرین کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ یہاں جہنم میں وارد ہونے سے مراد پل صراط پر سے گزرتا ہے۔ (۲) علاوہ ازیں ایک حدیث میں ہے کہ پل صراط پر سے (اپنے اپنے اعمال کے حساب سے) کچھ مومن تو پلک جھپکتے ہی گزر جائیں گے، کچھ بجلی کی کڑک کی طرح گزریں گے، کچھ تیز آندھی کی طرح، کچھ تیز رفتار گھوڑوں کی طرح، کچھ آہستہ آہستہ، کچھ جہنم کی آگ سے زخمی ہو کر حتیٰ کہ ان میں سے آخری گزروہ گھٹ گھٹ کر پل صراط پر سے گزرے گا۔ (۳) اس کے گزرنے کے بعد باقی جہنم میں پھینک دیے جائیں گے۔

□ پل صراط کے وصف کے بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ پل صراط بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز اور بہت زیادہ پھسلنے والا ہے کہ جس پر صرف اسی کا قدم ثابت رہے گا جسے اللہ تعالیٰ ثابت رکھے گا۔ نیز اس پل کو اندھیرے میں نصب کیا گیا ہے، لوگوں کو ان کے ایمان کے لحاظ سے روشنی دی جائے گی اور وہ اپنی اپنی روشنی میں اس پر سے گزریں گے۔

۴۴ قیامت کی ہولناکیوں اور حشر نشر کے متعلق تفصیل کے لیے ہماری آئندہ کتاب ”احوال قیامت کی

کتاب“ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) [مسلم (۱۹۹) کتاب الایمان: باب اختیاء النبی دعوة الشفاعة لأمته، ترمذی (۳۶۰۲) کتاب الدعوات:

باب فضل لا حول ولا قوة الا باللہ، ابن ماجہ (۴۳۰۷) کتاب الزہد: باب ذکر الشفاعة، ابن منہ

(۹۱۲) أبو عوانة (۹۰۱)]

(۲) [دیکھئے: تفسیر ضہری (۲۲۹/۱۸) تفسیر ابن کثیر (۲۵۲/۵) تفسیر بغوی (۲۴۶/۵)]

(۳) [بخاری (۷۴۳۹) کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالیٰ وجوه يومئذ ناضرة، مسلم (۱۸۳) کتاب

الایمان: باب معرفة طريق الرؤية]

جنت اور جہنم پر ایمان

جنت اور جہنم پر ایمان کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونوں بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، جو اس وقت موجود ہیں، کبھی فنا نہیں ہوں گی۔ جنت ہومن، منوحد اور متقی لوگوں کا ٹھکانہ ہے اور جہنم کافر، مشرک اور منافق لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [آل عمران: ۱۳۳] ”اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“ اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ [البقرة: ۳۹] ”جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہی دوزخ والے ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

جنت کے آٹھ دروازے ہیں جبکہ جہنم کے سات دروازے ہیں۔ حدیث نبوی ہے کہ ﴿فِي الْحَنَةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ فِيهَا بَابٌ يُسَمَّى الرِّمَّانَ لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ﴾ ”جنت میں آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام ریمان ہے جس میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔“ (۱) اور قرآن میں ہے کہ ﴿لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ﴾ [الحجر: ۴۴] ”اس (جہنم) کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان کا ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔“

جنت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے سو درجے تیار کر رکھے ہیں جن میں سے ہر دو درجوں کا درمیانی فاصلہ زمین و آسمان کے برابر ہے۔ سب سے اعلیٰ جنت ”جنت الفردوس“ ہے، یہ تمام جنتوں کے درمیان میں ہے، اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی تمام نہریں پھوٹی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ سے اسی جنت کا سوال کرنا چاہیے۔ (۲) نیز اہل جنت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں، کسی کان نے سنی نہیں اور کسی دل میں کبھی ان کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔ (۳)

جہنم میں سب سے ہلکا عذاب نبی کریم ﷺ کے چچا ابوطالب کو ہوگا اور وہ عذاب یہ ہوگا کہ ان کے دونوں قدموں میں آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کی وجہ سے ان کا دماغ اس طرح ابلے گا جیسے ہنڈیا چولہے پر ابلتی ہے۔ (۴) اور جہنم میں سب سے سخت عذاب منافقین کو ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي

(۱) [بخاری (۳۲۵۷) کتاب بدء الخلق: باب صفة أبواب الجنة]

(۲) [بخاری (۲۷۹۰) کتاب الجہاد والسير: باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ]

(۳) [بخاری (۳۲۴۴) کتاب بدء الخلق: باب ما جاء فی صفة الجنة وأنها مخلوقة]

(۴) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۵۳۲)]

النَّارِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴿النساء: ۱۴۰﴾ ”یقیناً منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے۔“ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہے۔ (۱)

جنت میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت داخل ہوگی۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَفْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ﴾ ”سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکناؤں گا۔“ (۲) اور ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ﴾ ”سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا۔“ (۳) ایک اور فرمان یوں ہے کہ ﴿تَحْنُ اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ﴾ ”سب سے پہلے ہم (یعنی امت محمدیہ) جنت میں داخل ہوں گے۔“ (۴)

جہنم میں سب سے پہلے تین آدمیوں کو پھینکا جائے گا۔ وہ شہید جس نے شجاع و بہادری کا ہلوانے کے لیے جہاد کیا، وہ بخی جس نے لوگوں میں عزت و مقام حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا اور وہ قاری جس نے لوگوں میں نام پیدا کرنے کے لیے قرآن سیکھا اور سکھایا۔ (۵)

واضح رہے کہ جنت اور جہنم پر ایمان تین امور پر مشتمل ہے:

۱۔ اس بات پر پختہ ایمان کہ جنت اور جہنم برحق ہے اور جنت متقین کا اور جہنم کافروں کا ٹھکانہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا كُلَّمَا يَضْحَكُوْنَ فِيْهَا جُلُوْا فِيْهَا ثُمَّ يَبْكُوْنَ فِيْهَا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ”جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا، انہیں ہم یقیناً دوزخ میں ڈال دیں گے، جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے علاوہ اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکستے رہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ثبات اعمال کئے ہم عنقریب انہیں ان جنتوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔“

(۱) [بخاری (۳۲۶۵) کتاب بدء الحق: باب صفة النار وانها مخلوقة]

(۲) [مسلم (۱۹۶) کتاب الايمان: باب في قول النبي انا اول الناس يشفع في الجنة، مسند احمد

(۱۲۴۲۲) مصنف ابن أبي شيبة (۵۰۳/۱۱) مسند أبو يعلى (۳۹۶۴) صحيح ابن حبان (۶۴۸۱) ابن

منده (۸۸۸) أبو عوانة (۱۰۹/۱)]

(۳) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۱۵۷۱)]

(۴) [مسلم: كتاب الجمعة: باب هداية هذه الامة ليوم الجمعة، المشكاة (۱۳۵۴)]

(۵) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (۲۰۱۴) صحيح التزغيب والترهيب (۲۲) السلسلة الصحيحة

(۳۵۱۸) نسائي (۳۱۳۷) كتاب جهاد: باب من قاتل ليقال فلان جرى]

② یہ اعتقاد کہ جنت اور جہنم اس وقت موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے متعلق فرمایا ﴿أَعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [آل عمران: ۱۳۳] ”اے متقین کے لیے تیار کیا گیا ہے۔“ اور جہنم کے متعلق فرمایا ﴿أَعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾ [البقرة: ۲۴] ”اے کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔“ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿أَطْلَعْتُ فِي الْحَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَأَطْلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ﴾ ”میں نے جنت میں دیکھا تو اس میں اکثر فقراء تھے اور جہنم میں دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں تھیں۔“ (۱)

③ یہ ایمان کہ جنت اور جہنم ہمیشہ باقی رہیں گی کبھی فنا نہیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے متعلق فرمایا ﴿غَافِلِينَ فِيهَا﴾ [النساء: ۱۳] ”وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے۔“ اور اہل جہنم کے متعلق فرمایا ﴿غَافِلِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾ [الحسن: ۲۳] ”وہ اس (جہنم) میں ہمیشہ رہیں گے۔“ فرمان نبوی ہے کہ ﴿يَدْخُلُ اللَّيْلُ أَهْلَ الْحَنَّةِ الْحَنَّةَ وَأَهْلَ النَّارِ النَّارَ، ثُمَّ يَقُومُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ يَقُولُ: يَا أَهْلَ الْحَنَّةِ لَا مَوْتَ وَ يَا أَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ، كُلٌّ خَالِدٌ فِي مَا هُوَ فِيهِ﴾ ”اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں داخل فرما دے گا، پھر ان کے درمیان اعلان کرنے والا کھڑا ہوگا اور اعلان کرے گا کہ اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل جہنم! اب موت نہیں آئے گی، جو جس میں ہے وہیں ہمیشہ رہے گا۔“ (۲)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ”جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو ایک مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا اور اسے جنت اور جہنم کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور یہ اعلان کر دیا جائے گا کہ جنتیو! آج کے بعد موت نہیں، جہنمیو! آج کے بعد موت نہیں۔ یہ اعلان سن کر جنتیوں کی خوشی میں اور جہنمیوں کے غم میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔“ (۳)

④ جنت کی نعمتوں اور جہنم کے عذابوں کی تفصیل کے لیے ہماری آئندہ کتاب ”جنت اور جہنم کی کتاب“ ملاحظہ فرمائیے۔



(۱) [بخاری (۳۲۴۱) کتاب بدء الخلق: باب ما جاء في صفة الحنة وأنها مخلوقة]
 (۲) [بخاری (۶۵۴۴) کتاب الرقاق: باب يدخل الجنة سبعون ألفاً بغير حساب، مسلم (۲۸۵۰) کتاب الحنة وصفة نعيمها وأهلها: باب النار يدخلها الجبارون والحنة يدخلها الضعفاء]
 (۳) [مسلم (۲۸۵۰) کتاب الحنة وصفة نعيمها وأهلها: باب النار يدخلها الجبارون]

فیصلہ منعم:

اچھی مری تقدیر پر ایمان

تقدیر پر ایمان کا مفہوم

سلف صالحین اس بات کا پختہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہر خیر و شر اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور تقدیر کے مطابق ہی وجود میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے، ہر چیز اس کے ارادے کے مطابق ہے، کوئی چیز بھی اس کی مشیت و تدبیر سے خارج نہیں، اسے ہر چیز کے ہونے سے پہلے اس کا علم تھا، وہ اپنے بندوں کے آئندہ حالات سے واقف تھا، وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ان کا رزق کتنا ہوگا، عمر کتنی ہوگی اور اعمال کیسے ہوں گے؟ چنانچہ اس نے اپنے علم کے مطابق کائنات کی تخلیق سے پہلے ہی ہر چیز کی تقدیر لکھوا دی۔ اب جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس کے علم، تقدیر اور ارادے کے مطابق ہی ہو رہا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تقدیر اس چیز کا نام ہے ”جو اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم تھا اور اس نے اپنے علم کے مطابق قیامت تک ہونے والے ہر کام کو قلم کے ذریعے لکھوا دیا۔“

اثبات تقدیر کے دلائل

- (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ [القمر: ۹] ”بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) انداز پر پیدا کیا ہے۔“
- (2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَوَخَّلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا﴾ [الفرقان: ۲] ”اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے ایک مناسب انداز و پیمائش پر دیا ہے۔“
- (3) سورہ احزاب میں ہے کہ ﴿وَتَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا﴾ [الاحزاب: ۳۸] ”اللہ تعالیٰ کے کام انداز پر مقرر کیے ہوئے ہیں۔“
- (4) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے 50 ہزار سال قبل تمام مخلوقات کی تقدیر لکھ دی تھی۔“ (۱)

- (5) طاؤسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول ﷺ کو یہ کہتے ہوئے پایا کہ ”ہر چیز تقدیر کے مطابق ہے“ اور فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ﴿كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ خَشِيَ الْعَجْزُ وَالْكِبَى﴾ ”ہر چیز تقدیر کے مطابق ہے حتیٰ کہ عجز و نشاط بھی۔“ (۱)
- (6) رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے لیے فرمایا ﴿يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ﴾ ”جسے بھی تو ملے والا ہے (اسے لکھ کر) قلم خشک ہو چکا ہے۔“ (۲)
- (نووی) فرماتے ہیں کہ کتاب و سنت کے قطعی دلائل اور صحابہ و علمائے سلف و خلف کا اجماع تقدیر الہی کے اثبات پر واضح دلیل ہے۔ (۳)

تقدیر پر وجوب ایمان کے دلائل

- (1) ارکان ایمان بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے خود ایک رکن یہ ذکر فرمایا کہ ﴿أَنْ تُؤْمِنَ ... بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ﴾ ”تم اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔“ (۴)
- (2) حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللَّهِ، وَحَتَّى يَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ يَسْخِطُهُ، وَأَنَّ مَا أَخْطَأَهُ لَمْ يَكُنْ يُصِيبُهُ﴾ ”کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اچھی اور بری تقدیر کے اللہ کی طرف سے ہونے پر ایمان نہ لے آئے اور جب تک اسے یہ یقین نہ ہو جائے کہ جو کچھ اس سے پہنچنے والا ہے وہ اس سے خطا نہیں ہو سکتا اور جو کچھ اس سے خطا ہونے والا ہے وہ اسے پہنچ نہیں سکتا۔“ (۵)
- (3) فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَنْ مَاتَ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَلَيْسَ مِنِّي﴾ ”جو اس (تقدیر پر ایمان) کے بغیر فوت ہو گیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔“ (۶)
- (4) ابن دہبیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں ابی بن کعبؓ کے پاس آیا اور ان سے عرض کیا کہ میرے دل میں تقدیر

(۱) [مسلم (۲۶۵۵) کتاب القدر: باب كل شيء بقدر]

(۲) [بخاری (۵۰۷۶) کتاب النکاح: باب ما يكره من التبتل والخصاء، نسائی (۵۹/۶)]

(۳) [كما في اصول الإيمان في ضوء الكتاب والسنة (ص: ۳۵۴)]

(۴) [مسلم (۸) کتاب الايمان: باب بيان الايمان والاسلام والاحسان، بخاری (۵۰)]

(۵) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (۷۵۸۵) السلسلة الصحيحة (۲۴۳۹) ترمذی (۲۱۴۴)]

(۶) [صحيح: صحيح ابوداود، ابوداود (۴۷۰۰) کتاب السنة: باب في القدر]

کے متعلق کچھ (شبہ وغیرہ) ہے، مجھے کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جس کی وجہ سے میرے دل سے یہ چیز ختم ہو جائے۔ انہوں نے فرمایا: ﴿لَوْ أَنفَقْتُ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا قَبِلَهُ اللَّهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ... مِنْ أَهْلِ النَّارِ﴾ ”اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو اللہ اسے قبول نہیں کرے گا حتیٰ کہ تم تقدیر پر ایمان لے آؤ اور یہ یقین کر لو کہ جو تمہیں پہنچے والا ہے وہ تم سے خطا نہیں ہو سکتا اور جو تم سے خطا ہونے والا ہے وہ تمہیں پہنچ نہیں سکتا اور اگر تم اس عقیدے کے بغیر فوت ہو گئے تو جہنمیوں میں سے ہو گے۔“ ابن دلیلی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، ان سب نے بھی مجھ سے اسی طرح کی حدیث نبوی بیان کی۔ (۱)

(5) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لے آئے، (ان میں سے ایک) تقدیر پر ایمان ہے۔ (۲)

(6) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میری امت میں بھی صورتوں کے مسخ ہو جانے، زمین میں دھنسائے جانے اور پتھروں کی بارش کا عذاب ہو گا اور یہ عذاب مگر بن تقدیر پر نازل ہو گا۔“ (۳)

(فضیلۃ الشیخ امام محمد بن عبدالوہاب) تقدیر پر ایمان فرض ہے۔ (۴)

تقدیر کے مراتب

ائمہ سلف کا کہنا ہے کہ تقدیر پر ایمان چار امور کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، یہی امور مراتب تقدیر یا ارکان تقدیر کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں اور یہ امور تقدیر کے مسئلے کو سمجھنے کے لیے مدخل (یعنی ابتدائی اور بنیادی معلومات) کی حیثیت رکھتے ہیں، ان تمام ارکان و مراتب کی تصدیق و تحقیق کے بغیر تقدیر پر ایمان مکمل نہیں ہوتا کیونکہ یہ تمام ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، لہذا اگر کوئی شخص ان تمام کا اقرار کرے گا تو اس کا تقدیر پر ایمان کامل ہو گا اور اگر کوئی ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے گا تو اس کا تقدیر پر ایمان خراب ہو جائے گا۔ ان امور کا بیان حسب ذیل ہیں۔

(۱) [صحیح: صحیح ابوداؤد، ابوداؤد (۴۶۹۹) کتاب السنۃ: باب فی القدر]

(۲) [صحیح: ہدایۃ الرواة (۱۰۰) ابن ماجہ (۸۱) مقبلة: باب فی القدر، ترمذی (۲۰۱۴۵)]

(۳) [حسن: صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۴۰۶۱) کتاب الفتن: باب الخسوف، ترمذی (۲۱۵۲) کتاب

القدر: باب ما جاء فی الرضا بالقضاء، ابوداؤد (۴۶۱۳) کتاب السنۃ: باب لزوم السنۃ]

(۴) [کتاب التوحید: باب ما جاء فی منکر فی القدر]

علم:

اس بات پر پختہ ایمان کہ جو کچھ موجود ہے اور جو کچھ موجود نہیں، جس چیز کا امکان ہے اور جس چیز کا امکان نہیں اللہ تعالیٰ کو سب کا اجالا اور تفصیلاً علم ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ کامل علم حاصل ہے کہ جو کچھ موجود نہیں اگر وہ وجود میں آئے تو اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ مخلوق کی تخلیق سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو ان کے رزق، عمر، اعمال اور حرکات و سکنات کا علم تھا، وہ یہ بھی جانتا تھا کہ کون نیک بخت ہوگا اور کون بد بخت۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ [الطلاق: ۱۲]

”تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بجا اعتباراً علم گھیر رکھا ہے۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [التوبة: ۱۰۵] ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَرَارَى الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ: اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلِينَ﴾

”نبی کریم ﷺ سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں سوال کیا گیا (کہ ان کا اخروی ٹھکانہ کیا ہے؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں جو وہ عمل کرنے والے تھے۔“ (۱)

کتابت:

اس بات پر پختہ ایمان کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق قیامت تک ہونے والے ہر کام اور وجود میں آنے والی ہر چیز کے متعلق لکھوا دیا۔ لہذا جو کچھ بھی ہو چکا ہے اور تا قیامت جو کچھ بھی ہوگا سب اللہ کے ہاں لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ﴾ [یس: ۱۲]

”اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں ضبط (تحریر) کر رکھا ہے۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

(۱) [بخاری (۱۳۸۴) کتاب الحناظر: باب ما قيل في أولاد المشركين، مسلم (۲۶۵۸) کتاب القدر: باب معشيتي كل مولود يولد يولد على الفطرة وحكم موت أطفال الكفار و أطفال المسلمين] ترمذی (۲۱۳۸)

کتاب القدر: باب ما جاء كل مولود يولد على الفطرة، ابن ماجہ (۱۲۸) عبد الرزاق (۲۰۰۸۷)

﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ﴾ [الحج: ۷۰]
 ”کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے، یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے۔“

(3) فرمان نبوی ہے کہ

﴿إِنْ أُوْنِ مَا خَلَقَ اللَّهُ فَقَالَ لَهُ اكْتُبْ، قَالَ رَبِّ! مَاذَا اُكْتُبُ؟ قَالَ اَكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ﴾ ”بے شک جو چیز اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کی وہ قلم تھا اور اس سے کہا کہ لکھو۔ اس نے عرض کیا، اے میرے پروردگار! میں کیا لکھوں؟ فرمایا ”قیامت تک آنے والی ہر چیز کی تقدیر لکھ دو۔“ (۱)

❶ ارادہ و مشیت:

اس بات پر پختہ ایمان کہ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو اللہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ اور اللہ کی مشیت اللہ کے اس علم کے مطابق ہی ہے جو لوح محفوظ میں تحریر کیا جا چکا ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ [یس: ۸۲]

”وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔“

(2) ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ [التکویر: ۲۹]

”اور تم پروردگارِ عالم کے چاہے بغیر کچھ نہیں چاہ سکتے۔“

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَقُولُ أَحَدُكُمْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ، أَوْ حَمِّنِي إِنْ شِئْتَ، أَوْ رَزُقْنِي إِنْ شِئْتَ، وَ لَيْعُومٌ مَسْأَلَتُهُ إِنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ لَا مُنْكَرَ لَهُ﴾ ”(دعا کرتے وقت) تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما، اگر تو چاہے تو مجھے رزق دے۔ بلکہ بالجزم (پختہ کر کے) سوال کرے کیونکہ یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔“ (۲)

(4) اور فرمان نبوی ہے کہ

(۱) [صحیح: صحیح ابوداؤد، ابوداؤد (۴۷۰۰) کتاب السنۃ: باب فی القدر، ترمذی (۲۱۵۵)]

(۲) [بخاری (۷۴۷۷) کتاب التوجید: باب فی المشیئة والارادة، مسلم (۲۶۷۸) کتاب الذکر والدعاء:

باب العزم بالدعاء ولا یقل ان شئت 'الأدب المفرد (۶۰۸) نسائی فی الکبری (۱۰۴۲۰/۶)]

﴿إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ مِنَ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ، تَقْلَبُ وَاجِدٌ، يَضْرِفُهُ خَوْفُ نَشْأَةٍ﴾
 ”یقیناً تمام اولادِ آدم کے دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان، ایک دل کی مانند ہیں، وہ انہیں جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔“ (۱)

① تخلیق:

اس بابت پر پختہ ایمان کہ ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے، اس کے علاوہ ہر چیز مخلوق ہے۔ وہ ہر عامل اور اس کے عمل، ہر متحرک اور اس کی حرکت اور ہر ساکن اور اس کی سکونت کا خالق ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾ [الزمر: ۶۲]

”اللہ ہر چیز کا خالق اور ہر چیز کا کارساز ہے۔“

(۲) دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ [الصافات: ۹۶]

”اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تمہیں اور جو تم عمل کرتے ہو۔“

(۳) فرمان نبوی ہے کہ

﴿كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْبَيَاءِ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلِّ شَيْءٍ وَخَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ...﴾ ”اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں تھی، اس کا عرش پانی پر تھا، اس نے ہر چیز کو برحمتہ میں لکھ دی اور آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کا بھی خالق ہے اور بندوں کے افعال کا بھی، یعنی ہر خیر و شر، کفر و ایمان اور اطاعت و معصیت اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے ساتھ خود پیدا فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا﴾ [التوبة: ۵] ”آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں ہرگز نہیں کچھ پہنچا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے (پہلے سے) لکھا ہوا ہے۔“

مگر اللہ تعالیٰ اطاعت کو پسند اور معصیت کو ناپسند کرتا ہے اور اپنے فضل سے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور اپنے عدل سے جسے چاہے گمراہ کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا

(۱) [مسلم: کتاب القدر: باب تصريف الله القلوب كيف يشاء، السلسلة الصحيحة (۱۶۸۹)]

(۲) [بخاری (۳۱۹۱) کتاب بدء الخلق: باب ما جاء في قول الله تعالى وهو الذي يبدأ الخلق ثم يعيده]

يُؤْتِي لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ﴿٧﴾ [الزمر: ٧] ”اگر تم ناشکری کرو تو (یا در کھوکھ) اللہ تعالیٰ تم (سب سے) بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کرے گا اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“

جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کے پاس کوئی جنت نہیں ہوگی (کہ مجھے تو اللہ نے گمراہ کیا تھا) اور نہ ہی کوئی عذر ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیج کر قطعی جنت قائم کر دی ہے اور بندے کے عمل کو اس کی طرف منسوب کیا ہے، اسے اسی کی کمائی کہا ہے اور اسے صرف اسی کام کا مکلف بنایا ہے جس کی وہ طاقت رکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ﴾ [غافر: ١٧] ”آج ہر نفس کو اس کے مطابق بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمائی کی، آج کوئی ظلم نہیں ہوگا۔“ اور فرمایا ﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِنَّمَا شَاكَرْنَا وَإِنَّا كَفُورٌ﴾ [الانسان: ٣] ”ہم نے اسے راہ دکھادی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا۔“ اور فرمایا کہ ﴿لَيْتَلَا يَكُونَنَّ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ [النساء: ١٦٥] ”(ہم نے پیغمبروں کو بھیجا) تاکہ لوگوں کی کوئی جنت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر نہ جائے۔“ اور یہ بھی فرمایا کہ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: ٢٨٦] ”اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔“

تاہم شرک و اللہ کی کمال رحمت کی وجہ سے اس کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ خیر کا حکم دیتا ہے اور شر سے روکتا ہے، شر تو محض اللہ کی حکمت کی وجہ سے وجود میں آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فِيمِنَ اللَّهِ وَ مَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فِيمِنَ نَفْسِكَ﴾ [النساء: ٧٩] ”تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک اور عدل کے ساتھ متصف ہے، وہ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا اور اس کے تمام افعال عدل و رحمت پر مبنی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾ [ق: ٢٩] ”اور میں اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔“ اور فرمایا کہ ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ [الكهف: ٤٩] ”اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔“ اور ایک مقام پر فرمایا کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ [النساء: ٤٠] ”یقیناً اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔“

اور اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے اور جس کام کا ارادہ کرتا ہے اس کے لیے وہ کسی کے آگے جواب دہ نہیں (کہ اس نے یہ کیوں کیا ہے؟)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَا يَسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ﴾ [الانبیاء: ٢٣] ”وہ اپنے کاموں کے لیے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں۔“

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی پیدا کیا ہے اور اس کے افعال کو بھی ارادہ، قدرت، اختیار اور مشیت بھی عطا کی ہے تاکہ اس کے افعال اس کی طرف سے حقیقی طور پر سرزد ہوں مجازی طور پر نہیں، مزید اسے عقل جیسی عظیم نعمت بھی عطا فرمائی ہے جو خیر و شر کے درمیان تمیز کرنے والی ہے اور انسان سے صرف انہی اعمال کا حساب لیا جائے گا جو اس نے اپنے ارادے اور اختیار کے ساتھ کیے ہوں گے۔ لہذا انسان مجبور نہیں بلکہ صاحب اختیار ہے اور اپنے افعال و عقائد میں خود مختار ہے، البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس کا اختیار اور چاہت اللہ کی چاہت کے تابع ہے (یعنی انسان جو بھی چاہتا ہے اور پھر جو بھی کرتا ہے وہ سب اللہ کی مشیت کے ساتھ ہی ہوتا ہے) کیونکہ صرف وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے اور جو اللہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ اس لیے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے اور بندے وہ افعال اختیار کرنے والے ہیں یعنی اللہ کی طرف افعال عباد کی نسبت تخلیق و تقدیر کی ہے جبکہ بندوں کی طرف افعال کی نسبت کسب و عمل کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝ لَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۝ وَ مَا تَشَاءُ ۚ وَنَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ [التکویر: ۲۷-۲۹] ”یہ تو تمام جہان والوں کے لیے نصیحت نامہ ہے۔ (بالخصوص) اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔ اور تم پروردگار عالم کے چاہے بغیر کچھ نہیں چاہ سکتے۔“

روز قیامت کوئی بھی شخص یہ کہہ کر نہیں بچ سکے گا کہ میں نے کفر و شرک اس لیے کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھا ہوا تھا یا اللہ کی بھی مشیت تھی۔ مشرکین نے جب تقدیر کو حجت بنانے کی کوشش کی اور کہا ﴿لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آتَيْنَا﴾ [الانعام: ۱۴۸] ”اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے آباؤ اجداد۔“ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید یوں فرمائی کہ ﴿قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْهَوْنَ﴾ [المرجع السابق] ”آپ کہہ دیجئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے روبرو دکھا کر۔ تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل انکل سے باتیں بناتے ہو۔“

□ علاوہ ازیں مذکورہ بالا چاروں مزاحب تقدیر کو ہم یوں جمع کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز اور اس کے عمل و کردار کو پیدا کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر چیز کو پیدا کرنا اس کی مشیت و ارادے کے مطابق ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کے اس علم کے مطابق ہے جو لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔

□ ائمہ سلف کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی اچھی بری (ہر طرح کی) تقدیر کو مطلقاً تسلیم کرنا چاہیے اور ہر قسم کے پیش آمدہ حالات کو تقدیر الہی کا حصہ سمجھنا چاہیے اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ ((الْخَيْرُ مَا اخْتَارَهُ اللَّهُ)) ”خیر اسی میں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قُلْ كُلُّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ﴾ [النساء: ۷۸]

[۷۸] ”آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ کی طرف سے ہی ہے۔“ لہذا جب بھی کوئی مصیبت پہنچے اس پر جوع فزع کر کے اور دیگر ایمان بالقدر کے خلاف باتیں کر کے شیطان کو خوش نہیں کرنا چاہیے۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿فَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا وَ لَكِنْ قُلْ قَدَرُ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ﴾ اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں اس طرح اور اس طرح کرتا (تو اس طرح ہوتا) بلکہ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو تقدیر میں لکھا تھا اور جو چاہا کر دیا، بلاشبہ ”لو“ (یعنی اگر کا لفظ) شیطان کا عمل شروع کر دیتا ہے۔“ (۱)

اگر سب کچھ پہلے ہی لکھا ہوا ہے تو عمل چھوڑ دینا چاہیے؟

سب کچھ پہلے سے لکھا جا چکا ہے (کہ جنتی کون ہے اور جہنمی کون؟ وغیرہ)، اس سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ یہ اشکال عہد رسالت میں بھی پیدا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ عمل کرتے رہو، جس کا جو ٹھکانہ ہے اسے ویسے ہی اعمال کی توفیق دی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ، وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَلَا تَنْشِكِلُ عَلَيْنَا بِكُنَائِنَا وَنَدْعُ الْعَمَلَ؟ قَالَ: لَا، اْعْلَمُوا؛ فَكُلٌّ مَيَسَّرُ لِمَا خُلِقَ لَهُ، أَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيُسَّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيُسَّرُ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ، ثُمَّ قَرَأَ: ”قَاتِمًا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى“﴾

”تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانہ دوزخ یا جنت میں لکھا جا چکا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل کرنا چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، عمل کرتے رہو ہر شخص کو اس عمل کی توفیق دی جائے گی جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ جو شخص (اللہ کے علم میں) سعادت والوں سے ہے اس کو سعادت کے عمل کی توفیق حاصل ہوگی اور جو شخص (اللہ کے علم میں) بد بخت لوگوں سے ہے اس کو بد بخت بننے کی توفیق ملے گی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی (جس کا ترجمہ یہ ہے) ”جس شخص نے عطیہ دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور نیک بات کی تصدیق کی۔“ (۲)

(۱) [مسلم: کتاب القدر: باب فی الامر بالقوة وترك العجز والابتعانة بالله، ابن ماجہ (۷۹) مقدمة: باب فی

القدر، المشكاة (۵: ۹۸)]

(۲) [بخاری (۱۳۶۲) کتاب الحنائن: باب موعظة المحدث عند القبر وقعود اصحابه حوله، مسلم

(۲۶۴۷) کتاب القدر: باب كيفية خلق آدمی فی بطن أمه وكتابة رزقه وأجله، ابو داود (۴۶۹۴)

ترمذی (۲۱۳۶) نسائی فی السنن الكبرى (۱۱۶۷۹)]

(حافظ ابن حجر) نبی کریم ﷺ نے نہایت ہی حکمت سے بھرپور جواب دیا کہ عمل کرو یعنی تم پر جو عبودیت واجب ہے اسے لازم پکڑو اور ربوبیت کے کاموں میں دخل اندازی مت دو۔ (۱)
گناہ کے ارتکاب پر ولی تسلی کے لیے تقدیر کا سہارا لینا درست ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اَسْتَجِ اٰدَمُ وَ مُوسٰى عِنْدَ رَبِّهِمَا، فَخَجَّ اٰدَمُ مُوسٰى، قَالَ مُوسٰى: اَنْتَ اٰدَمُ الَّذِى خَلَقَكَ اللّٰهُ بِیَدِهِ، وَنَفَخَ فِیْكَ مِنْ رُوْحِهِ، وَاسْتَجَدَّ لَكَ مَلَائِكَتُهُ وَاسْتَكْبَنَكَ فِیْ حَنَّتِهِ، ثُمَّ اَهْبَطْتَ النَّاسَ بِسَخَطِیَّتِكَ اِلَى الْاَرْضِ؟ قَالَ اٰدَمُ: اَنْتَ مُوسٰى الَّذِى اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرَسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ، وَاعْطَاكَ الْاَلْوَاحَ فِیْهَا یَبْیِّنُا كُلَّ شَیْءٍ وَفَرَنْكَ نَجِیًّا، فَبِکُمْ وَجَدْتَ اللّٰهُ کَتَبَ التَّوْرَةَ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ؟ قَالَ مُوسٰى: بِاَرْبَعِیْنَ عَامًا، قَالَ اٰدَمُ: فَهَلْ وَجَدْتَ فِیْهَا "وَبَعْضِی اٰدَمُ وَکَلَّهٖ لِقَوٰی"؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اَقْتُلُوْا مُوسٰى عَلٰی اَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا قَدْ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰی اَنْ اَعْمَلَهُ قَبْلَ اَنْ یُخْلَقَنِیْ بِاَرْبَعِیْنَ سَنَةً؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَخَجَّ اٰدَمُ مُوسٰى﴾

”آدم ﷺ اور موسیٰ ﷺ نے اپنے پروردگار کے ہاں جھگڑا کیا تو آدم ﷺ، موسیٰ ﷺ پر غالب آ گئے۔ موسیٰ ﷺ نے اعتراض کیا اور کہا، آپ وہ آدم ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں سے آپ کو جسدہ کرایا اور آپ کو اپنی جنت میں آباؤ کیا، پھر آپ نے اپنی غلطی سے لوگوں کو زمین پر اتار دیا۔ آدم ﷺ نے جواب دیا، آپ وہ موسیٰ ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام کے ساتھ منتخب کیا اور آپ کو کتاب کی تختیاں عطا کیں جن میں ہر چیز کی وضاحت تھی اور آپ کے ساتھ سرگوشی کر کے آپ کو اپنا قرب عطا کیا۔ آپ کتنا عرصہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تورات کو میرے پیدا کرنے سے پہلے تحریر فرمایا؟ موسیٰ ﷺ نے جواب دیا، چالیس سال پہلے۔ آدم ﷺ نے دریافت کیا، بھلا آپ نے اس میں پایا ہے کہ ”آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور راہِ صواب سے ہٹ گیا؟“ انہوں نے جواب دیا، جی ہاں۔ انہوں نے کہا، کیا آپ مجھے ایسے عمل پر ملامت کرتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے تحریر کر دیا تھا کہ میں وہ کام کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”پس آدم ﷺ کو موسیٰ ﷺ پر غلبہ حاصل ہو گیا۔“ (۲)

(۱) [فتح الباری (تحت الحديث: ۱۳۶۲)]

(۲) [مسلم (۲۶۵۲) کتاب القدر: باب حجاج آدم وموسى، بخارى (۶۶۱۴) کتاب القدر: باب تحاج

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اپنی پریشانی دور کرنے اور قلبی اطمینان کے لیے تقدیر کا سہارا لے سکتا ہے (کہ یہ گناہ تو پہلے ہی میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا) جیسا کہ آدم علیہ السلام نے اپنے آپ کو تسلی دی۔ البتہ یہ قطعاً جائز نہیں کہ تقدیر کا سہارا لے کر کسی گناہ کے ارتکاب پر دلیری حاصل کی جائے۔ بالفاظ دیگر تقدیر کا سہارا لینا مصائب میں درست جبکہ ارتکاب گناہ میں ناجائز ہے۔

تقدیر پر ایمان کے فوائد

- (1) تقدیر پر ایمان کا ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان جب بھی کسی کام کے لیے کوئی اسباب اختیار کرتا ہے تو ان اسباب پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے کیونکہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ ان اسباب کے ذریعے بھی مقصد تب ہی حاصل ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی چاہت ہوگی۔
- (2) تقدیر پر ایمان کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں اطمینان و راحت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی ہوگا سب اللہ کے فیصلے اور لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق ہی ہوگا۔
- (3) مراد حاصل ہو جائے تو انسان خود پسندی کا مظاہرہ نہیں کرتا کیونکہ اسے یہ علم ہوتا ہے کہ اسے جو بھی نعمت حاصل ہوئی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، جو اس نے پہلے ہی اپنے فضل سے اس کے لیے لکھ رکھی تھی اور پھر وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔
- (4) مراد حاصل نہ ہو یا کسی نا پسندیدہ چیز کا سامنا کرنا پڑ جائے تو انسان پریشانی اور قلق و اضطراب کا مظاہرہ نہیں کرتا کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ سب اللہ کے فیصلے اور تقدیر کے مطابق ہی ہوا ہے اور پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے اور اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہے۔



فصل ہفتم:

جنات و شیاطین پر ایمان

جنات و شیاطین پر ایمان کا مفہوم اور حکم

جنات و شیاطین پر ایمان سے مراد ہے قرآن و سنت میں ان کے بارے میں جو کچھ بھی ذکر ہوا ہے اس پر من و عن بلا تاویل و تغیر کامل یقین رکھنا۔ شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے کہ جنات پر بھی ایمان واجب ہے کیونکہ ان کا ذکر قرآن میں ہوا ہے اور درحقیقت قرآن پر ایمان میں جنات پر ایمان بھی شامل ہے۔ (۱)

(امام قرطبیؒ) کافر فلاسفہ و اطباء کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرتے ہوئے جنات کے (خارجی) وجود کا انکار کیا ہے (اور انہیں محض بدی کی ایک طاقت قرار دیا ہے) حالانکہ قرآن و سنت ان کی تردید کرتے ہیں۔ (۲)

(شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ) اہل السنہ و الجماعہ اور ہر مسلمان گروہ نہ تو جنات کے وجود کی مخالفت کرتا ہے اور نہ ہی اس بات کی مخالفت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو جنات کی طرف بھی مبعوث فرمایا ہے۔ (۳)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ جنات کا وجود کتاب و سنت اور سلفی امت کے اجماع سے ثابت ہے۔ (۴)
(ابن حزمؒ) جس نے جنات (کے خارجی وجود) کا انکار کیا یا ظاہر کے خلاف ان کی کوئی تاویل کی تو وہ کافر و مشرک ہے اور (دوسرے مسلمانوں کے لیے) اس کا خون اور مال حلال ہے۔ (۵)

(شیخ صالح بن فوزانؒ) جس نے جنات کے وجود کا انکار کیا وہ کافر ہے کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والا ہے اور جنات کے وجود پر امت کا اجماع ہے۔ (۶)

(۱) [شرح العقیدۃ الطحاویۃ (ص: ۳۲۳)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۶/۱۹)]

(۳) [مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ (۱۸۲/۴)]

(۴) [ایضاً (۴۴/۵)]

(۵) [الفصل (۱۷۹/۳)]

(۶) [اعانة المستفید شرح کتاب التوحید (۳۳/۱)]

(شیخ محمد صالح المنجد) جنات کا وجود کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ (۱)

(ابو محمد عصام بشیر مراکشی) جنات کا وجود اور ان کے بہت سے احوال و صفات کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔ (۲)

□ واضح رہے کہ لفظ جن کا ایک معنی ہے ”جھپٹی ہوئی چیز“۔ چونکہ جنات جھپٹی ہوئی مخلوق ہے اس لیے انہیں یہ نام دیا گیا ہے۔ جنات بھی انسانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے (۳)۔ ان کا وجود انسانوں سے بھی قدیم ہے۔ ان میں نیک بھی ہیں اور بد بھی، البتہ ان کی اکثریت سرکش ہی ہوتی ہے اسی لیے انہیں کتاب و سنت میں اکثر مقامات پر شیاطین کے نام سے ہی موسوم کیا گیا ہے (بالفاظ دیگر سرکش جنوں کو ہی شیاطین کہا گیا ہے کیونکہ لفظ شیطان عربوں میں ہر سرکش اور باغی کے لیے بولا جاتا ہے) (۴)۔ ایک جن (جن کا نام ابلیس ذکر کیا گیا ہے) فرشتوں کے ساتھ نفل کر اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا مگر جب اسے دوسرے فرشتوں کے ساتھ آدم علیہ السلام کو سجدے کا حکم دیا گیا تو اس نے انکار کر دیا اور شیطان مردود کہلایا۔ چونکہ اس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کے لیے مہلت حاصل کر لی ہے اس لیے اس شیطان کو شیطان اکبر کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اس شیطان کے علاوہ بھی بہت سے شیطان ہیں جو اس کے پیلے چائے ہیں اور ہمہ وقت لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں حتیٰ کہ ہر انسان کے ساتھ بھی ایک شیطان مقرر ہے جو ہر وقت اسے برائی کی ترغیب دلاتا رہتا ہے۔ (۵)

جنات و شیاطین کا مختصر تعارف

جنات و شیاطین کے حوالے سے کتاب و سنت میں جو امور بیان ہوئے ہیں ان میں سے چند کا ذکر پیش خدمت ہے:

✽ جنات کی تخلیق کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات: ۵۶] اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا تا کہ وہ میری عبادت کریں۔

✽ جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَالْجَنَّ خَلَقْنَا مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ﴾ [الحجر: ۲۷] اور اس

(۱) [فتاویٰ الاسلام سوال و جواب (۵۲۷/۱)]

(۲) [شرح منظومہ الایمان (ص: ۲۰۳)]

(۳) [سورۃ الذاریات: ۵۶] -

(۴) [لسان العرب (مادہ: شطن)]

(۵) [مفسم: کتاب صفة القيامة والجنة والنار: باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه]

سے پہلے جنت کو ہم نے لوہائی آگ سے پیدا کیا۔“ ایک حدیث میں ہے کہ ﴿خُلِقَتِ الْجَنُّ مِنَ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ﴾ ”جنت کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا ہے۔“ (۱)

✽ شیطان اکبر یعنی ابلیس بھی جن ہی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿تَحَنَّنَ مِنَ الْجِنَّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ﴾ [الکہف: ۵۰] ”(ابلیس) جنوں میں سے تھا اور اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔“ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ابلیس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کا سبب یہ بیان کیا کہ ﴿أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾ [الاعراف: ۱۲] ”میں اس سے بہتر ہوں (کیونکہ) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے جبکہ اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔“

✽ ابلیس نے ہی آدم و حواء علیہما السلام کو جنت سے نکلوا یا تھا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَتَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ۝ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِيقٌ النَّاصِحِينَ ۝ فَلَدَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَأَقُلْتُ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ﴾ [الاعراف: ۲۰-۲۵] ”پھر شیطان نے ان

دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھیں دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے اور کہے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا، مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور ان دونوں کے روبرو قسم کھائی کہ یقیناً مانو میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا، پس ان دونوں نے جب درخت کو چکھا دونوں کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہو گئیں اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے اور ان کے رب نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے؟ دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا

(۱) [مسلم: کتاب الزہد والرقائق: باب فی احادیث متفرقة، صحیح التامع البصیر (۳۲۳۸) مشکاة

(۵۷۰۱) السلسلة الصحيحة (۴۵۸)]

نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ہے ایک وقت تک۔ فرمایا تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر نکالے جاؤ گے۔

✽ ابلیس کی وجہ سے ہی دنیا میں شرک و بت پرستی کا آغاز ہوا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قوم نوح میں وہ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نامی پانچ نیک صالح بزرگ تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے کسی طرح سے ان کی (اگلی نسل یا قوم) کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم ان پانچوں بزرگوں کے بت بنا کر اپنی مجلسوں (اور اجتماعات وغیرہ) میں رکھو اور ان بتوں کے نام بھی اپنے بزرگوں کے ناموں پر رکھو۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا (اور اپنے بزرگوں کے بت بنا لیے مگر) اس وقت ان بتوں (کو محض بزرگوں کی یاد کے لیے بنایا گیا تھا نہ قوم نوح کے نیک صالح لوگ ان) کی عبادت و پرستش نہیں کرتے تھے لیکن جب یہ لوگ بھی مر گئے جنہوں نے بت بنائے تھے اور لوگوں میں علم بھی نہ رہا (کہ یہ بت تو محض بزرگوں کی یاد کا ایک ذریعہ تھے) تو پھر ان بتوں کی پوجا شروع ہو گئی۔ (۱)

✽ ابلیس کا ٹھکانہ پانی پر ہے:

اور وہ وہاں سے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنے چیلوں کو روانہ کرتا ہے۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿إِنَّ ابْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَابًا فَادْنَاهُمْ مِنْهُ مَنَزَلَةً أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَيَنْتَهِي بِحِجْيَةٍ أَخَذَهُمْ فَيَقُولُ قَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَحْيِيءُ أَخَذَهُمْ فَيَقُولُ مَا تَرَكْتُهُ حَتَّىٰ قَرَعْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ قَالَ فَيُدْنِيهِ مِنْهُ فَيَقُولُ نِعْمَ أَنْتَ﴾ ”ابلیس اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے، پھر وہاں سے اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے (تاکہ وہ لوگوں کو گمراہ کریں)، اس کے لشکر میں سے اس کے سب سے زیادہ قریب وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے لشکر میں ایک شیطان آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں برائی کروائی ہے۔ ابلیس کہتا ہے کہ نہیں، تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ایک دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اسے اس وقت تک نہیں چھوڑا حتیٰ کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی۔ ابلیس اسے کہتا ہے، تم نے واقعی بڑا کام کیا ہے اور اسے اپنے قریب کر لیتا ہے۔“ (۲)

(۱) [بخاری (۱۹۲۰) کتاب تفسیر القرآن: باب ودا ولا سواء ولا یغوث وبعوق]

(۲) [مسلم (۲۸۱۳) کتاب صفۃ القیامۃ والحنۃ والنار: باب تحریف الشیطان وبعثہ سرابا]

✽ ہر انسان کے ساتھ ایک جن مقرر ہے:

جو ہر وقت اسے گناہوں پر آمادہ کرتا رہتا ہے، مگر جو جن نبی کریم ﷺ کے ساتھ مقرر تھا اسے آپ کے تابع کر دیا گیا تھا۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وَكَّلَ اللَّهُ بِهِ قَرْنَهُ مِنَ الْجِنِّ قَالُوا وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: وَإِيَّايَ إِلَّا أَنَّ اللَّهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن کو اس کے ساتھی کے بطور مقرر کر رکھا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں میرے ساتھ بھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ میرے تابع ہو گیا ہے، اس لیے وہ مجھے صرف خیر و بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔“ (۱)

✽ جنات کے لیے بالعموم شیاطین کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَمِنَ الشَّيَاطِينِ مَنْ يَغُوصُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِينَ﴾ [الانبیاء: ۸۲] ”اسی طرح بہت سے شیاطین (یعنی جنات) بھی ہم نے ان (یعنی سلیمان علیہ السلام) کے تابع کیے تھے جو ان کے حکم سے (سمندر سے موتی نکالنے کے لیے) غوطے لگاتے تھے اور اس کے علاوہ بھی بہت سے کام کرتے تھے۔“ اسی طرح ان جنات کو بھی قرآن کریم میں شیاطین ہی کہا گیا ہے (۲) جو آسمانوں تک پہنچ تک اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور تقدیر کے متعلق خبریں چرانے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اللہ کی طرف سے ان پر آگ برسائی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں کچھ ہلاک ہو جاتے ہیں اور کچھ بچ جاتے ہیں۔

✽ جنات بے پناہ قوت و طاقت کے مالک ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْمُرُهَا بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ۝ قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَّقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ﴾ [النمل: ۳۸-۳۹] ”جب آپ (یعنی سلیمان علیہ السلام) نے کہا اے سردارو! تم میں سے کوئی ہے جو ان (اہل یمن) کے مسلمان ہو کر جینچے سے پہلے ہی اس (ملکہ سبا) کا تخت مجھے لا دے؟ ایک قوی ہوکل جن کہنے لگا کہ آپ کے اپنی اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں اور یقین مایے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار۔“ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَن

(۱) [مسلم (۲۸۱۴) کتاب صفة القيامة والجنة والنار: باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه]

(۲) [الحن: ۸-۱۰]

يَزْعُ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نَذْفُهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ ﴿سبا: ۱۲-۱۳﴾ ”اور اس (یعنی سلیمان علیہ السلام) کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم کی سرطانی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ جو کچھ سلیمان (علیہ السلام) چاہتے جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے، بجسے، بڑے بڑے حوض جیسے نلکے اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں۔“

✽ جنات کو انسانی اجسام میں داخل ہونے کی طاقت حاصل ہے:

فرمان نبوی ہے کہ ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ﴾ ”بلاشبہ شیطان انسان میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔“ (۱)

✽ جنات اپنی شکل و صورت تبدیل کر سکتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِطَرَا وِرَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝ وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ فَلَمَّا تَرَأَتِ الْفَتَنَانِ لَكَصَ عَلَى عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ [الانفال: ۴۷-۴۸] ”ان لوگوں جیسے نہ بنو جو اتراتے ہوئے اور لوگوں میں خود نمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اسے گھیر لینے والا ہے جبکہ ان کے اعمال، شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایزدوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا کہ میں تو تم سے بری ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب والا ہے۔“ ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر مشرکین جب مکہ سے روانہ ہوئے تو انہیں اپنے حریف قبیلے بنی مکرم بن کنانہ سے اندیشہ تھا کہ وہ پیچھے سے انہیں نقصان نہ پہنچائے، چنانچہ شیطان سراقد بن مالک کی صورت بنا کر آیا، جو بنی مکرم بن کنانہ کے ایک سردار تھے، اور انہیں نہ صرف فتح و غلبہ کی بشارت دی بلکہ اپنی حمایت کا بھی پورا یقین دلایا۔ لیکن

(۱) [بخاری (۲۰۳۸) کتاب الاعتکاف: باب زیارة المرأة زوجها فی اعتکافہ، ابو داود (۲۴۷۰) کتاب

الصوم: باب المعتکف یدخل بیت لِحاجتہ، ابن ماجہ (۱۷۷۹) کتاب الصیام: باب فی المعتکف

بزرہ اہلہ فی المسجد، ترمذی (۱۱۷۲) کتاب الرضاع]

جب ملائکہ کی صورت میں امداد الہی اسے نظر آئی تو ایڑیوں کے بل بھاگ کھڑا ہوا۔ (۱)
 معلوم ہوا کہ جنات انسانی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس کا ثبوت وہ روایت بھی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حدیث کی کھجوروں کی نگرانی کے لیے مقرر فرمایا تو شیطان ایک آدمی کی شکل بن کر آیا اور چوری کی کوشش کی مگر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا۔ پھر اس نے منہ سمجھت کی تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ (۲) ایک فرمان نبوی کے مطابق جنات سانپوں کی صورت بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ (۳)

❁ جنات نبی کریم ﷺ کی صورت اختیار نہیں کر سکتے:
 فرمان نبوی ہے کہ ﴿فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي﴾ ”یقیناً شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔“ (۴)
 ❁ جنات کی خوراک ہڈی اور گوشت ہے:

ایک حدیث میں ہے کہ جنوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی خوراک کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ﴿لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذِكْرُ اسْمِ اللَّهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِي أَيْدِيكُمْ أَوْ قَرَّمَ مَا يَكُونُ لَحْمًا وَكُلُّ بَعْرَةٍ غُلْفٌ لِدَوَابِّكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمْ﴾ ”تمہاری خوراک ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور وہ تمہارے ہاتھ میں آتے ہی گوشت سے بھر پور ہو جائے گی اور تمہارے جانوروں کا چارہ میٹنیاں ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے (صحابہ سے) فرمایا کہ تم ان دونوں اشیاء کے ساتھ استنجاء مت کرو کیونکہ یہ تمہارے (مسلمان جن) بھائیوں کی خوراک ہے۔“ (۵)

❁ جنات کی شادیاں ہوتی ہیں اور اولاد بھی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿كَانَ مِنَ الْجِنَّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ﴾ [الكہف: ۵۰] ”(المیمن) جنوں میں سے تھا، اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔“
 معلوم ہوا کہ شیطان کی اولاد ہے اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ اولاد نبوی سے ہی ہوتی ہے۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آکر مجھ سے پوچھا، کیا المیمن کی بیوی ہے؟ تو میں نے یہ آیت تلاوت

(۱) [تفسیر احسن البیان (ص: ۴۹۴)]

(۲) [بخاری (۵۰۱۰) کتاب فضائل القرآن: باب فضل سورة البقرة]

(۳) [مسلم (۲۲۳۶) کتاب السلام: باب قتل الحيات وغيرها]

(۴) [بخاری (۶۹۹۴) کتاب التعبير: باب من رأى النبي في المنام فاستلم (۲۲۶۶)]

(۵) [مسلم (۴۵۰) کتاب الصلاة: باب الجهر بالقراءة في الصلوة والقراءة على الجن]

کی ”کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟“ اور کہا کہ تمہیں علم ہے کہ اولاد صرف بیوی سے ہی ہوتی ہے، اس پر اس نے کہا جی ہاں۔ علاوہ ازیں قتادہ فرمایا کرتے تھے کہ جنات میں بھی اسی طرح تولد و تناسل کا سلسلہ جاری ہے جیسے اولاد آدم میں ہے۔ (۱)

جنات نراور بادہ ہوتے ہیں، اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں بیت الخلاء جاتے وقت یہ دعا پڑھنے کا ذکر ہے کہ ”اے اللہ! میں غیبت جنوں اور چڑیلوں سے بچاؤ کے لیے تیری پناہ میں آتا ہوں۔“ (۲)

✽ جنات کو جانور بھی دیکھ لیتے ہیں:

فرمان نبوی ہے کہ ﴿إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدُّيُكَةِ فَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَبِيْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ رَأَى شَيْطَانًا﴾ ”مرغ کی اذان سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔“ (۳)

✽ اللہ کے کچھ نیک بندوں سے جنات ڈرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ﴿وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقَيْتَ الشَّيْطَانَ قَطُّ سَالِكًا فَحَا إِلَّا سَلَكَ فَحَا غَيْرَ فَحَا﴾ ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب بھی شیطان تجھے کسی راستے سے آتا ہوا دیکھتا ہے تو وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔“ (۴) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا غَمْرًا﴾ ”اے عمر! شیطان تجھ سے ڈرتا ہے۔“ (۵)

✽ قرآن کریم انسانوں کی طرح جنات کے لیے بھی معجزہ ہے:

یعنی جنات بھی اس جیسی کتاب لانے سے قاصر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قُلْ لِّسِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِحِطْلٍ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِحِطْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ [الاسراء: ۸۸] ”کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔“

(۱) [دیکھئے: تفسیر ابن کثیر (۱۷۹/۵)]

(۲) [بخاری (۱۴۲) کتاب نوضوء: باب ما يقول عند الخلاء]

(۳) [بخاری (۳۳۰۳) کتاب بدء الخلق: باب خبر مال المسلم غنم يتبع بها شعف الحبال]

(۴) [بخاری (۳۶۹۴) کتاب بدء الخلق: باب صفة ابليس و جنوده]

(۵) [صحيح: المسئلة الصحيحة (۲۲۶۱) ترمذی (۳۶۹۰) کتاب المناقب: باب في مناقب عم]

✽ جنات میں انسانوں کی طرح مومن بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ﴾ [الحج: ۱۷] ”(جنات لے کہا) ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض ظالم ہیں۔“

✽ نیک جن دوسرے جنوں کو دین کی تبلیغ بھی کرتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَإِذْ صَرَّفْنَا إِلَيْكَ نَافِرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِينَ ۚ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ۚ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۚ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ [الاحقاف: ۲۹-۳۲]

”اور یاد کرو! جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں، پس جب (نبی کے) پاس پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے خاموش ہو جاؤ، پھر جب پڑھ کر ختم ہو گیا (یعنی آپ ﷺ نے اپنی تلاوت ختم کر لی) تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لیے واپس لوٹ گئے۔ کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ (ﷺ) کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو، اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں الناک عذاب سے پناہ دے گا۔ اور جو شخص اللہ کے بلانے والے کا کہانہ ماننے کا پس وہ زمین میں کہیں (بھاگ کر اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتا، نہ اللہ کے سوا اور کوئی اس کے مددگار ہوں گے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔“

✽ انسانوں کی طرح جنوں کے پیغمبر بھی محمد ﷺ ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ [الفرقان: ۱] ”بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام جہان والوں کے لیے آگاہ کرنے والا بن جائے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جہان والوں سے مراد جن و انس ہیں۔ (۱)

✽ مومن جن جنت میں اور کافر جن جہنم میں جائیں گے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ﴾ [الاعراف: ۱۷۹] ”اور یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے بہت زیادہ تعداد کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔“ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا وَرَشِدًا ۝ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾ [الجن: ۱۴-۱۵] ”(جنات نے کہا ہم میں) جو فرمانبردار ہو گئے انہوں نے تو راہ راست کا قصد کیا اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔“ اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کی طرح جنات بھی دوزخ اور جنت دونوں میں جانے والے ہوں گے، ان میں جو کافر ہوں گے وہ جہنم میں اور مسلمان جنت میں جائیں گے۔ (۱) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر جنوں کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور جمہور اہل علم یہ کہتے ہیں کہ مسلمان جن جنت میں داخل ہوں گے۔ (۲)

□ یہاں کسی کے ذہن میں اگر یہ اشکال پیدا ہو کہ جنات تو خود آگ سے پیدا ہوئے ہیں پھر انہیں آگ کا عذاب کیسے ہوگا؟ تو اس کے بہت سے جوابات ہیں جن میں سے زیادہ مناسب اور مختصر جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خود یہ ذکر فرمایا ہے کہ سرکش جنوں کو آتش جہنم میں عذاب دیا جائے گا تو اس پر ہمارا کامل ایمان ہونا چاہیے کہ انہیں عذاب ہوگا، البتہ اس عذاب کی صورت و کیفیت اور حقیقت کیا ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ نے ہم سے مخفی رکھا ہے اس لیے ہمیں بھی اس سلسلے میں خاموشی ہی اختیار کرنی چاہیے۔

جنات و شیاطین کے حملے

✽ شیطان نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی قسم اٹھا رکھی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَّهُمْ صُرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ثُمَّ لَا يَبُوءُ لَّهُمْ بَيْنِي أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ﴾ [الاعراف: ۱۶-۱۷] ”(شیطان نے اللہ تعالیٰ سے تاقیامت مہلت حاصل کرنے کے بعد) کہا، جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا، میں بھی تیرے سیدھے راستے پر ان (تیرے بندوں کو گمراہ کرنے کے لیے) بیٹھوں گا، پھر انسانوں کو آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے، الغرض ہر طرف سے گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔“

(۱) [تفسیر احسن البیان (ص: ۱۶۴۰)]

(۲) [مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ (۳۸/۱۹)]

شیطان تمام انسانوں کو جہنم میں داخل کرانا چاہتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ [الفاطر: ٦] ”وہ تو اپنے پیروکاروں کو اپنی زاہ پر اس لیے بلا رہا ہے تاکہ وہ دوڑیوں میں شامل ہو جائیں۔“

شیطان کی کوشش ہے کہ تمام انسانوں کو کافر و مشرک بنا دے:

کیونکہ کافر و مشرک ابدی جہنمی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكَ﴾ [الحشر: ١٦] ”ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں۔“ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حَقَّاءَ كُلِّهُمْ وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمْ الشَّيَاطِينُ فَأَجْنَلَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ وَحَرَمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحَلَّ لَهُمْ وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُشْرِكُوا بِي مَا لَمْ أَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا﴾ ”بے شک میں نے اپنے بندوں کو (مشرک سے پاک) یکطرفہ دین پر پیدا کیا ہے، پھر ان کے پاس شیطان آئے جنہوں نے انہیں ان کے دین سے برگشتہ کر دیا اور ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں اور انہیں میرے ساتھ مشرک کرنے پر آمادہ کیا جبکہ میں نے اس کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔“ (۱)

اگر کافر و مشرک نہ بنا سکے تو انہیں گناہوں میں مبتلا کرتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: ۱۶۸-۱۶۹]

”اور شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور تمہیں یہ سکھاتا ہے کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں۔“ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصْلُحَ بَيْنَكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ [المائدة: ۹۱] ”شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے، پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟“

(۱) [مسلم: کتاب الحنة وصفة نعيمها وأهلها: باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا، المشكاة (۵۳۷۱)]

السلسلة الصحيحة (۳۵۹۹) صحيح الجامع الصغير (۲۶۳۷)

❁ شیطان بندوں کو اللہ کی اطاعت سے روکتا ہے:

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی انسان اللہ کے کسی حکم پر عمل کرنے لگتا ہے تو شیطان اس کے تمام راستوں پر بیٹھ جاتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ اسلام لانا چاہتا ہے یا ہجرت کرنا چاہتا ہے یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہے تو وہ اسے ہر ممکن طریقے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جو انسان شیطان کی ہر بات ٹھکرا کر اللہ کے حکم پر عمل کر گزرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (۱)

❁ شیطان بندوں کی عبادت خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے:

ایک مرتبہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! شیطان میرے اور میری نماز کے درمیان حائل ہو کر نماز خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ يَنْزَبُ، فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْهُ، وَانْقُلْ عَلَى نَسَائِكَ﴾ ”وہ خنزب شیطان ہے، جب تمہیں اس کا احساس ہو تو اس سے اللہ کی پناہ پکڑو اور اپنی باتیں جانب تین مرتبہ تھو کو۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز مجھ سے ختم کر دی۔“ (۲)

❁ ایک جن نے نبی کریم ﷺ کی نماز خراب کرنے کی کوشش کی:

مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس پر قدرت دے دی اور آپ نے اسے پکڑ لیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میری خواہش تو یہ تھی کہ میں اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ صبح کے وقت تم سب اسے دیکھو مگر مجھے اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی دعا یاد آگئی کہ ”اے میرے رب! مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے بھی لائق نہ ہو۔“ تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ (۳)

❁ شیطان ہر پیدا ہونے والے بچے کو تکلیف پہنچاتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَا مِنْ نَفْسٍ آتَمَ مَوْلُودٌ إِلَّا يَمْسُهُ الشَّيْطَانُ حِينَ يُولَدُ فَيَسْتَهْلِكُ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرْمَمٍ وَانْهِيَ﴾ ”مریم اور ان کے بیٹے (علیہ السلام) کے علاوہ ہر پیدا ہونے والے بچے کو شیطان چھوتا ہے اور شیطان کے چھونے کی وجہ سے وہ چیختا ہے۔“ (۴) ایک دوسری روایت

(۱) [صحیح: صحيح الجامع الصغير (۱۶۵۲)]

(۲) [مسلم (۲۲۰۳) کتاب السلام: باب النعوذ من شیطان الوسوسة فی الصلاة]

(۳) [بخاری (۴۶۱) کتاب الصلاة: باب الاسیر أو الغریم یرید فی المسجد]

(۴) [بخاری (۳۴۳۱) کتاب أحادیث الانبیاء: باب قول الله تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم، مسلم (۲۳۶۶)]

کتاب الفضائل: باب فضائل عیسیٰ

میں ہے کہ ”پیدائش کے وقت بچہ شیطان کے چوکے کی وجہ سے ہی چلتا ہے۔“ (۱)

✽ شیطان بندوں کو برے خواب دکھاتا ہے:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللَّهِ وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ﴾ ”اچھا خواب اللہ کی طرف سے اور رنجیدہ و پریشان کن خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔“ (۲)

✽ طاعون کی بیماری کا سبب جنات ہی ہیں:

فرمان نبوی ہے کہ ﴿الطَّاعُونُ وَخَزْ أَعْدَاؤُكُمْ مِنَ الْجِنَّ وَهُوَ لَكُمْ شَهَادَةٌ﴾ ”طاعون (کی بیماری) تمہارے دشمن جنوں کے چوکے کا نتیجہ ہے، اور اس میں تمہارے لیے شہادت ہے۔“ (۳)

✽ شیطان موت کے وقت بھی بندوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے:

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ التَّرَدَّى وَالْهَدْمِ وَالْعُرْقِ وَالْحَرَقِ وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ يَتَخَبَّطَنِي الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ ...﴾ ”اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں کہ ہلاک ہونے سے، عمارت میں دب جانے سے، ڈوبنے سے، جل جانے سے اور موت کے وقت شیطان کے خطبی بنا دینے سے۔“ (۴)

جنات و شیاطین اور وساوس

✽ وساوس کا معنی و مفہوم:

وساوس جمع ہے و سوسنہ کی۔ دوسرے مخفی آواز کو کہتے ہیں۔ شیطان بھی نہایت غیر محسوس طریقوں سے انسان کے دل میں بری باتیں ڈال دیتا ہے، اسی کو دوسرے کہا جاتا ہے۔... دوسرے ڈالنے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شیاطین الجن جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی قدرت دے رکھی ہے۔ دوسرے ہر انسان کے ساتھ

(۱) [مسلم (۲۳۶۷) کتاب الفضائل: باب فضائل عیسیٰ]

(۲) [بخاری (۶۹۸۶) کتاب التفسیر: باب الرؤیا الصالحة جزء من سنة وأربعین جزء من التوبة، أبو داود

(۵۰۲۱) کتاب الأدب: باب ما جاء فی الرؤیا، ابن ماجہ (۳۹۰۹) کتاب تعبیر الرؤیا: باب من رأى

رؤیا یکرهها، ترمذی (۲۲۷۷) کتاب الرؤیا: باب اذا رأى فی المنام ما یکره]

(۳) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۳۹۰۱)]

(۴) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۱۲۸۲) نسائی (۵۰۳۱) کتاب الاستعاذة: باب الاستعاذة من

التردی والهدم]

ایک شیطان اس کا ساتھی ہوتا ہے جو اس کو گمراہ کرتا رہتا ہے۔ (۱)

✽ شیطان اولادِ آدم کے دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے:

1- ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ [الناس: ۱-۶]
 ”(اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں۔ لوگوں کے مالک کی۔ لوگوں کے معبود کی (پناہ میں)۔ وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے۔ جو لوگوں کے سینوں میں دوسرے ڈالتا ہے۔ (خواہ) وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔“

2- حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿اَتَتْهَا حَاجَاتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَزْوُرُهُ فِي اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عَنْهُ سَاعَةً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ مَعَهَا يَقْلِبُهَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَمَسَلَمَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ: عَلَيَّ رُسُلُكُمَا إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُثَيْبٍ فَقَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَكَبَّرَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْدِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا﴾ ”وہ رمضان کے آخری عشرے میں جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ سے ملنے کے لیے مسجد میں آئیں۔ کچھ دیر تک آپ ﷺ سے باتیں کیں پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ بھی انہیں (گھر) چھوڑنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں تو دو انصاری آدمی ادھر سے گزرے اور نبی ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں یہ میری بیوی صفیہ بنت حبی ہیں۔“ انہوں نے کہا سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول! (گویا) ان پر آپ ﷺ کا یہ جملہ نہایت گراں گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”شیطان خون کی مانند جسم میں دوڑتا ہے۔ مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال جائے۔“ (۲)

(۱) [دیکھئے: تفسیر احسن البیان (ص: ۱۷۵۷)]

(۲) [بخاری (۲۰۳۵، ۲۰۳۸) کتاب الاعتکاف: باب هل يخرج المعتكف لحوالته إلى باب المسجد]

مسلم (۲۱۷۵) أبو داود (۲۴۷۰) ابن ماجہ (۱۷۷۹) أحمد (۲۳۷/۶) عبد الرزاق (۸۰۶۵) دارمی (۲۷/۲) مشكل الآثار (۱۰۶) ابن عزيمة (۲۲۲۳) ابن حبان (۳۶۷۱) شرح السنة (۳۹۷/۷) بیہقی

3- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً بِإِسْنِ آدَمَ وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً، فَأَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ فَإِنْعَادُ بِالْإِثْمِ وَتَكْذِيبُ بِالْحَقِّ وَأَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ فَإِنْعَادُ بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيقُ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذَلِكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ مِنَ اللَّهِ، فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَ الْآخَرَ، فَلْيَتَعَوَّذَ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، ثُمَّ قَرَأَ: الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمُ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا﴾ ”شیطان آدم کے بطن کے دل میں خیال ڈالتا ہے اور فرشتہ بھی۔ شیطان یوں خیال ڈالتا ہے کہ انسان کے دل میں برائی اور حق کی تمذیب پیدا کرتا ہے اور فرشتہ یوں خیال ڈالتا ہے کہ انسان کے دل میں اچھائی اور حق کی تصدیق پیدا کرتا ہے۔ لہذا جسے یہ (فرشتے والے معاملے کا) احساس ہو تو وہ جان لے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور وہ اللہ کی تعریف کرے اور جسے دوسری بات (یعنی شیطان والے معاملے کا) احساس ہو تو وہ شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ”شیطان تم کو فخر کا وعدہ دیتا ہے اور تمہیں بے حیائی پر آمادہ کرتا ہے۔“ (۱)

4- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿جَاءَ وَجُلَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَخَذْنَا بِحِجْدٍ فِي نَفْسِهِ يَعْزُضُ بِالشَّيْءِ، لَأَنْ يَكُونَ حُمَمَةً أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ، فَقَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي رَدَّ حُجْدَهُ إِلَى الْوَسْوَسةِ﴾ ”ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! یقیناً ہم میں سے کوئی ایک (بعض اوقات) اپنے دل میں ایسا برا خیال پاتا ہے کہ اسے (کبھی کے سامنے) بیان کرنے سے کوئلہ ہو جانا بہتر سمجھتا ہے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ کہا اللہ اکبر اور پھر فرمایا ”سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے شیطان کے کمر کو دوسری طرف لوٹا دیا۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ شیطان ابن آدم کے دل میں دوسے ڈالتا ہے اور جو بھی ایسا محسوس کرے اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑنی چاہیے۔

✽ شیطان کے دوسے پیدا کرنے کے طریقے:

1- کبھی شیطان لوگوں کے ایمان و عقائد کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

(۱) [صحیح: ہدایۃ السراۃ (۷۰) ترمذی (۲۹۸۸) کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة البقرة، نسائی فی

السنن الکبریٰ (۱۱۰۵۱) احمد (۲۳۵/۱) ابن حبان (۱۵۰)]

(۲) [صحیح: صحیح ابوداؤد، ابوداؤد (۵۱۱۲) کتاب الادب: باب فی رد الوسوسة، نسائی فی السنن

الکبریٰ (۱۰۵۰۳)]

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ يَقُولُ: مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ حَتَّى يَقُولَ: مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ؟ فَإِذَا بَلَغَهُ، فَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ وَلِيَتَّعِزْ. وَفِي رِوَايَةٍ: لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يُقَالُ: هَذَا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ، فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ؟ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ: آمَنْتُ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ﴾ ”شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور اسے اس دوسرے میں مبتلا کرتا ہے کہ فلاں چیز کا خالق کون ہے؟ فلاں کا خالق کون ہے؟ حتیٰ کہ وہ کہتا ہے کہ تیرے پروردگار کا خالق کون ہے؟ جب کوئی شخص اس قول تک پہنچ جائے تو اُعوذ باللہ پڑھے اور اس سوچ سے باز آ جائے۔“ (۱) اور ایک روایت میں ہے کہ ”لوگ ہمیشہ سوال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ کہا جائے گا کہ یہ اللہ ہے جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ پس جو شخص اس خیال کو پائے وہ کہے کہ میرا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان ہے۔“ (۲)

2- کبھی نماز خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَذْبَرَ الشَّيْطَانُ أَهْ ضَرَاطُ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأَذُّبَ فَإِذَا قُضِيَ النَّدَاءُ أَقْبَلَ، حَتَّى إِذَا نُورِبَ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ، حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّوْبُّ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، يَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا وَاذْكُرْ كَذَا- لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ- حَتَّى يَظُلَّ الرَّجُلُ لَا يَذْكُرُ كَيْفَ صَلَّى﴾ ”جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پادتا ہوا تیزی کے ساتھ اذان کی جگہ سے بھاگ جاتا ہے تاکہ اذان (کے کلمات) نہ سن سکے۔ جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو شیطان (دوسرے ڈالنے) آتا ہے اور جب نماز کی تکبیر کہی جاتی ہے تو بھاگ جاتا ہے اور جب تکبیر اتمام پذیر ہوتی ہے تو آ جاتا ہے یہاں تک کہ انسان اور اس کے دل میں دوسرے ڈالتا ہے۔ (اسے) کہتا ہے کہ فلاں فلاں بات یاد کرو، جو باتیں اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں، یہاں تک کہ انسان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اسے کچھ علم نہیں ہوتا کہ اس نے کتنی رکعات نماز ادا کی ہے۔“ (۳)

3- اور کبھی تمام نیکی اور فرمانبرداری کے کاموں سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ حضرت سہرہ بن ابی فاکر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ قَعْدٌ لَا بَيْنَ آدَمَ بِأَطْرَفِهِ فَقَعْدَ لَهُ بِطَرَفِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ: تُسْلِمُ

(۱) [بخاری (۳۲۷۶) کتاب بدء الخلق: باب صفة ابليس وجنوده، مسلم (۱۳۲) کتاب الایمان: باب بیان

الوسوسة فی الایمان وما یقولہ من وجدها]

(۲) [مسلم (۱۳۴) کتاب الایمان: باب بیان الوسوسة فی الایمان وما یقولہ من وجدها، بخاری (۷۲۹۶)

ابوداؤد (۴۷۲۱) نسائی فی السنن الکبریٰ (۱۰۴۹۸)]

(۳) [بخاری (۶۰۸) کتاب الاذان: باب فضل التاذین، مسلم (۳۸۹) کتاب الصلاة: باب فضل الاذان

وهرب الشیطان عند سماعه]

وَتَذَرُ دِينَكَ وَدِينَ آبَائِكَ فَعَصَاهُ فَأَسْلَمَ، ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ: تَهَاجِرُ أَرْضَكَ وَسَمَاءَكَ، فَعَصَاهُ فَهَاجَرَ، ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْجِهَادِ فَقَالَ: تُجَاهِدُ فَهَوِ جُهِدُ النَّفْسِ وَالْمَالِ فَتَقَاتِلُ فَتُقْتَلُ فَتَنْكِحُ الْمَرْأَةَ وَيَقْسَمُ الْمَالُ، فَعَصَاهُ فَجَاهَدَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ﴿﴾

”شیطان آدم کے بیٹے کے تمام راستوں میں بیٹھ جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اس کے اسلام کے راستے میں بیٹھتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ کیا تم اسلام کے لیے اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دو گے؟ بندہ اس کی بات ٹھکرا کر اسلام قبول کر لیتا ہے۔ پھر وہ اس کے ہجرت کے راستے میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ہجرت کے لیے اپنا وطن اور اپنا علاقہ چھوڑ دو گے؟ بندہ اس کی بات ٹھکرا کر ہجرت کر جاتا ہے۔ پھر وہ اس کے جہاد کے راستے میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ تم جہاد پر جاؤ گے تو تمہاری جان اور مال کو خطرہ ہے اور اگر تم قتل کر دیے گئے تو تمہاری بیوی کسی دوسرے سے شادی کر لے گی اور تمہارا مال (اوروں میں) تقسیم کر دیا جائے گا۔ وہ اس کی بات کو ٹھکرا کر جہاد کے راستے پر نکل جاتا ہے۔ جو شخص بھی ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔“ (۱)

❁ شیطانی وساوس معاف کر دیے جاتے ہیں الا کہ ان پر عمل کر لیا جائے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ تَحَاوَزَ عَنْ أُمِّيِّ مَا وَسَّوَسَتْ بِهِ صُدُورُهَا، مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهِ أَوْ تَتَكَلَّمْ بِهِ﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے ان وسوسوں کو معاف کر دیا ہے جو ان کے دلوں میں رونما ہوتے ہیں جب تک کہ وہ وسوسہ کے مطابق عمل نہیں کرتے یا اس کے ساتھ کلام نہیں کرتے۔“ (۲)

جنات و شیاطین سے بچاؤ کے طریقے

1- گھروں میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔“ (۳)

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۱۶۵۲)]

(۲) [بخاری (۲۵۲۸) کتاب العتق: باب الخطا والنسيان في العتاق والطلاق ونحوه، ابو داود (۲۲۰۹)]

کتاب الطلاق: باب فی الوسوسة بالطلاق، ترمذی (۱۱۸۳) کتاب الطلاق واللعان: باب ما جاء فبمن يحدث نفسه بطلاق امراته نسائي (۱۵۶/۶)]

(۳) [مسلم (۷۸۰) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب استحباب صلاة النافلة في بيته وجوازها في المسجد، ترمذی (۲۸۷۷) نسائي في السنن الكبرى (۸۰۱۵/۵) وفي عمل اليوم والليلة (۹۷۱) ابن

حيان (۸۷۳) شرح السنه للبيهقي (۱۱۹۲)]

2- رات کے وقت سورہ بقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت کی جائے۔ کیونکہ فرمان نبوی ہے کہ ”جو شخص رات کے وقت سورہ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کرے گا تو یہ اسے (ہر قسم کے نقصان) جناتِ شیطین اور جادو وغیرہ سے بچاؤ کے لیے (کافی ہو جائیں گی)۔“ (۱)

3- سوتے وقت آیت الکرسی پڑھی جائے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جو شخص سوتے وقت آیت الکرسی کی تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ایک محافظ فرشتہ ساری رات مقرر رہتا ہے اور ساری رات وہ شخص شیطان کے حملے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔“ (۲)

4- سورۃ الاخلاص اور معوذتین سورتوں کی تلاوت کی جائے۔ کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ جنات سے اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ معوذتین سورتیں (الفلق اور الناس) نازل ہوئیں، پس جب وہ نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ دم کرنا شروع کیا اور ان کے علاوہ تمام دموں کو چھوڑ دیا۔“ (۳)

5- گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو شخص ایسا نہیں کرتا شیطان اس کے گھر میں داخل اور کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔ (۴)

6- مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھی جائے ﴿أَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَبِسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں داخلے کے وقت یہ دعا پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے یہ شخص سارا دن مجھ سے محفوظ ہو گیا ہے۔ (۵)

(۱) [مسلم (۸۰۷) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة والحث على قراءة الآيتين من آخر البقرة، بخاری (۴۰۰۸) ابو داود (۱۳۹۷) ترمذی (۲۸۸۱) نسائی فی السنن الکبریٰ (۸۰۰۳/۵) ابن ماجہ (۱۳۶۸) دارمی (۱۳۶۹) ابن حبان (۷۸۱) شرح السنة للبغوی (۱۱۹۹) احمد (۱۷۰۶۷)]

(۲) [بخاری (۳۲۷۵) (۲۳۱۱) کتاب بدء الخلق: باب صفة إبليس وجنوده، نسائی فی السنن الکبریٰ (۱۰۷۹۵)]

(۳) [صحیح: منہاج الرواة (۲۸۲/۴) ترمذی (۲۰۵۸) کتاب الطب: باب ما جاء في الرقية بالمعوذتين]

(۴) [مسلم (۲۰۱۸) کتاب الأشربة: باب آداب الطعام والشراب وأحکامهما، ابو داود (۳۷۶۵) کتاب

الأطعمة: باب التسمية على الطعام، ابن ماجہ (۳۸۸۷) کتاب الدعاء: باب ما يدعو به اذا دخل بيته،

مسند احمد (۱۵۱۱) نسائی فی السنن الکبریٰ (۶۷۵۷/۴) وفي عمل اليوم والليلة (۱۷۸)]

(۵) [صحیح: صحيح ابو داود، ابو داود (۴۶۶) کتاب الصلاة: باب فيما يقوله الرجل عند دخوله المسجد]

- 7- بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھی جائے ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ﴾
 ”اے اللہ! میں خبیث جنوں اور خبیث چیزوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔“ (۱)
- 8- بیوی سے ہم بستری کے وقت یہ دعا پڑھی جائے ﴿بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْنَا﴾۔ کیونکہ فرمایا نبوی ہے کہ ”اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت یہ دعا پڑھے تو یقیناً اس جماع سے ان کے مقدر میں اولاد ہوگی تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“ (۱۲)
- 9- دن میں سومر تہ یہ دعا پڑھی جائے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جو شخص دن میں سومر تہ یہ دعا پڑھے گا وہ اس دن شیطان کے حملے سے محفوظ رہے گا۔“ (۳)
- 10- ہمہ وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے کی کوشش کی جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾ [الاعراف: ۲۰۱] ”یقیناً جو لوگ پرہیزگار ہیں جب ان کو کوئی شیطان کا خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ ذکر میں لگ جاتے ہیں اور وہ فوراً سمجھ جاتے ہیں۔“



- (۱) [بخاری (۱۴۲) کتاب الصلاة: باب ما يقول عند الخلاء: الأدب المفرد (۶۹۲) مسلم (۳۷۵) أبو داود (۴) نسائی (۲۰۱) ترمذی (۶۵) ابن ماجہ (۲۹۸) دارمی (۱۷۱/۱) ابن ابی شیبہ (۱/۱) أبو یعلیٰ (۳۹۰۲) ابن حبان (۱۴۰۴) بیہقی (۹۵/۱)]
- (۲) [بخاری (۱۴۱) کتاب الوضوء: باب التسمية على كل حال وعند الوقاع: مسلم (۱۴۳۴) کتاب النکاح: باب ما يستحب أن يقوله عند الجماع: أبو داود (۲۱۶۱) کتاب النکاح: باب فی جامع النکاح: ترمذی (۱۰۹۲)]
- (۳) [بخاری (۶۴۰۳) کتاب الدعوات: باب فضل التهليل: مسلم (۲۶۹۱) کتاب الذکر والدعاء: باب فضل التهليل والتسبیح والدعاء: موطا (۴۸۶) کتاب القرآن: باب ما جاء فی ذکر الله: مسند احمد (۸۰۱۴) ترمذی (۳۴۶۸)]

باب شعب الایمان ایمان کے شعبوں کا بیان

ایمان کو تین مرکزی شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① عقائد ② اسلام ③ محاسن اخلاق

عقائد میں اللہ تعالیٰ، فرشتوں، الہامی کتابوں، پیغمبروں، یومِ آخرت، اچھی بری تقدیر اور جنات و شیاطین پر ایمان شامل ہے۔ ان کا تذکرے تفصیلی بیان سابقہ باب ”ارکانِ ایمان کا بیان“ میں گزر چکا ہے۔ آئندہ اوراق میں اسلام اور محاسن اخلاق کا ذکر پیش خدمت ہے۔

(2) اسلام

اسلام کا معنی و مفہوم

لغوی اعتبار سے اسلام کا معنی ”انقیاد و استسلام“ کیا گیا ہے یعنی جھک جانا، مطیع ہو جانا اور تابعدار ہو جانا وغیرہ۔ (۱) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ لفظ اسلام کے معنی میں استسلام و انقیاد کے ساتھ اخلاص بھی شامل ہے۔ (۲)

شرعاً اسلام کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ ”عقیدہ توحید اپنا کر اور شرک سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو جانا، اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے جھک جانا اور اللہ کے دشمنوں یعنی مشرکوں سے عداوت رکھنا۔“ (۳) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قُلْ إِنْ صَلَّيْتُ وَنُكَيْتُ وَمَخَّيْتُ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ [الانعام: ۱۶۲-۱۶۳] ”اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مطیع ہونے والا ہوں۔“ ایک دوسری جگہ فرمایا ﴿وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى﴾ [لقمان: ۲۲] ”اور جو (شخص) اپنے آپ کو اللہ کے لیے مطیع کر لے اور وہ ہو بھی نیکو کار یقیناً اس نے مضبوط کڑا

(۱) اعتقاد اہل سنت (ص: ۸۰)

(۲) اقتضاء الصراط المستقیم (۲: ۳۷۳)

(۳) دیکھئے: اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنة (ص: ۳۴۷)

تھام لیا۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿فَالِهَكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا﴾ [الحج: ۳۴] ”تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پس تم اسی کے لیے مطیع ہو جاؤ۔“

شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید قطر ازہن کیا اسلام میں خالصتاً اللہ کے لیے استسلام (یعنی مطیع ہو جانا) ضروری ہے، یہی ہمارے اس قول ”لا الہ الا اللہ“ کی حقیقت ہے اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور کے لیے بھی مطیع ہو گیا وہ مشرک ہے اور اللہ مشرک کو کبھی معاف نہیں فرمائے گا اور جو اللہ کے لیے مطیع نہ ہوا وہ اللہ کی عبادت سے تکبر کرنے والا ہے اور تکبر قیامت کے روز جہنم میں جائے گا۔ فرمان نبوی کے مطابق جس کے دل میں راکی برابر بھی تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ (۱)

□ علاوہ ازیں اہل علم نے اسلام اور ایمان میں فرق یہ بیان کیا ہے کہ اگر یہ دونوں الفاظ الگ الگ استعمال ہوں تو ہر ایک سے دونوں ہی مراد ہوتے ہیں اور جب اکٹھے آئیں تو ایمان سے اعتقادات اور باطنی اعمال جبکہ اسلام سے ظاہری اعمال مراد ہوتے ہیں، جیسا کہ اس کا تفصیلی بیان گزشتہ باب ”ایمان کی حقیقت کا بیان“ میں عنوان ”ایمان اور اسلام میں فرق“ کے تحت گزر چکا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

اللہ کے ہاں دین صرف اسلام ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ [آل عمران: ۱۹] ”بلاشبہ اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔“

ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ ﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [المائدة: ۳] ”اور میں نے تمہارے لیے

بطور دین اسلام کو پسند کیا ہے۔“

فرمان نبوی ہے کہ ”اس شخص نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور

محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا۔“ (۲)

اسلام سابقہ تمام انبیاء کا دین ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ

وَمُوسَى وَعِيسَى﴾ [الشوری: ۱۳] ”(اے محمد!) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس

(۱) [ماخوذ از، الابطال لنظرية الخلط بين دين الاسلام وغيره من الاديان (ص: ۵۱)]

(۲) [صحیح: صحیح الجامع الصغير (۳۴۲۵)]

کے قائم کرنے کا اس نے نوح (ﷺ) کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دیا ہے اور جس کا تاکید یہ حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ (ﷺ) کو دیا تھا۔

فرمان نبوی ہے کہ ﴿الْأَنْبِيَاءُ... وَفِيهِمْ وَاحِدٌ﴾ ”(تمام) انبیاء کا دین ایک ہے۔“ (۱)
 اللہ تعالیٰ نے نوح (ﷺ) کے متعلق ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا ﴿وَأَمَرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾
 [یونس: ۷۲] ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہو جاؤں۔“

ابراہیم (ﷺ) کے متعلق ذکر فرمایا کہ ﴿إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِربِّ الْعَالَمِينَ﴾
 [البقرة: ۱۳۱] ”جب اس کے پروردگار نے اسے کہا کہ مطیع ہو جا تو اس نے کہا کہ میں تمام جہانوں کے
 پروردگار کے لیے مطیع ہو گیا۔“

موسیٰ (ﷺ) کے متعلق ذکر فرمایا کہ ﴿وَقَالَ مُوسَىٰ يَا قَوْمِ إِن كُنتُمْ آمَنتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنتُمْ مُسْلِمِينَ﴾ [یونس: ۸۴] ”اور موسیٰ (ﷺ) نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو
 اسی پر توکل کرو اگر تم مسلمان ہو۔“

عیسیٰ (ﷺ) کے متعلق ذکر فرمایا کہ ﴿وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَّ مُوسَىٰ قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ [المائدة: ۱۱۱] ”اور جب کہ میں نے حواریین کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور
 میرے رسول پر ایمان لاؤ، انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ شاہد رہیے کہ ہم مسلمان ہیں۔“

ملکہ سبا کے متعلق ذکر فرمایا کہ اس نے کہا ﴿رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [النمل: ۴۴] ”اے میرے رب! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان (ﷺ) کے
 ساتھ اس اللہ کے لیے اسلام لے آئی جو دو جہانوں کا رب ہے۔“

سابقہ انبیاء اور تورات کے متعلق فرمایا ﴿يَعْبُدُكُمْ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا﴾
 [المائدة: ۴۴] ”اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے مطیع فرمانبردار انبیاء فیصلے کرتے ہیں۔“

اس آیت میں (اللہ تعالیٰ نے) اَسْلَمُوا عینین کی صفت بیان کی کہ وہ سارے انبیاء و مرسلین اسلام ہی کے
 پیروکار تھے جس کی طرف محمد ﷺ دعوت دے رہے ہیں، یعنی تمام پیغمبروں کا دین ایک ہی رہا ہے ”اسلام“ جس کی
 بنیادی دعوت یہ تھی کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ (۲)

(۱) [بخاری (۳۴۴۳) کتاب أحادیث الأنبياء: باب قول الله تعالى وإذ نوح يدعو إلى عبادة الله وحده لا شريك له، ابن أبي شيبة

(۶۶۰/۱۸) عبد الرزاق (۲۰۸/۸۵) صحيح ابن حبان (۶۹۴۰)

(۲) [تفسير أحسن البيان (ص: ۳۰۴)]

شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے کہ تمام انبیاء کا دین اسلام ہی ہے۔ نوح علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ سب اسلام کے ساتھ ہی مبعوث کیے گئے، البتہ ان کی شریعتیں مختلف تھیں۔ (۱)

دنیا میں ہر پیدا ہونے والا بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿فَطَوْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَكَّرَ النَّاسُ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ﴾ [الرُّوم: ۳۰]

”اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر ان نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق کو بدلنا نہیں۔“

عکرمہ، مجاہد، حسن، ابراہیم، ضحاک اور قتادہ رحمہم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ”اللہ کی فطرت“ سے مراد دین اسلام اور ”اللہ کی خلقت“ سے مراد دین اللہ ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی فطرت سے مراد اللہ کی معرفت اور توحید ہے یعنی ہر مخلوق اللہ کی معرفت و توحید پر پیدا ہوتی ہے۔ (۲)

فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصْرَانِهِ أَوْ يُمَجْسِبَانِهِ﴾

”ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت (یعنی فطرت اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔“ (۳)

اسلام کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ [آل عمران: ۸۵] اور جو بھی اسلام کے علاوہ کوئی دین تلاش کرے گا تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔“

ایک آدمی کو اسلام میں داخل کرنا قیمتی مال و متاع سے بہتر ہے

خیر کے روز نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا دیا اور ان سے فرمایا:

﴿ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ... فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ﴾ ”انہیں اسلام کی طرف بلانا، اللہ کی قسم! اگر تمہاری وجہ سے ایک آدمی کو بھی (اسلام کی) ہدایت دے دی جائے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹنوں (جو عربوں کا قیمتی اور نیشن مال ہوتا تھا) سے بھی بہتر ہے۔“ (۴)

(۱) [ماخوذ از، شرح العقيدة الطحاوية (ص: ۱۴۱)]

(۲) [تفسير ابن كثير (۳/۲۶۶)]

(۳) [بخاری (۴۷۷۵) کتاب تفسير القرآن: باب لا تبدل لخلق الله، مسلم (۲/۶۵۸)]

(۴) [بخاری (۲۹۴۲) کتاب الجهاد والسير: باب دعاء النبي الناس إلى الإسلام، ابوداؤد (۳/۶۶۱)]

کسی کو جبراً اسلام میں داخل نہیں کیا جاسکتا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ، قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ [البقرة: ۲۵۶]

”دین (اسلام) کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، یقیناً ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔“

اس آیت کے شان نزول میں بتایا گیا ہے کہ انصار کے کچھ نوجوان یہودی یا عیسائی ہو گئے تھے، پھر جب یہ انصار مسلمان ہو گئے تو انہوں نے اپنی نوجوان اولاد کو بھی جو یہودی یا عیسائی بن چکے تھے، زبردستی مسلمان بنانا چاہا، جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔ یہ آیت حکم کے اعتبار سے عام ہے یعنی کسی پر بھی قبول اسلام کے لیے جبر نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی دونوں کو واضح کر دیا ہے۔ (۱)

اسلام میں داخل ہونے والے ہر شخص پر غسل فرض ہے

حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أُرِيدُ الْإِسْلَامَ فَأَمَرَنِي أَنْ أَغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَبِسِدْرٍ﴾ ”میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، میں اسلام قبول کرنا چاہتا تھا تو آپ ﷺ نے مجھے پانی اور پیری کے چوں کے ساتھ غسل کرنے کا حکم دیا۔“ (۲)

اسلام سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے

فرمان نبوی ہے کہ ﴿الْإِسْلَامُ يَنْجِي مَا كَانَ قَبْلَهُ﴾ ”اسلام سابقہ تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔“ (۳)

اسلام سے مرتد ہونے والے کی سزا قتل ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو جلا دیا، وہ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے۔ جب یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ (اگر میں ہوتا) تو انہیں آگ کے ذریعے نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب (یعنی آگ) کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو، البتہ میں رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے ان سے قتال ضرور کرتا ﴿مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ﴾ ”جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔“ (۴)

ہر مسلمان کی یہی کوشش ہونی چاہیے کہ اسے حالت اسلام میں موت آئے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران: ۱۰۲] ”اور (یاد رکھو)“

(۱) [تفسیر احسن البیان (ص: ۱۱۱)]

(۲) [صحیح: صحیح ابوداؤد، ابوداؤد (۳۵۵) کتاب الطہارۃ: باب فی الرجل یسلم فیومر بالغسل]

(۳) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۷، ۲۷۷)]

(۴) [صحیح: صحیح ابوداؤد، ابوداؤد (۴۳۵۱) کتاب الحدود: باب الحکم فیمن ارتد]

مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔“

نبی کریم ﷺ کی ایک دعا میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ﴿اللَّهُمَّ ... مَنْ تَوَقَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَقَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ﴾
”اے اللہ! تو ہم میں سے جسے فوت کرے اُسے حالتِ اسلام میں فوت کرنا۔“ (۱)

اہل اسلام زمین پر اللہ کے گواہ ہیں

ایک مرتبہ صحابہ کرام کے قریب سے ایک جنازہ گزرا تو انہوں نے اس کی تعریف کی، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”واجب ہوگئی“ پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا تو صحابہ کرام نے اس کی برائی بیان کی، اس پر آپ ﷺ نے پھر فرمایا ”واجب ہوگئی“۔ عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا چیز واجب ہوگئی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، جس میت کی تم لوگوں نے تعریف بیان کی ہے اس پر جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے برائی بیان کی ہے اس پر جہنم واجب ہوگئی (کیونکہ) ﴿أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ﴾ ”تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔“ (۲)

حاملین اسلام کے لیے خوشخبری ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
﴿بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَ سَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ﴾ ”اسلام اجنبی شروع ہوا تھا اور غریب وہ پھر اسی طرح اجنبی ہو جائے گا جیسے شروع ہوا تھا، پس اجنبیوں (یعنی حاملین اسلام) کے لیے خوشخبری ہے۔“ (۳)

اسلام کے ارکان پانچ ہیں

(۱) کلمہ شہادتین کہنا (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا

(۴) روزے رکھنا (۵) بیت اللہ کا حج کرنا

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود یہ وضاحت فرمائی ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے جبریل علیہ السلام نے انسانی صورت میں آکر سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ تو جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَ تُقِيمَ الصَّلَاةَ وَ تُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَ تَصُومَ رَمَضَانَ وَ تَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ ”اسلام یہ کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور بلاشبہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر

(۱) [صحیح: صحیح ابوداؤد، ابوداؤد (۳۲۰۶) کتاب الحنائل، ترمذی (۱۰۲۴) ابن ماجہ (۱۴۹۸)]

(۲) [بخاری (۱۳۶۷) کتاب الحنائل: باب ثناء الناس علی المیت، ابن ماجہ (۱۴۹۲) ترمذی (۱۰۵۸)]

(۳) [مسلم (۱۴۵) کتاب الایمان: باب بیان أن الاسلام بدأ غریبا و سيعود غریبا، ابن ماجہ (۳۹۸۶)]

استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔“ (۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَإِنْ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، وَإِقَامَ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَالْحَجَّ وَصَوْمَ رَمَضَانَ﴾ ”اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر رکھی گئی ہے: یہ شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور یقیناً محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔“ (۲)

۴۱ مذکورہ بالا ارکان اسلام کی تفصیل کے لیے اس کتاب کے ساتھ راقم الحروف کی ان پانچ کتب کا بھی مطالعہ کیجئے: توحید کی کتاب، نماز کی کتاب، زکوٰۃ کی کتاب، روزوں کی کتاب اور حج و عمرہ کی کتاب۔



راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا اور حیا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ﴾ ”ایمان کی ستریاں (راوی کو شک ہے) ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل کلمہ (لا الہ الا اللہ) کہنا ہے اور سب سے کم تر راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔“ (۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعْطُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: دَعْنِ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ﴾ ”رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے پاس سے گزرے، وہ اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا (کہ اتنی حیا بھی اچھی نہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اے چھوڑ دو، بلاشبہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔“ (۴)

(۱) [مسلم (۸) کتاب الایمان: باب بیان الایمان والاسلام والاحسان، بخاری (۵۰) ابوداؤد (۴۶۹۵)].

(۲) [بخاری (۸) کتاب الایمان: باب دعائکم ایمانکم، مسلم (۱۶) ترمذی (۲۶۱۲) ابن خزيمة (۳۰۸)].

(۳) [مسلم (۳۵) کتاب الایمان: باب بیان عدد شعب الایمان وأفضلها وأدناها، بخاری (۹)].

(۴) [بخاری (۲۴) کتاب الایمان: باب الحياء من الایمان، ابوداؤد (۴۷۹۵) بیہقی (۵۰۳۳) ترمذی

کھانا کھلانا اور سلام کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْأَسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: تَطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَ مَنْ لَمْ تَعْرِفْ﴾ ”ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کونسا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا (یکہ) تم (دوسروں کو) کھانا کھلاؤ اور سلام کرو جسے تم جانتے ہو اور جسے نہیں جانتے۔“ (۱)

پڑوسی کو تکلیف نہ دینا، مہمان کا اکرام کرنا اور ہمیشہ خیر کی بات کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُوْذِ حَارَهُ وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ صَيْفَهُ وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ﴾ ”جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ (ہمیشہ) خیر کی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔“ (۲)

رسول ﷺ سے محبت کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ﴾ ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور بیٹے سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ (۳)

مسلمان بھائیوں کے لیے بھی وہی پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ﴾ ”تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“ (۴)

- (۱) [بخاری (۱۰۲) کتاب الایمان: باب اطعام الطعام من الإسلام، ابو داؤد (۵۱۹۴) کتاب الادب: باب فی افشاء السلام، ابن ماجہ (۳۲۵۳) کتاب الاطعمة: باب اطعام الطعام، نسائی (۵۰۰۰)]
- (۲) [بخاری (۶۰۱۸) کتاب الادب: باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، ابو داؤد (۵۱۰۴)]
- (۳) [بخاری (۱۴) کتاب الایمان: باب حب الرسول من الایمان]
- (۴) [بخاری (۱۳) کتاب الایمان: باب من الایمان ان يحب لأخيه ما يحب لنفسه]

مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے سے بچنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَبَيْدِهِ﴾ ”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“ (۱)

اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہونا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿ذَا قَطَعَ الْإِيمَانُ مِنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا﴾ ”اس شخص نے ایمان کا ذائقہ کچھ لیا جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا۔“ (۲)

دوسروں کے ساتھ ہمیشہ اچھے اخلاق سے پیش آنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَكْمَلَ الْمُؤْمِنِينَ إِمَانًا أَحْسَنَهُمْ خُلُقًا وَخَيْرُهُمْ حَيَارًا كُمْ لِنِسَائِهِمْ﴾ ”ایمان کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل مومن وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہے اور تم میں بہترین وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہیں۔“ (۳)

عہد پورا کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ [المائدة: ۱] ”اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔“

اور صحیح حدیث میں منافق کی ایک علامت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ (۴)

- (۱) [بخاری (۱۰) کتاب الایمان: باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده]
- (۲) [صحیح: صحیح الجامع الصغير (۳۴۲۵) المشكاة (۹) ترمذی (۲۶۲۳) کتاب الایمان]
- (۳) [صحیح: صحیح الجامع الصغير (۱۲۳۲) ابوداؤد (۴۶۸۲) کتاب السنة: باب اللیل علی زیادة الایمان ونقصانه، ترمذی (۱۱۶۲) کتاب الرضاع: باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها، صحیح الترغیب والترہیب (۱۹۲۳)]
- (۴) [بخاری (۲۳) کتاب الایمان: باب علامة المنافق]

حرام کاموں پر مشتمل مجالس سے بچنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَجْلِسُ عَلَى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهَا بِالْخَمْرِ﴾ ”جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پیش کی جاتی ہو۔“ (۱)

باہم حسد، بغض اور قطع تعلقی سے بچنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَنَاقَضُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا﴾ ”ایک دوسرے سے حسد مت کرو، باہمی بغض سے بچو، ایک دوسرے سے قطع تعلقی نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔“ (۲)

بدکاری، چوری اور شراب خوری سے بچنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرِبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ ”زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔“ (۳)

تکلفاً سادگی اختیار کرنا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْبَذَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ﴾ ”بلاشبہ تکلف سے روئی قسم کی حالت بیتائے رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔“ (۴)

پاکدامنی اختیار کرنا

حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْعِفَّةُ مِنَ الْإِيمَانِ﴾ ”عفت و پاکدامنی (اختیار کرنا) ایمان کا حصہ ہے۔“ (۵)

- (۱) [حسن: صحیح ترمذی، ترمذی (۲۸۰۱) کتاب الادب: باب ما جاء في دخول الحمام]
- (۲) [بخاری (۶۰۶۴) کتاب الادب: باب ما ينهى عن التحاسد والتدابير، ابوداود (۴۹۱۰)]
- (۳) [مسلم (۵۷) کتاب الایمان: باب بيان نقصان الایمان بالمعاصي، بخاری (۲۴۷۵)]
- (۴) [صحیح: صحیح ابوداود، ابوداود (۴۱۶۱) کتاب الترجل، صحیح الجامع الصغير (۲۸۷۹)]
- (۵) [صحیح: صحیح الترغیب والترہیب (۲۶۳۰) کتاب الادب، السلسلة الصحيحة (۳۳۸۱)]

ایمان کے نواقض کا بیان

باب نواقض الایمان

نواقض ایمان کا معنی و مفہوم

لفظ نواقض لغوی طور پر ناقض کی جمع ہے اور ناقض اسم فاعل کا صیغہ ہے باب تَقْضُ يَنْقُضُ (بروزن نصر) سے، اس کا معنی ہے ”توڑنا“۔ (۱)

شرعاً نواقض سے مراد وہ عقائد و اعمال ہیں جو ایمان کو فاسد کر دیتے ہیں، انسان کو اسلام سے کفر کی طرف منتقل کر دیتے ہیں اور اس کی جان اور مال دوسرے مسلمانوں کے لیے حلال بنا دیتے ہیں۔ ان نواقض کو کفر اکبر یا دین سے خارج کر دینے والا کفر بھی کہا جاتا ہے۔ (۲)

نواقض ایمان

آئندہ سطور میں ان عقائد و اعمال کا بالاختصار ذکر کیا جا رہا ہے جو دین سے خارج کر دینے والے ہیں۔ یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ دین و ایمان سے خارج کرنے والے امور وہی ہیں جن کا ذکر کتاب و سنت میں ہوا ہے، کسی آدمی کے قول و رائے کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ (۳)

(۱) اللہ کی عبادت میں شرک کرنا:

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس دنیا میں شرک ہی سب سے بڑا گناہ ہے اور شرک اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ [النساء: ۱۱۶] ”یقیناً اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جسے چاہے معاف فرمادے گا اور جو بھی اللہ کے ساتھ شرک کرے گا یقیناً وہ دور کی گمراہی میں ہے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ

(۱) [لسان العرب (۷/۲۴۲)]

(۲) [نواقض الایمان، از ابو حسان الدین الطبرانی (ص: ۱)]

(۳) [یاد رہے کہ یہ نواقض ایمان شیخ ابوحسام الدین الطبرانی کی کتاب ”نواقض الایمان“ سے نقل کیے گئے ہیں اور ان میں تقریباً وہ تمام نواقض بھی شامل ہیں جو امام محمد بن عبد الوہاب نے اپنی کتاب ”نواقض الاسلام“ میں اور شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے اپنے ایک مضمون ”نواقض الاسلام“ میں ذکر کیے ہیں۔]

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾ [المائدة: ٧٢] ”بلاشبہ جس نے بھی اللہ کے ساتھ شرک کیا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“

واضح رہے کہ یہاں شرک سے مراد شرک اکبر ہے (یعنی غیر اللہ سے مدد مانگنا، غیر اللہ کے لیے قربانی کرنا اور غیر اللہ کے لیے رکوع و سجود کرنا وغیرہ) شرک اصغر نہیں (جیسے ریا کاری وغیرہ)۔ (۱)

(2) مشرکین کو کافر نہ کہنا یا ان کے کفر میں شک کرنا:

یعنی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کے پیروکار کو کافر خیال نہ کرنا یا اس کے کفر میں شک کرنا یا دیگر مذاہب کو بھی صحیح سمجھنا، انسان کو کافر بنا دیتا ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے (کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ نے خود کافر کہا ہے، جو اسے کافر نہیں سمجھتا وہ خود کافر ہو جاتا ہے)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [آل عمران: ۸۵] ”اور جو بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔“

ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ [المائدة: ۱۷] ”یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح بن مریم ہے، آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم اور اس کی والدہ اور روئے زمین کے سب لوگوں کو ہلاک کر دیتا چاہے تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟“

ایک اور مقام پر فرمایا کہ ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهَوْنَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتِلْهُمْ اللَّهُ أَلَمْ يَكُنْ يُفَكِّكُونَ﴾ [التوبة: ۳۰] ”یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے۔ اگلے کافروں کی بات کی یہ بھی نقل کرنے لگے، اللہ انہیں عازت کرنے وہ کیسے پلٹائے جاتے ہیں۔“

(3) مسلمانوں کے خلاف مشرکین کا تعاون کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَمْرٌ يَدْعُونَ أَنْ تَنْجَعُوا لِلَّهِ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ مُبِينٌ﴾ [النساء: ۱۴۴] ”اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم

یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کر لو۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَلَّيْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [التوبة: ۲۳] ”اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست مت بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں، تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا وہ پورا گناہگار ظالم ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا کہ ﴿لَا تَتَّخِذْ قَوْمًا يُمُونُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [المجادلة: ۲۲] ”آپ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہیں پائیں گے گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ کے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے (یعنی ایمان راسخ و مضبوط کر دیا ہے) اور جن کی تائید اپنی روح (یعنی نصرت خاص) سے فرمائی ہے اور جنہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے راضی ہیں، یہ خدائی لشکر ہیں اور خبردار! یقیناً اللہ کے لشکر والے ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔“

(4) اعتقادی نفاق:

یعنی کفر و شرک چھپانا اور اسلام کا اظہار کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۝ يَتَّخِذُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَتَاعًا وَهُمْ يَصْغُرُونَ﴾ [البقرة: ۸-۹] ”بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو ہی دھوکہ دے رہے ہیں مگر شعور نہیں رکھتے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُتَّالًا يَرَاؤُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النساء: ۱۴۲] ”بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور اللہ انہیں اس دھوکے کا بدلہ دینے والا ہے اور وہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یاد الہی تو صرف برائے نام ہی کرتے ہیں۔“

اور فرمایا کہ ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الذِّكْرِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَهُمْ صَبِرًا﴾
[النساء: ۱۴۵] ”منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں جائیں گے، ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی
مددگار پائے۔“

واضح رہے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ اعتقادی اور عملی۔ اعتقادی نفاق کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ عملی نفاق یہ ہے
کہ کوئی شخص اسلام تو دل سے قبول کر چکا ہو مگر عملی طور پر اس میں منافقین کی علامات پائی جاتی ہوں۔ جیسے ایک
حدیث میں منافق کی یہ علامات ذکر کی گئی ہیں کہ وہ جب بھی بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب بھی وعدہ کرتا
ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے، جب بھی اسے امانت دی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے اور جب بھی
جھگڑتا ہے تو گالی گلوچ کرتا ہے۔ (۱)

(5) اللہ کے دین سے اعراض :

یعنی دین سے اتنی لاپرواہی اور غفلت کہ دین کے وہ مبادیات اور اعتقادی مسائل بھی نہ دیکھے کہ جن کے
ذریعے کوئی انسان مسلمان بنتا ہے یا کفر یہ عقیدے سے خارج ہوتا ہے۔ نہ تو اللہ کے دین کو سیکھتا اور نہ ہی اللہ کی
عبادت کرتا انسان کو کافر بنا دیتا ہے اور ایسی حالت میں انسان شیطان کا عبادت گزار ہوتا ہے کیونکہ جو اللہ کی
عبادت نہیں کرتا وہ شیطان کی عبادت کر رہا ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَلَّمَتْ يَدَاهُ﴾
[الکہف: ۵۷] ”اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جسے اللہ کی آیات کا وعظ کیا گیا پھر اس نے اعراض کر لیا
(یعنی منہ پھیر لیا) اور بھول گیا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ
الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ﴾ [السجدة: ۲۲] ”اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جسے اللہ کی آیات کا وعظ سنایا
گیا پھر اس نے ان سے منہ پھیر لیا، یقیناً ہم (ان) مجرموں سے انتقام لیں گے۔“

ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُذِلُّوا مُعْرِضُونَ﴾ [الاحقاف: ۳] ”اور کافر
لوگ جس بات سے ڈرائے جاتے ہیں منہ پھیر لیتے ہیں۔“

(امام ابن قیمؒ) انہوں نے فرمایا ہے کہ کفر اعراض یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے قلب و عمل سے اقوال رسول سے منہ
پھیر لے۔ نہ آپ ﷺ کی تصدیق کرے نہ تکذیب، نہ آپ ﷺ سے دوستی رکھے نہ دشمنی اور جو کچھ آپ ﷺ

(۱) [بخاری (۳۴) کتاب الایمان: باب علامة النفاق، مسلم (۵۸) کتاب الایمان: باب بیان حصال
المنافق، مستند احمد (۶۷۸۲) ابوداؤد (۴۶۸۸) ترمذی (۲۶۳۲) نسائی (۵۰۳۵) ابن حبان (۲۵۴)]

لائے ہیں اس کی طرف بائیں نہ ہو۔ (۱)

(6) شک:

یعنی تصدیق و تکذیب کے درمیان تردد۔ بندے کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک شک کا خاتمہ اور کامل تصدیق حاصل نہ ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَقْرَأُونَ ﴾ [التوبة: ۴۵] ”یہ (جہاد سے پیچھے رہنے کی) اجازت تو تجھ سے وہی طلب کرتے ہیں جن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں ہی سرگرداں ہیں۔“

فرمان نبوی ہے کہ ﴿ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ لَا يَلْقَى اللَّهُ بِهَيْمًا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيهِمْ إِلَّا دَخَلَ الْحَنَّةَ ﴾ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ بھی ان دونوں (گواہیوں) کے ساتھ اللہ کو ملے گا (اس حال میں کہ) ان میں شک نہ کرتا ہو تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔“ (۲)

لہذا قرآن کریم کے ایک حرف میں بھی شک کرنے والا دین و ایمان سے خارج ہو جائے گا، اسی طرح کسی نبی کی نبوت میں شک کرنے والا اور ارکان اسلام وغیرہ میں شک کرنے والا ایمان سے خارج ہو جائے گا۔

(7) انکار:

یعنی جانتے بوجھتے انکار۔ یہ دل کی تصدیق کے ساتھ زبان کی تکذیب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو دین کی کسی بات کا علم ہو جائے اور یہ یقین ہو جائے کہ یہ دین کی بات ہے پھر بھی وہ اس کا انکار کر دے تو وہ ایمان سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

﴿ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴾ [الانعام: ۲۳] ”ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کی باتیں غمگین کرتی ہیں، پس یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔“

اس آیت کی تفسیر میں اہل علم نے نقل فرمایا ہے کہ مشرکین کو آپ ﷺ کی امانت و دیانت اور صداقت کا یقین تھا اور وہ آپ کی نبوت کا بھی علم رکھتے تھے مگر محض ہٹ دھرمی اور بغض و عناد کی وجہ سے انکار کرتے تھے۔ اس کی ایک

(۱) مدارج النکین (۱/۳۳۷)

(۲) ۱ مسلم (۲۷) کتاب الایمان: باب اللیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعا، مسند احمد

(۱۱۰۸۰) ابن حبان (۶۵۳۰) ابن مندہ (۳۵) أبو یعلیٰ (۱۱۹۹)

دلیل وہ آیت بھی ہے جس میں ہے کہ یہ لوگ آپ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (یعنی انہیں پورا یقین ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں مگر حسد کی وجہ سے اعتراف کی بجائے انکار کرتے ہیں)۔ (۱)
ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَمَا يَجْعَلُ يَأْتِيَانَا إِلَّا الْكَاذِبُونَ﴾ [الغشوک: ۴۷] ”اور صرف کافر ہیں ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے قوم عاذ کے متعلق فرمایا ﴿وَكَاَنُوا يَأْتِيَانَا يَجْحَدُونَ﴾ [قصص: ۱۵] ”وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔“

فرعون اور اس کی قوم کے متعلق فرمایا ﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُمَا وَانفَقَتْهُمْ ظُلُمًا وَعَلَوْا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ﴾ [الشمل: ۱۴] ”انہوں نے صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے، پس دیکھ لیجے کہ ان فتنہ پرداز لوگوں کا انجام کیسا ہو۔“

جہنمیوں کے متعلق فرمایا کہ ﴿ذَلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَأْتِيَانَا يَجْحَدُونَ﴾ [قصص: ۲۸] ”اللہ کے دشمنوں کی سزا یہی دوزخ کی آگ ہے جس میں ان کا ہمیشگی کا گھر ہے (یہ) بدلہ ہے ہماری آیتوں سے انکار کرنے کا۔“

معلوم ہوا کہ جانتے بوجھے دین کی کسی بات کا انکار انسان کو ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ انکار کی دو قسمیں ہیں۔ انکار مطلق، انکار معین۔ انکار مطلق جیسے اللہ کی نازل کردہ ساری تعلیمات کا ہی انکار کر دینا اور انکار معین جیسے فرائض اسلام میں سے کسی فرض یا حرام اشیاء میں سے کسی چیز کی حرمت وغیرہ کا انکار کرنا۔ واضح رہے کہ انکار مطلق ہو یا معین ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جو بات ضروری طور پر دین میں ثابت ہو اس کا انکار اسلام سے خارج کر دیتا ہے جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ یا حج وغیرہ کی فرضیت کا انکار۔ (۲)

(۸) اللہ کا یا اللہ کی آیات کا یا اللہ کے رسول کا مذاق اڑانا:

کتاب و سنت کی نصوص اور مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ یہ کفر ہے۔ لہذا جو شخص بھی اسلام کے خلاف کوئی ایسی بات کرے جس سے مقصود لوگوں کو ہنسانا ہو یا اسلام کی تنقیص و توہین مقصود ہو (جیسے داڑھی اور پردے کو مذاق بنانا وغیرہ) یا عملاً کسی ایسے کام کا مظاہرہ کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَيْسَ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ

(۱) [دیکھئے: تفسیر طبری (۱۸۰/۲۷) احسن البیان (۱/۳۵۱)]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۲۳/۲)]

تَسْتَهْزِؤْنَ ۝ لَا تَعْتَدُوا ۚ قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ﴿ [النوبة: ۶۵-۶۶] ”اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں۔ تم عذر پیش نہ کرو یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد کفر کر چکے ہو۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتَ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذَا عَمَلْتُمْ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴾ [النساء: ۱۴۰] ”اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کہنے لگیں، (ورنہ) تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔“

(امام ابن حزمؒ) انہوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کا، اللہ کے کسی فرشتے کا، اللہ کے کسی رسول کا، اللہ کی کسی آیت کا یا اللہ کے کسی بھی حکم کا مذاق اڑائے تو وہ کافر و مرتد ہو جاتا ہے اور اس کے لیے مرتد کا حکم ہی ہے۔ (۱) (سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) دین کا مذاق اڑانے سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ (۲)

(۹) اللہ کو یا اللہ کے رسول کو یا اللہ کے دین کو گالی دینا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ﴾ [الاحزاب: ۵۷] ”بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اس نے ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [النوبة: ۶۱] ”اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

(شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ) انہوں نے نقل فرمایا ہے کہ امام اہل بن راہویہؒ نے فرمایا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو بھی اللہ اور اس کے رسول کو گالی دے وہ اس عمل کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے خواہ وہ اللہ کی نازل کردہ تمام تعلیمات کا اقرار ہی کرتا ہو۔ (۳)

(۱) [المحلی (۱/۴۱۳)]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۲/۲۲۶)]

(۳) [الصارم المسلول (ص: ۱۵۰)]

(خطابیؒ) فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے اتفاق کے ساتھ نبی ﷺ کو گالی دینے والا کافر اور واجب القتل ہے۔ (۱)
(امام ابن حزمؒ) فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کو، اللہ کے کسی فرشتے کو، اللہ کے کسی رسول کو، اللہ کی کسی آیت کو یا اللہ کے کسی بھی حکم کو گالی دے تو وہ کافر و مرتد ہے۔ (۲)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کو گالی دینے والا مرتد، خارج از اسلام اور واجب القتل ہے، جبکہ وہ توبہ نہ کرے (جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے)۔ (۳)

ایک دوسرا فتویٰ یوں ہے کہ آیات قرآنیہ اور احادیث روایتہ کو گالی دینا ایسا کفر ہے جو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ (۴)

(۱۰) اللہ اور اس کی شریعت کے مقابلے میں تکبر کرنا:

یعنی تکبر کی وجہ سے رسول کی لائی ہوئی تعلیمات کا اعتراف نہ کرنا اور خود کو اللہ کی اطاعت کے لیے نہ جھکانا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ [البقرة: ۳۴] ”اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا، آدم کے لیے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔“

روح ﷺ کے معلق اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی قوم کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا کہ ﴿وَأَنِّي مَخْلُوعٌ مِنْهُمْ لَتَفْقِرُنَّهُمْ لَتَجْعَلُنَّ أَعْيُنَهُمْ عَلَىٰ آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشُوا بِأَيْدِيهِمْ وَأَصْرُوا وَاسْتَكْبَرُوا سَكْبَارًا﴾ [نوح: ۷] ”میں نے جب بھی انہیں تیری بخشش کے لیے بلایا انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیا اور اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔“

مشرکین کے معلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾ [الصفات: ۳۵] ”جب بھی ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں۔“

اور فرمایا کہ ﴿سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَلِكَ

(۱) [ایضاً]

(۲) [المحلی (۱/۳۷۱)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۲۲۱/۲)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۲۲۸/۳)]

بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿١٤٦﴾ [الاعراف: ١٤٦] ”میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں، جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں اور اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی وہ ان پر ایمان نہ لائیں، اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنالیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے۔“

(شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ) جو اللہ کی عبادت سے تکبر کرے اور اس کا مطیع و فرمانبردار نہ بنے تو وہ اللہ کی عبادت کو معطل کرنے والا ہے اور فرعون وغیرہ جیسے مشرکین سے بھی بدتر ہے۔ (۱)

(امام ابن قیم) کفر استکبارا بلیس کے کفر کی طرح ہے، اس نے اللہ کے حکم کا محض انکار ہی نہیں کیا تھا بلکہ تکبر کی وجہ سے انکار کیا تھا۔ اسی طرح اس شخص کا کفر ہے جو پیغمبر کی لائی ہوئی تعلیمات کی صداقت کا یقین رکھنے کے باوجود محض تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کرے۔ پیغمبروں کے اکثر دشمن اسی کفر کے مرکب ہوا کرتے تھے۔ یہود نے بھی یہی کفر کیا اور ابوطالب کا کفر بھی یہی تھا۔ (۲)

(۱۱) تکذیب:

پیغمبروں کو (اللہ کی طرف سے لائے ہوئے احکام میں) جھٹلانا یا اللہ کی شریعت میں سے کسی چیز کو جھٹلانا جیسے قرآن کی کسی آیت کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ﴾ [الاعراف: ۳۷] ”اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ﴾ [مائد: ۱۸] ”اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا، خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا کہ ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ﴾ [العنکبوت: ۶۸] ”اس سے بڑھا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا جب حق اس کے پاس آجائے وہ اسے جھٹلائے، کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہ ہوگا۔“

(۱) [العقيدة الصفدية (۳/۲۱۴)]

(۲) [ماخوذ از: مدارج السالکین (۱/۳۳۷)]

اور فرمایا کہ ﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَبَ بِالْصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ الْيَسْرُ فِي جَهَنَّمَ مَتَوًى لِلْكَافِرِينَ﴾ [الزمر: ۳۲] ”اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے اور سچا دین جب اس کے پاس آئے تو اسے جھوٹا بتائے، کیا ایسے کفار کے لیے جہنم ٹھکانہ نہیں ہے؟“

اور فرمایا ﴿بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ [الزمر: ۵۹-۶۰] ”ہاں بے شک تیرے پاس میری آیتیں پہنچ چکی تھیں جنہیں تو نے جھٹلایا اور غرور و تکبر کیا اور تو کافروں میں تھا۔ اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے آپ دیکھیں گے کہ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں؟“

(امام ابن قیمؒ) کفر کذاب یہ ہے کہ پیغمبروں کے جھوٹا ہونے کا اعتقاد رکھا جائے (وغیرہ وغیرہ)۔ کفر کی یہ قسم کفار و مشرکین میں بہت کم تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو ایسے معجزات عطا فرمادیتے تھے جن کے ذریعے انہیں ان کی صداقت کا یقین ہو جاتا تھا (مگر پھر بھی وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہوئے یا حسد کی وجہ سے یا تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیتے تھے)۔ (۱)

(12) کھانت اور عرافت:

”کامن“ وہ ہوتا ہے جو مستقبل میں ہونے والے کاموں، محنتی راز اور علم غیب کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کی اکثر باتیں جھوٹی جبکہ کچھ صحیح بھی ہوتی ہیں۔ یہ علم اسے جنات وغیرہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

”عراف“ وہ ہوتا ہے جو گزرے ہوئے کام کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے جیسے چور کون ہے؟ چوری کہاں ہوئی؟ اب وہ چیز کہاں ہے؟ کس کے پاس ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے دعویٰ کے پیچھے بھی جنات کا ہی دخل ہوتا ہے۔ (۲)

جو شخص کامن و عراف بنے یا کامن و عراف کی تصدیق کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ فرمان نبویؐ ہے کہ ﴿مَنْ أَتَىٰ عَرَافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ ﷺ﴾ ”جو شخص کسی عراف یا کامن کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل کردہ (تمام) تعلیمات کے ساتھ کفر کر دیا۔“ (۳)

(۱) [مدارج السالکین (۱/۳۲۷)]

(۲) [مزید دیکھئے: فتح الباری (۱۰)، ۲۱۶-۲۱۷]

(۳) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۵۹۳۹) ابو داؤد (۳۹۰۴) کتاب الطب: باب فی الکاهن، ابن ماجہ

(۶۳۹) کتاب الطہارۃ و مستنہا: باب النہی عن اتیان الحائض، ترمذی (۱۳۵)]

ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿مَنْ أَسَىٰ عَرَاثًا فَسَلَّ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً﴾ ”جو کسی عراف کے پاس آیا اور اس سے کچھ پوچھا تو چالیس روز اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔“ (۱)

(13) جادو کرنا اور کرانا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السَّحْرَ﴾ [البقرة: ۱۰۲]

”سُلیمان (علیہ السلام) نے کفر نہیں کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔“

فرمان نبوی ہے کہ ﴿لَيْسَ مِنَّا... سَحَرٌ أَوْ سِحْرٌ لَهُ﴾ ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے جادو کیا یا جس کے لیے جادو کیا گیا۔“ (۲)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے سات ہلاک کر دینے والی اشیاء میں جادو کا ذکر فرمایا ہے۔ (۳)

(اترار بعد) جادو گر واجب القتل ہے۔ (۴)

(14) اللہ اور رسول یا ان کے کسی حکم سے بغض رکھنا:

اس کے کفر ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَا لَهُمْ وَأَصْلٌ أَعْمَالُهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

فَأَحْبَبَ أَفْعَالَهُمْ﴾ [متحد: ۸-۹] ”اور جو لوگ کافر ہوئے ان کے لیے ہلاکت ہو، اللہ ان کے اعمال غارت کر دے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی نازل کردہ چیز کو ناپسند کیا، پس اللہ نے (بھی) ان کے اعمال برباد کر دیئے۔“

(امام رازی) ”اللہ کی نازل کردہ چیز“ یعنی قرآن کریم یا عقیدہ توحید یا عقیدہ آخرت کو ناپسند کیا۔ (۵)

(15) اللہ اور رسول کے ظالم کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو ظالم بنا لینا:

یعنی مسلمان اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کسی چیز کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھے جیسے کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ شراب

(۱) [مسلم: کتاب السلام: باب تحریم الکھانۃ واتبان الکھان، صحیح الترغیب (۳۰۴۶) صحیح الجامع

الصغیر (۵۹۴۰)]

(۲) [صحیح: الصحیحۃ (۲۶۵۰) صحیح الترغیب (۳۰۴۱) غایۃ المرام (۲۸۹) رواہ البزار بإسناد جید]

(۳) [بخاری (۲۷۲۶) کتاب الوصایا: باب قول اللہ تعالیٰ الذین یاکلون أموال الیتامی ظلماً]

(۴) [کما فی ”کیف یتخلص من السحر“ از عبد اللہ بن محمد بن احمد الطیار]

(۵) [دیکھئے: تفسیر مفتاح الغیب (۸۸/۱۴)]

حلال ہے یا بدکاری حلال ہے وغیرہ وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
 ﴿قَالُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾
 [التوبة: ۲۹] ”ان لوگوں سے قال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول
 کے حرام کردہ کاموں کو حرام نہیں سمجھتے۔“

(امام شوکانیؒ) جس نے کسی حرام کام کو حلال سمجھا وہ بالاجماع کافر ہے۔ (۱)
 (امام ابن قیمؒ) جو شخص اللہ کے کسی حرام کردہ کام کو حلال قرار دے اور اسے یہ علم ہو کہ اللہ نے اسے حرام قرار دیا
 ہے تو وہ اپنے اس فعل کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔ (۲)
 (سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جس چیز کی حرمت اسلام میں ثابت ہو اسے حلال سمجھنے سے انسان ایمان سے
 خارج ہو جاتا ہے۔ (۳)

کیا ترک واجبات سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے؟
 (شیخ ابن بازؒ) جب کوئی زکوٰۃ، روزہ، حج اور باقی امور واجبہ کے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے تو پھر ان میں تسامح کی
 وجہ سے وہ کافر نہیں ہوتا بلکہ اس کا ایمان کمزور اور ناقص ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایمان میں (حسب اعمال) کمی بیشی
 ہوتی رہتی ہے۔ جیسا کہ اہل السنۃ والجماعہ کا یہی موقف ہے۔ البتہ نماز واحد ایسا واجب ہے جس کا ترک کرنا کفر ہے
 خواہ انسان اس کے وجوب کا انکار نہ بھی کرتا ہو۔ علماء کا صحیح ترین قول یہی ہے۔ (۴)

کیا کبیرہ گناہ کا مرتکب ایمان سے خارج ہو جاتا ہے؟
 اولاً یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ کبیرہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو انسان کو دین و ایمان
 سے خارج کر دینے والی ہے جیسے کفر اکبر اور شرک اکبر۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو دین و ایمان سے خارج تو نہیں
 کرتی مگر فاسق بنا دیتی ہے جیسے زنا، چوری، شراب خوری اور سود خوری وغیرہ۔ جب ہم مطلقاً کبیرہ گناہ کا ذکر
 کرتے ہیں تو اس سے یہی دوسرے درجے کے گناہ ہی مراد ہوتے ہیں۔ (۵)
 بہر حال اس سلسلے میں برحق موقف یہ ہے کہ کبیرہ گناہ (یعنی مذکورہ بالا دوسرے درجے کے گناہ) کے

(۱) [نبیل الاوطار (۷۲/۹)]

(۲) [الفصل (۱۱۴/۳)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۲۳۴/۲)]

(۴) [فتاویٰ نور علی العیوب (۲۲/۱)]

(۵) [رسالة فی أسس العقيدة (ص ۱۲۶)]

ارتکاب سے انسان کافر نہیں ہوتا البتہ اس کے ایمان میں نقص واقع ہو جاتا ہے، بالفاظ دیگر وہ مومن تو ہے مگر ناقص الایمان ہے۔ دنیا میں اسے مومن ہی سمجھا جائے گا اور آخرت میں اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا، اللہ چاہے تو اسے معاف فرمادے اور چاہے تو سزا دے۔

(عبداللہ بن عبدالحمید الاثری، محمد بن عودہ السعوی) انہوں نے ائمہ سلف اور اہل السنہ والجماعہ کا یہی موقف نقل فرمایا ہے۔ (۱)

کبیرہ گناہ کے مرتکب کو دنیا میں مومن ہی سمجھا جائے گا، اس کی دلیل ایک تو یہ آیت قصاص ہے:

﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ﴾ [البقرة: ۱۷۸]

”جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کوئی چیز معاف کر دی جائے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قاتل اور مقتول کے ولی کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ قاتل اگرچہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے مگر دنیا میں وہ مومن ہی ہے اسی لیے اسے دوسرے مومن کا بھائی کہا گیا ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ شرابی کو حد لگائی گئی تو ایک آدمی نے غصے میں اسے یہ بددعا دی کہ اللہ اسے رسوا کرے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تَكُونُوا عَوْنُ الشَّيْطَانِ عَلَىٰ أَخِيكُمْ﴾ ”تم اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار مت بنو۔“ (۲)

یہ حدیث بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب مومن ہی سمجھا جائے گا کیونکہ آپ ﷺ نے شرابی کو دوسرے مومنوں کا بھائی قرار دیا ہے۔ البتہ اس کا ایمان کامل نہیں بلکہ ناقص ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمُ رِقَابَ بَعْضٍ﴾ ”تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔“ (۳)

آپ ﷺ کا ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ

﴿لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ ”زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، چور جب چوری کرتا

(۱) [الوحيز في عقبة السلف الصالح (۹۵:۱) رسالة في أسس العقيدة (ص: ۱۲۶)]

(۲) [بخاری (۶۷۸۱) كتاب الحدود: باب ما يكره من لعن شارب الخمر، مسند احمد (۷۶۴۵)]

(۳) [بخاری (۱۲۱) كتاب العلم: باب الانصات للعلماء، مسلم (۶۵) كتاب الايمان: باب بيان معنى قول

النبي ﷺ لا ترجعوا، ابوداود (۴۶۸۶) تيسائي (۴۱۳۶) ابن ماجه (۳۹۴۳) ابن أبي شيبة

(۳۰/۱۵) مسند احمد (۵۵۸۲) ابن مندہ (۶۵۸)]

ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔“ (۱)
 ثابت ہوا کہ عہد رسالت میں لوگوں نے زنا، چوری اور شراب خوری جیسے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا مگر
 آپ ﷺ نے نہ تو ان پر مرتد ہونے کا حکم لگایا اور نہ ہی ان سے ترک تعلق کا حکم دیا مگر صرف ان پر حد جاری فرما
 دی۔ لہذا ایسے لوگ دنیا میں مومن ہی سمجھو ہوں گے۔ البتہ آخرت میں وہ اللہ کی مشیت کے تحت ہوں گے۔
 اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ [النساء: ۴۸]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔“
 اور اگر کبیرہ گناہوں کے مرتکب لوگ جہنم میں داخل کر دیئے گئے تو وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے بلکہ اپنے
 گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:
 ﴿مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَإِنْ زَنَّا وَإِنْ سَرَقَ﴾
 ”جو بندہ بھی کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھے اور پھر اسی (یعنی عقیدہ توحید) پر فوت ہو تو وہ (بالآخر) جنت میں داخل
 ہو جائے گا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔“ (۲)

اس کی ایک دوسری دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

﴿يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَخْرَجُوا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ
 يَشْقَى حَبِيَّةً مِنْ عَرَّةٍ مِنْ إِيْمَانٍ﴾ ”جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جہنمی جہنم میں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں
 گے“ (اُسے بھی (جہنم سے) نکال لو جس کے دل میں برائی کے دانے کے برابر بھی ایمان تھا۔“ (۳)
 (امام ابو حنیفہ) ہم کسی بھی گناہ کی وجہ سے مسلمان کو کافر قرار نہیں دیتے خواہ کوئی کبیرہ گناہ کا ہی ارتکاب کرے،

(۱) [مسلم (۵۷) کتاب الایمان: باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی، بخاری (۲۴۷۵) کتاب المظالم:

باب النہی بغیر اذن صاحبہ، ابو داؤد (۴۶۸۹) کتاب السنۃ: باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ،
 ترمذی (۲۶۲۵) کتاب الایمان: باب ما جاء لا یزنی الزانی وهو مؤمن، نسائی (۴۸۸۵) ابن ماجہ
 (۳۹۳۶) دارمی (۱۹۹۴) ابن مندہ (۵۱۰) ابن حبان (۱۸۶)]

(۲) [بخاری (۵۸۲۷) کتاب اللباس: باب الثیاب البیض، مسلم (۹۴) کتاب الایمان: باب من مات لا
 یشرک باللہ شیئاً دخل الجنة، ترمذی (۲۶۴۴) مسند احمد (۲۱۴۸۹) نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ
 (۱۱۲۴) طیبی (۴۴۴) ابو عوانہ (۱۸۶۱) ابن حبان (۱۶۹) ابن مندہ (۸۱) شرح السنۃ (۵۱)]

(۳) [بخاری (۲۲) کتاب الایمان: باب تفاضل اهل الایمان فی الاعمال، مسلم (۱۸۲) کتاب الایمان:
 باب معرفۃ طریق الرؤیۃ، مسند احمد (۷۷۲۱) عبد الرزاق (۲۰۸۵۶) ابن مندہ (۸۰۲) طیبی
 (۲۳۸۳) ابن حبان (۷۴۲۹) شرح السنۃ (۴۳۴۶)]

جب تک وہ اسے حلال نہ سمجھے۔ (۱)
 (امام مالکؒ) اگر کوئی شخص اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو تو وہ کہاڑ کا بھی ارتکاب کر لے بالآخر جنت میں داخل ہو ہی جائے گا۔ (۲)
 (امام ابو سعید کاظم بن سلامؒ) معاہدہ اور گناہ نہ تو ایمان کو ختم کرتے ہیں اور نہ ہی کفر کو واجب کرتے ہیں (البتہ ایمان میں نقص پیدا کر دیتے ہیں)۔ (۳)
 (امام ابوالحسن اشعریؒ) ہم کسی بھی گناہ (جیسے زنا، چوری اور شرب خمر وغیرہ) کے ارتکاب کی وجہ سے کسی اہل قبلہ کو کافر قرار نہیں دیتے۔ (۴)
 (امام ابو بکر اسامیؒ) کسی سوجدہ آدی کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا خواہ وہ ایک گناہ کا ارتکاب کرے یا زیادہ گناہ، صغائر کا ارتکاب کرے یا کبائر کا۔ (۵)
 (امام ثعلبیؒ) اہل اللہ کا اتفاق ہے کہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کوئی مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا جب تک وہ اس کی اباحت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ (۶)
 (امین ابی العزائمیؒ) تمام اہل اللہ اتفاق ہیں کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر نہیں۔ (۷)
 ارتداد کا مفہوم اور حکم

لغت میں ارتداد کا معنی ہے ”کسی چیز کی ذات کو بدل دینا یا اس کی کوئی حالت بدل دینا“ وغیرہ۔ اصطلاح شرع میں ارتداد یہ ہے کہ ”اسلام لانے کے بعد بخوشی کفر کی طرف لوٹ جانا۔“ ایسا کرنے والا ”متردد“ کہلاتا ہے۔ کتاب و سنت کی رو سے مرتد کافر اور واجب القتل ہے اور اگر توبہ کے بغیر مر جائے تو ابدی جہنمی ہے۔
 ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ﴾ [آل عمران: ۸۶]
 ”اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیسے ہدایت دے جس نے اپنے ایمان کے بعد کفر کر لیا۔“
 ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَمَنْ يَتَوَدَّ مِنْكُمْ مِّنْهُمْ فَعَلَىٰ كَيْفٍ قَوْلِكَ﴾

- (۱) [متن الفقہ الاکبر، للامام ابی حنیفہ]
- (۲) [حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم (۳۲۰/۶)]
- (۳) [کتاب الایمان (ص: ۴۰) بتحقیق الالبانی]
- (۴) [الایمان عن اصول الدیانۃ: باب فی ابانۃ قول أهل الحق والسنة]
- (۵) [اعتقاد أهل الحديث (ص: ۴۳) بتحقیق الذکروز محمد الخمیس]
- (۶) [شرح السنة للامام بغوی (۱/۳۲۱)]
- (۷) [شرح العقیدۃ الطحاوی (ص: ۴۴۲) بتحقیق شعبی ارناؤوط]

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ [البقرة: ۲۱۷]
 ”اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے مرتد ہو جائیں اور حالت کفر میں ہی مریں، ان کے دنیا و آخرت میں اعمال غارت ہو جائیں گے اور یہ لوگ جہنمی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔“
 فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ﴾ ”جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔“ (۱)

کفر کا مفہوم اور اقسام

لغت میں کفر کا معنی ہے ”ڈھانپ لینا، چھپا لینا۔“ رات کا ایک نام کافر بھی ہے کیونکہ وہ ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہے۔ کفر ایمان کی ضد بھی ہے کیونکہ حق کو چھپا لینا ہی کفر ہے۔ کفر کا ایک معنی ناشکری بھی ہے۔ اور کافر وہ ہے جو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے اور ناشکر ہو۔ اصطلاح میں کفر یہ ہے کہ ”ایسا اعتقاد قول یا عمل جو ایمان کے منافی ہو۔“ اس کے مختلف درجات و مراتب ہیں اور ان کے حکم بھی مختلف ہیں۔

اہل علم نے کفر کی دو بڑی قسمیں ذکر کی ہیں: (۱) کفر اکبر (۲) کفر اصغر
 کفر اکبر وہ ہے جو انسان کو دین و ایمان سے خارج کر دیتا ہے اور ابدی جہنمی بنا دیتا ہے۔ جیسے پیغمبروں کے جموئے ہونے کا عقیدہ رکھنا، کفر و شرک چھپانا اور اسلام و خیر کو ظاہر کرنا، اللہ کی کسی صفت کا انکار کرنا اور دین کی کسی حکم اور ثابت بات کا انکار کر دینا وغیرہ وغیرہ (جیسا کہ ان امور کا ذکر نوافض ایمان کے تحت گزر چکا ہے)۔

کفر اصغر وہ ہے جو انسان کو دین و ایمان سے تو خارج نہیں کرتا البتہ ناسق بنا دیتا ہے۔ جیسے:
 کسی مسلمان سے لڑنا۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ﴾ ”مسلمان کو گالی دینا نافرمانی اور اس سے لڑنا کفر ہے۔“ (۲)

خود کو باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنا۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ فَهُوَ كُفْرٌ﴾ ”جس نے اپنے باپ سے بے رغبتی اختیار کی وہ کفر کا مرتکب ہوا۔“ (۳)
 غیر اللہ کی قسم اٹھانا۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَنْ خَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ﴾ ”جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔“ (۴)

(۱) - [بخاری (۳۰۱۷) کتاب الجہاد والسير: باب لا يعذب بعذاب الله، ابو داود (۲۵۳۵) ترمذی (۱۴۵۸)]

نسائی (۱۰۴/۷) ابن ماجہ (۲۵۳۵) احمد (۲۱۷/۱) عبد الرزاق (۱۰۶۸/۱۰)

(۲) [بخاری (۴۸) کتاب الایمان: باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر]

(۳) [بخاری (۶۷۶۸) کتاب الفرائض: باب من ادعى إلى غير أبيه]

(۴) [صحيح: ارواء الغليل (۲۵۶۱) صحيح الترغيب (۲۹۵۲) ترمذی (۱۵۳۵)]

اور عورتوں کا اپنے شوہروں کی ناشکری و نافرمانی کرنا وغیرہ۔ فرمان نبوی ہے کہ اکثر عورتیں جہنم میں جائیں گی اور اس کا سبب یہ ہے کہ ﴿تُشْكِرْنَ اللّٰهَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ﴾ ”وہ لعن طعن بہت زیادہ کرتی ہیں اور شوہروں کی ناشکری و نافرمانی (بہت) کرتی ہیں۔“ (۱)

تکفیر معین کا حکم

ائمہ سلف کا عقیدہ یہ ہے کہ کسی معین شخص کو کافر کہنے سے بچنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿لَا يَزِيْزِي رَجُلٌ رَّجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَ لَا يَزِيْزِيْهِ بِالْكُفْرِ اِلَّا اَزَلَّتْ عَلَيْهِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ صَاحِبَهُ كَذٰلِكَ﴾ ”جو آدمی کسی آدمی پر فسق یا کفر کی تہمت لگاتا ہے وہ اسی پر لوٹ آتی ہے اگر وہ اس طرح نہ ہو۔“ (۲) ان کے نزدیک یہ اصولی موقف ہے کہ ((مَنْ قَبِلَ اِسْلَامَهُ بِبَيِّنٍ لَّمْ يَزُلْ ذٰلِكَ عَنْهُ بِشَكٍّ)) ”جس کا اسلام یقینی طور پر ثابت ہو گیا وہ اس سے شک کی بنا پر زائل نہیں ہوگا۔“ (۳)

تاہم اگر کسی شخص میں تمام شرعی شروط کے مطابق کفر ثابت ہو جائے اور کچھ بھی شک و تردد باقی نہ رہے تو پھر اسے کافر قرار دیا جاسکتا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ ”کسی بھی مسلمان کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا حتیٰ کہ اس پر رجعت قائم ہو جائے اور شبہ زائل ہو جائے۔“ (۴)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) کسی شخص کو کافر قرار دینے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ اس کا (پختہ) ثبوت نہ مل جائے۔ (۵) ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ اگر کوئی لاعلمی میں اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہہ دے تو اس پر توبہ و استغفار کرنا واجب ہے۔ (۶)

تکفیر کے موانع

ائمہ سلف نے تکفیر کے چند موانع ذکر فرمائے ہیں۔ (۷) اگر کسی شخص میں ان موانع میں سے کوئی مانع پایا جائے گا تو اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔ آئندہ سطور میں ان کا مختصر بیان پیش خدمت ہے:

(۱) [بخاری (۳۰۴) کتاب الحيض : باب ترك الحائض الصوم ، مسلم (۸۰)]

(۲) [بخاری (۶۰۴۵) کتاب الادب : باب ما ينهى من السباب واللعن]

(۳) [دیکھئے: مجموع الفتاوى لابن تيمية (۲۹۱/۷)]

(۴) [ایضاً]

(۵) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۳۵۹/۲)]

(۶) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۳۵۸/۲)]

(۷) [ماخوذ از ، الايمان حقيقته ، حوارمه ، نوافضه عند أهل السنة والجماعة (ص : ۱۴۵ - ۱۵۰)]

(۱) **جہالت:** یعنی اگر کوئی شخص لاعلمی میں کسی ایسے کام کا ارتکاب کر بیٹھے جو ایمان سے خارج کرنے والا ہو تو اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا کیونکہ اسے یہ علم ہی نہیں تھا کہ یہ کام اسے کافر بنا دے گا اور یہ ممکن ہے کہ انسان کو بعض عقیدے کے اہم مسائل کا بھی علم نہ ہو جیسا کہ عہد رسالت میں بھی بعض صحابہ کے ساتھ ایسا ہوا تھا لیکن آپ نے انہیں کافر قرار نہیں دیا۔ لہذا جب تک ایسے شخص کو علم نہ ہو جائے اور اس پر حجت قائم نہ ہو جائے اسے کافر نہیں کہا جاسکتا۔

(۲) **خطا:** یعنی اگر کسی سے (عذر نہیں بلکہ) غلطی سے کسی کفریہ کام کا ارتکاب ہو جائے تو وہ کافر قرار نہیں پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔“ (۱) اور فرمان نبوی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا و نسیان (سے ہونے والے گناہوں) کو معاف فرمادیا ہے۔“ (۲)

(۳) **زبردستی:** یعنی اگر کسی سے زبردستی کوئی کفریہ کام کرایا گیا ہو تو بھی اسے کافر نہیں کہا جاسکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے شخص کو مشق قرار دیا ہے، فرمایا ﴿إِلَّا مَنِ اضْطُرَّ﴾ [النحل: ۱۰۶] ”سوائے اس کے جسے مجبور کیا گیا ہو۔“ اور حدیث میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبردستی کرایا ہوا گناہ معاف کر دیا ہے۔ (۳)

(۴) **تاویل:** یعنی اگر کوئی شخص تاویل کر کے کسی کفریہ بات کو صحیح سمجھ رہا ہو تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس کے عقیدے کے مطابق وہ بات صحیح ہے البتہ اگر وہ یہ جانتے ہوئے کہ اس کی تاویل باطل ہے اس پر قائم رہے یا اس کی تبلیغ کرے تو پھر وہ کافر ہے۔ امام شوکانیؒ نے فرمایا ہے کہ تاویل کرنے والا (کافرو) مرتد نہیں۔ (۴)

(۵) **عجز:** یعنی اگر کوئی شخص کسی کفریہ کام سے بچنے سے عجز عاجز ہو (جیسے کوئی شخص اسلام لانے کے بعد دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف منتقل ہونے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو) تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اتنا ہی مکلف بنایا ہے جتنی اس میں طاقت ہے۔ (۵)



(۱) [الاحزاب: ۵۰]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۲۰۴۳) کتاب الطلاق: باب طلاق المکرہ والناسی]

(۳) [صحیح: صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۲۰۴۳) کتاب الطلاق: باب طلاق المکرہ والناسی]

(۴) [السبل الحرار (۵۸۴/۴) ۵۸۵]

(۵) [البقرة: ۲۸۶]

عقیدہ ولاء وبراء کا بیان

باب عقیدۃ الولاء والبراء

ولاء اور براء کا معنی و مفہوم

لغت میں ولاء لفظ السوئی سے مشتق ہے جس کا معنی ہے ”قریب ہونا“۔ اسی سے لفظ ولایت ہے جو نصرت و حمایت اور دوستی کے معنی میں مستعمل ہے۔ (۱) کتاب وسنت میں لفظ ولاء بنیادی طور پر دو معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے ”محبت اور نصرت“۔ اسی لیے اس کی شرعی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، دین اسلام اور مسلمانوں سے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، دین اسلام اور مسلمانوں کی تائید و حمایت کرنا، ولاء ہے۔“ (۲)

لفظ براء لغت میں بری سے مشتق ہے، جس کا معنی ہے ”دور ہونا، بیزار ہونا، نفرت کرنا“۔ (۳) اس کا ایک معنی پیدا کرنا بھی ہے، اسی سے اللہ تعالیٰ کا نام ”الباری“ ہے (یعنی پیدا کرنے والا)۔ (۴) کتاب وسنت میں لفظ براء ولاء کے الٹ معنی (یعنی نفرت و دشمنی) میں استعمال ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے اس کی شرعی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ”اُن تمام طاغوتوں سے نفرت اور بغض رکھنا جنہیں اللہ کے علاوہ پوجا جاتا ہے، اسی طرح کفر اور کافروں سے نفرت اور ان سب سے دشمنی رکھنا، براء ہے۔“ (۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے ”ولاء“ اسلام اور اہل اسلام سے محبت اور ان کی نصرت و حمایت کا نام ہے جبکہ ”براء“ کفر اور اہل کفر سے نفرت اور دشمنی کا نام ہے۔

ولاء (دوستی) کی اہمیت

(۱) دوستی کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ فرمان نبوی کے مطابق انسان اسی شخص کے دین پر ہوتا ہے جس سے دوستی رکھتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ﴾ ”آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لیے تم میں سے (ہر) ایک کو یہ دیکھنا

(۱) [الصالح للحویری (ولی)، ۲۵۲۸/۶] تهذيب اللغة للأزمهری (۲۶۹/۱۵)

(۲) [الولاء والبراء بين السماحة والغلو (ص: ۴)]

(۳) [تهذيب اللغة للأزمهری (۲۶۹/۱۵)]

(۴) [المقائيل اللغة لابن فارس (۲۳۶/۱)]

(۵) [الولاء والبراء بين السماحة والغلو (ص: ۴)]

چاہیے کہ وہ کس سے دوستی لگا رہا ہے۔“ (۱)

(۲) آپ ﷺ نے صرف نیک اور متقی لوگوں سے ہی دوستی لگانے کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مَوْثِقًا وَلَا يَأْكُلُ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيًّا﴾ ”صرف مومن آدمی کو ہی اپنا دوست بناؤ اور تمہارا کھانا صرف پرہیزگار ہی کھائے۔“ (۲)

(۳) کیونکہ انسان کی دوستی (اچھی یا بری) جیسی ہوگی اس کے عقائد و اعمال پر اثر انداز ضرور ہوگی، جیسا کہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَثَلُ الْحَالِسِ الصَّالِحِ وَالسَّوِّءِ كَمَثَلِ الْمُسْلِكِ وَ نَافِعِ الْكَبِيرِ فَحَامِلُ الْمُسْلِكِ إِنَّمَا أَنْ يُخْلِدَ بِكَ وَإِنَّمَا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِنَّمَا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رَيْحًا طَيِّبَةً وَ نَافِعِ الْكَبِيرِ إِنَّمَا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَ إِنَّمَا أَنْ تَجِدَ رَيْحًا خَبِيثَةً﴾ ”نیک اور برے دوست کی مثال ایسی ہے جیسے خوشبو بیچنے والا اور بھٹی میں پھونکنے والا۔ خوشبو بیچنے والا (اگر تمہارا دوست ہوگا تو وہ تمہیں) یا تو خوشبو کا تحفہ دے دے گا یا تم خود اس سے خوشبو خرید لو گے، اگر (بالفرض) تمہیں وہ تحفہ نہ دے اور نہ ہی تم اس سے خوشبو خریدو تب بھی (اس کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے کم از کم) تمہیں خوشبو ہی آتی رہے گی۔ (اور اگر تمہارا دوست) بھٹی میں پھونکنے والا (لوہا رہے تو وہ) یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا یا (کم از کم اس کے پاس بیٹھنے سے) تمہیں بھٹی کا دھواں ضرور تنگ کرتا رہے گا۔“ (۳)

(۴) اور یہ بھی یاد رہے کہ روز قیامت بھی صرف نیک لوگوں کی دوستی ہی کام آئے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿الْأَخْلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾ [الرعر: ۶۷] ”روز قیامت پرہیزگاروں کے علاوہ تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔“

(۵) اور انسان کا انجام انہی لوگوں کے ساتھ ہوگا جن کے ساتھ اس نے دنیا میں دوستی لگائی ہوگی۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ﴾ ”(روز قیامت) آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس نے دوستی کی۔“ (۴)

ولاء (دوستی) کا مستحق کون ہے؟

اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ اور تمام اہل ایمان ہی دوستی کے مستحق ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّمَا

(۱) [حسن: صحيح الجامع الصغير (۲۰۴۵) ابو داود (۴۸۳۳) كتاب الأدب: باب من يؤمر أن يحالسن، ترمذی (۲۳۷۸) كتاب الزهد: باب]

(۲) [صحيح: صحيح الشريعتين والتهريب (۳۰۳۶) صحيح الجامع الصغير (۷۳۴۱) ابو داود (۴۸۳۲)]

كتاب الأدب: باب من يؤمر أن يحالسن، ترمذی (۲۳۹۵) كتاب الزهد: باب ما جاء في ضيعة المؤمن]

(۳) [بخاری (۵۵۳۴) كتاب الذبائح والصيد: باب المسك]

(۴) [بخاری (۶۱۶۸) كتاب الأدب: باب علامة حب الله تعالى]

وَلْيُكْمِلِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴿المائدة: ۵۵-۵۶﴾ ”(مسلمانو!) تمہارا دوست صرف اللہ، اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع (خشوع خضوع) کرنے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے، اس کے رسول سے اور مسلمانوں سے دوستی کرے، وہ یقین مانے کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔“

براء (دشمنی) کا مستحق کون ہے؟

(1) اللہ کے علاوہ تمام باطل معبود اور تمام اسلام دشمن کافر و مشرک مسلمانوں کی دشمنی کے مستحق ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَاءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدُّهُ﴾ [الممتحنة: ۴] ”(مسلمانو!) تمہارے لیے ابراہیم (علیہ السلام) میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے بر ملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کے لیے بغض و عداوت ظاہر ہو گئی۔“

(2) ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ [التوبة: ۱۱۴] ”اور ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے لیے دعائے مغفرت مانگنا وہ صرف اس وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا تھا، پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے، واقعی ابراہیم (علیہ السلام) بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔“

(3) اسی طرح فرمایا کہ ﴿إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُواكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [الممتحنة: ۹] ”اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائیاں لڑیں اور تمہیں دیس نکالے دیئے اور دیس نکالا دیئے والوں کی مدد کی جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ (قطعاً) ظالم ہیں۔“

اللہ، رسول ﷺ اور مسلمانوں سے دوستی واجب ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ [البقرة: ۱۶۵] ”اور ایمان والے اللہ

تعالیٰ سے سب سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [التوبة: ۲۴] ”آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا۔“

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ثَلَاثٌ مَنْ يَكُنْ فِيهِ وَجَدَ بِهِنْ حِلَاوَةَ الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْغُرَّةَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَأَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقَذَّفَ فِي النَّارِ﴾ ”تین چیزیں جس میں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی میٹھاس محسوس کرے گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبت کرے۔ کسی دوسرے آدمی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرنے اور جس کفر سے اللہ تعالیٰ نے اسے بچایا ہے اس میں دوبارہ لوٹنا اسے اس قدر ناپسند ہو جیسے آگ میں پھینک دیا جانا ناپسند ہے۔“ (۱)

(4) ایک حدیث میں یہ دعا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَقَرَّةَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسْكِينِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي، وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةَ قَوْمٍ فَأَقِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُونٍ، أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يَقْرُبُنِي إِلَى حُبِّكَ﴾ ”کہو! اے اللہ! میں تجھ سے بھلائی کرنے اور برائی سے بچنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کی توفیق کا سوال کرتا ہوں، اور یہ کہ تو مجھے معاف کر دے اور میرے اوپر رحم کر، اور اے اللہ! جب تو کسی قوم کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنہ میں ڈالے بغیر اپنے پاس اٹھالے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری محبت کا، اُس شخص کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہو اور اس کام سے محبت کا جو تجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔“ (۲)

(۱) [مسلم (۴۳) کتاب الایمان: باب بیان حصول من اتصف بہن وجد حلاوة الایمان، بخاری (۲۱)

کتاب الایمان: باب من کرہ أن یرعد فی الکفر کما یکرہ أن یلقی فی النار من الایمان]۔

(۲) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۲۲۳۵) کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة ص، مسند احمد

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ ”کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ (۱)

(6) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿الْأَنْصَارُ لَا يُجِئُهُمُ إِلَّا مُؤْمِنِينَ وَلَا يَنْقُصُهُمْ إِلَّا مَنَافِقُ فَمَنْ أَحَبَّهُمُ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمُ اللَّهُ﴾ ”انصار سے صرف مومن ہی محبت کرنے کا اور ان سے صرف منافق ہی نفرت رکھے گا۔ پس جس نے ان سے محبت کی اللہ اس سے محبت کرے گا اور جس نے ان سے نفرت کی اللہ اس سے نفرت کرے گا۔“ (۲)

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي، فَإِنِ أَحَدُكُمْ لَوْ اتَّفَقَ بِمِثْلِ أُحُدٍ ذَعْبًا مَا بَلَغَ مِنْهُ أَحَدِيحٌ وَلَا تَصْنِيفَةٌ﴾ ”میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ تم میں کوئی ایک اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو وہ ان کے ایک ماہ اور نصف ماہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔“ (۳)

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تَدْخُلُونَ الْحَنَّةَ حَتَّىٰ تَوْمِنُوا وَلَا تَوْمِنُوا حَتَّىٰ تَحَابُّوْا، أَوَّلًا، أَدْلَبُكُمْ عَلَيَّ شَيْءٌ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشَوْا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ﴾ ”تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ تم ایمان والے بن جاؤ اور تم ایمان والے نہیں بن سکتے حتیٰ کہ تم آپس میں محبت کرنے لگو، کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو گے، ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔“ (۴)

(9) اللہ تعالیٰ بھی اہل ایمان سے دوستی رکھتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَيَسَّ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسِنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ [المائدة: ۹۳] ”ایسے لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہوں اور

(۱) [بخاری (۱۵) کتاب الایمان: باب حب الرسول من الایمان، مسلم (۴۴) کتاب الایمان: باب وجوب محبة رسول الله أكثر من الأهل والولاء والوالد]

(۲) [بخاری (۳۷۸۳) کتاب المناقب: باب حب الأنصار]

(۳) [بخاری (۳۶۷۳) کتاب المناقب: باب قول النبي لو كنت متخذا خليلاً، أبو داود (۴۶۵۸) کتاب السنة: باب في النهي عن سب أصحاب رسول الله ﷺ]

(۴) [مسلم (۵۴) کتاب الایمان: باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون، مسند احمد (۹، ۹۵) الأدب المفرد للبخاری (۲۶۰) ابن ابی شیبہ (۶۲، ۴۸) أبو عوانة (۳۰، ۱) أبو داود (۵۱۹۳) ترمذی (۲۶۸۸)

ابن ماجہ (۶۸) ابن مہدہ (۳۲۸) ابن حبان (۲۴۶)]

نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جبکہ وہ لوگ تقویٰ رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں پھر پرہیزگاری کرتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیزگاری کرتے ہوں اور خوب نیک کام کرتے ہوں، اللہ ایسے نیکو کاروں سے محبت رکھتا ہے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَتْهُمْ بَنِيَانٌ مَرُوضًا﴾ [الصف: ۴] ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو اس کی راہ میں سیدھے پلائی ہوئی دیواری طرح صفِ باعدہ کر لیتے ہیں۔“

(10) انبیاء کرام بھی اہل ایمان سے دوستی رکھتے تھے۔ نوح علیہ السلام اہل ایمان کے لیے ان الفاظ میں دعائے مغفرت فرمایا کرتے تھے ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ [نوح: ۲۸] ”اے میرے رب! مجھے، میرے والدین اور ہر اس شخص کو جو مومن کی حیثیت سے میرے گھر میں داخل ہو، سب مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرما دے۔“

ابراہیم علیہ السلام اہل ایمان کے لیے یوں دعا فرمایا کرتے تھے ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ﴾ [ابراہیم: ۴۱] ”اے ہمارے رب! مجھے، میرے والدین اور سب مومنوں کو اس روز معاف فرماتا جس روز حساب لیا جائے گا۔“

سلیمان علیہ السلام نے نیک لوگوں سے محبت کا اظہار یوں فرمایا کہ ﴿رَبِّ ... أَذْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ﴾ [النمل: ۱۹] ”اے میرے رب! مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما لے۔“
یوسف علیہ السلام نے نیک بندوں سے محبت کا اظہار یوں فرمایا کہ ﴿رَبِّ ... تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ﴾ [یوسف: ۱۰۱] ”اے میرے رب! مجھے اسلام کی حالت میں فوت فرما اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرما دے۔“

نبی کریم ﷺ اہل ایمان سے محبت کا اظہار یوں فرماتے کہ ”رو کر ان کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔“ (۱)

کفر اور اہل کفر سے دوستی حرام ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّمَا يُنَهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُواكُمْ مِّنْ

(۱) [مسلم (۲۰۰۲) کتاب الايمان: باب دعاء النبي لأمته ويكافه شفقة عليهم، ابن حبان (۷۲۳۴) ابن مندہ

(۹۲۴) بغوي في شرح السنة (۴۳۳۷) يتهق في الاسماء والصفات (۳۴۱/۲)

دِيَارِكُمْ وَكَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَقُولُوا هُمْ قَاتِلُوكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٩﴾ [الممتحنة: ٩] ”اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائیاں لڑیں اور تمہیں دیس نکالے دیئے اور دیس نکالا دیئے والوں کی مدد کی جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ (قطعاً) ظالم ہیں۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ [المائدة: ٥١] ”اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں، تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔“

(3) ایک اور جگہ فرمایا کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنتُم مَّؤْمِنِينَ﴾ [المائدة: ٥٧] ”مسلمانو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنائے ہوئے ہیں خواہ وہ ان میں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے یا کفار ہوں، اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔“

(4) سورہ آل عمران میں ارشاد ہے کہ ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ﴾ [آل عمران: ٢٨] ”مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں مگر یہ کہ ان کے کسی شر سے بچاؤ مقصود ہو، اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے۔“

(5) سورہ نساء میں ارشاد ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا يَدْرُونَ أَنَّهُمْ يُجْعَلُونَ لِلَّهِ عَلَىٰ كُفْرِهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا﴾ [النساء: ١٤٤] ”اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کر لو۔“

(6) سورہ توبہ میں فرمایا کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَىٰ الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [التوبة: ٢٣] ”اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست مت بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں، تم میں سے جو بھی ان سے

محبت رکھے گا وہ پورا گناہگار ظالم ہے۔“

(7) سورہ محمد میں فرمایا کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمُؤَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَيَكُونُوا بِاللَّهِ رِيكُمُ إِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَهُمْ جَاءُوكُمُ فِي سَبِيلِي وَإِنِ اتَّخَذُوا أَوْلِيَاءَ تَبَرَّأْتُ إِلَيْهِمْ بِالْمُؤَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَقْعِلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾ [الممتحنة: ١] ”اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، تم تو دوستی سے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اُس حق کے ساتھ کفر کرتے ہیں جو تمہارے پاس آچکا ہے، پیغمبر کو اور خود تمہیں بھی محض اس وجہ سے جلا وطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کے لیے اور میری رضامندی کی طلب میں نکلتے ہو (تو ان سے دوستیاں نہ کرو) تم ان کے پاس محبت کا پیغام خفیہ طور پر بھیجتے ہو اور مجھے خوب معلوم ہے جو تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا، تم میں سے جو بھی ایسا کرے گا وہ یقیناً راہِ راست سے ہٹک جائے گا۔“

(8) ایک دوسری آیت میں ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَنْسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَبْغِي الْكَافِرُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ﴾ [الممتحنة: ١٣] ”اے مسلمانو! تم اس قوم سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے جو آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں جیسے کہ (مردہ) اہل قبور سے کافر ناامید ہیں۔“

(9) ایک اور مقام پر فرمایا کہ ﴿وَلَا تَوَكَّلُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾ [ہود: ١١٣] ”دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکنا اور نہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا اور تمہارا کوئی مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ تم مدد دیے جاؤ گے۔“

(10) ایک اور جگہ پر فرمایا کہ ﴿وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ مَا اتَّخَذُوا أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ [المائدہ: ٨١] ”اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر اور جو نازل کیا گیا اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔“

اللہ، رسول ﷺ اور مسلمانوں سے دوستی کی چند علامات

(1) دین بچانے کے لیے کفار کے علاقے چھوڑ دینا اور مسلمانوں کے علاقوں کی طرف ہجرت کر جانا (اہل علم کا کہنا ہے کہ کفار کے علاقوں میں صرف اسی صورت میں رہا جاسکتا ہے کہ وہاں سے ہجرت ممکن نہ ہو یا پھر کوئی دینی مصلحت پیش نظر ہو جیسے اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت وغیرہ)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا أَوْلِيَاءَ الْمُؤَلَّفَةِ بِكَ عَلَىٰ سَبِيلِ اللَّهِ ... عَفْوًا غَفَوَا﴾ [النساء: ٩٧-٩٩] ”جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں

جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں، تم کس حال میں تھے؟ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ کمزور اور مغلوب تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے؟ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ پہنچنے کی بری جگہ ہے۔ مگر جو مرد، عورتیں اور بچے بے بس ہیں جنہیں شیطان کی چارہ کار کی طاقت اور نہ کسی راستے کا علم ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر کرے، اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور معاف فرمانے والا ہے۔“

(2) مسلمان دینی و دنیاوی اعتبار سے مال، جان اور زبان جس چیز کے بھی محتاج ہوں ان کی اعانت کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ [التوبة: ۷۱] ”مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَإِنْ اسْتَنْصَرُوا مِنْكُمْ فِي الْبَدَنِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ﴾ [التوبة: ۷۲] ”اگر وہ (مسلمان) دین کے معاملے میں تم سے مدد طلب کریں تو تم پر (ان کی) مدد کرنا لازم ہے۔“

ایک فرمان نبوی یوں ہے کہ ﴿الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبَيْتَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا ثُمَّ شَيْكُ بَيْنَ أَضْبَاعِهِ﴾ ”ایمان والے ایک دوسرے کے لیے عمارت کی طرح ہیں جس کے بعض حصے دوسرے حصوں کو مضبوط بناتے ہیں، پھر آپ ﷺ نے اپنے (دونوں ہاتھوں کی) انگلیاں مضبوطی سے ایک دوسرے میں پیوست کر لیں۔“ (۱)

(3) مسلمانوں کے غم کو اپنا غم اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی تصور کرنا۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحِيهِمْ وَتَوَادُّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَنْتِلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالشَّهْوِ وَالْحُضَى﴾ ”آپ دیکھیں گے کہ اہل ایمان آپس میں رحمہلی، محبت اور شفقت میں ایک جسم کی طرح ہیں کہ جب جسم کے ایک حصے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم وہ تکلیف محسوس کرتا ہے، بیداری ہو تو بیداری اور بخار ہو تو بخار۔“ (۲)

(4) مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا، ان کے لیے خیر چاہنا اور انہیں کسی قسم کا دھوکہ نہ دینا۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ﴾ ”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“ (۳)

ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا

(۱) [بخاری (۲۴۴۶) کتاب المظالم والغصب: باب نصر المظلوم]

(۲) [بخاری (۶۰۱۱) کتاب الأدب: باب رحمة الناس والبهائم]

(۳) [بخاری (۱۳) کتاب الایمان: باب من الایمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه، مسلم (۴۵) کتاب

الایمان: باب الدلیل علی أن من حصان الایمان، ترمذی (۲۵۱۵) نسائی (۵۰۳۱) ابن ماجہ (۶۶)

دارمی (۲۷۴۰) ابو عوانہ (۲۳۲۱)]

يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَكُنْتُمْ أَجْدَادًا لِلَّهِ إِخْوَانًا، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ... بِحَسَبِ أَمْرٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ ﴿۱﴾ ”ایک دوسرے سے حسد مت رکھو، بیچ پر بیچ نہ کرے، اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، (ہر) مسلمان (دوسرے) مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اسے رسوا نہیں کرتا، اسے حقیر نہیں جانتا اور آدمی کے لیے یہی بڑائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر نہ جائے۔“ (۱)

آپ ﷺ کا ایک فرمان یوں ہے کہ ﴿مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ عَشِنَا فَلَيْسَ مِنَّا﴾ ”جس نے ہمارے خلاف اسلحہ اٹھایا وہ ہم (یعنی اہل ایمان) میں سے نہیں اور جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔“ (۲)

(۵) مسلمانوں کی عزت اور احترام کرنا اور ان کے عیوب و نقائص تلاش کرنے سے بچنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْخَرُوا قَوْمًا مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءً مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِاللُّقَابِ بئْسَ الْإِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾ [الحجرات: ۱۱-۱۲] ”اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں، ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں، اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ہی کسی کو برے لقب دو، ایمان کے بعد فسق برائنام ہے اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔ اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور پھیر نہ ٹولو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا نہایت رحیم ہے۔“

(۱) [مسلم: کتاب البر والصلة: باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره، ابو داود (۴۸۹۳) کتاب الادب:

باب المواخاة، ترمذی (۱۹۲۷)]

(۲) [مسلم (۱۰۱) کتاب الايمان: باب قول النبي ﷺ من عشنا فليس منا، مسند احمد (۸۳۶۷) ابن ماجه

(۲۰۷۵) تحفة الاشراف (۱۲۶۹۲)]

(6) آسانی اور مشکل ہر طرح کے حالات میں مسلمانوں کا ساتھ دینا، کیونکہ یہ تو منافقین کی خصلت ہے کہ وہ آسانی میں مسلمانوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور مشکل میں انہیں چھوڑ جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِكُمُ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فُتُوحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعُكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [النساء: ۱۴۱] ”یہ (یعنی منافق) لوگ تمہارے انجام کار کا انتظار کرتے رہتے ہیں، پھر اگر تمہیں اللہ فتح دے تو یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھی نہیں اور اگر کافروں کو فتوح اساعطیل جائے تو (ان سے) کہتے ہیں کہ ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے اور کیا ہم نے تمہیں مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچایا نہ تھا؟“

(7) مسلمانوں سے میل جول رکھنا اور ان کی زیارت کرتے رہنا۔ فرمان نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَجَنَّتْ مَحَبَّتِي لِمُتَرَادِينَ فِيَّ﴾ ”میری خاطر ایک دوسرے سے میل جول رکھنے والوں کے لیے میری محبت واجب ہو جاتی ہے۔“ (۱)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک آدمی کسی گاؤں میں اپنے کسی دینی بھائی سے ملاقات کے لیے جا رہا تھا کہ اس کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے ملاقات کا سبب دریافت کیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں صرف اللہ کی خاطر اس نے ملنے جا رہا ہوں تو فرشتے نے اسے بتایا کہ ﴿فَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكَ يَا آللهَ قَدْ أَحْبَبْتُكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ﴾ ”میں اللہ کا فرشتہ ہوں جسے تیری طرف یہ بتانے کے لیے بھیجا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جیسے تو اپنے دینی بھائی سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہے۔“ (۲)

(8) مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھنا، جیسے کسی کے سودے پر سودا نہ کرنا، کسی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ بھیجنا وغیرہ۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿وَلَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ﴾ ”کوئی آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ ہی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نکاح بھیجے۔“ (۳)

(9) کمزور مسلمانوں کے ساتھ شفقت اور نرمی سے پیش آنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ [الكهف: ۲۸] ”اور اپنے آپ کو انہیں (فقراء و مساکین صحابہ) کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۴۳۳۱) المشكاة (۵۰۱۱) صحیح الترغیب (۲۵۸۱)]

(۲) [مسلم: کتاب البر والصلة والآداب: باب فی فضل الحب فی الله، صحیح الترغیب (۲۵۷۷)]

(۳) [بخاری (۲۱۴۰) کتاب البیوع: باب لا یبیع علی بیع اخیه، ابوداؤد (۲۰۸۱) کتاب النکاح: باب می

کراهیة أن یخطب الرجل علی خطبة اخیه، ابن ماجہ (۲۱۷۲) نسائی (۳۲۳۹) ترمذی (۱۱۳۴)]

صبح و شام پکارتے ہیں اور اسی کی رضا مندی چاہتے ہیں، خبردار! تیری نگاہیں ان سے ہٹنے نہ پائیں کہ دنیاوی زندگی کے شواہد کے ارادے میں لگ جائے۔“

ایک فرمان نبوی یوں ہے کہ ﴿لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَ يُوقِرْ كَبِيرَنَا﴾ ”جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔“ (۱)

ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿هَلْ تَنْصَرُّونَ وَ تَرْزُقُونَ إِلَّا بِضَعْفَانِكُمْ﴾ ”تمہارے کمزور افراد کی وجہ سے ہی تمہاری مدد کی جاتی ہیں اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔“ (۲)

(۱۰) مسلمانوں کے لیے دعا و استغفار کرتے رہنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَ اسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ [محمد: ۱۹] ”اپنے اور دوسرے مومن مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگا کر۔“ اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یہ دعا نقل فرمائی ہے کہ ﴿وَلَنَا اَعْفِرْ لَنَا وَ لَا خَوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوا بِالْاِيْمَانِ﴾ [الحشر: ۱۰] ”اے ہمارے پروردگار! ہمیں معاف فرما اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے سبقت لے چکے ہیں۔“

کفر اور اہل کفر سے دوستی کی چند علامات

(۱) بود و باش، رہن سہن، اٹھنے بیٹھنے، ٹولے چالنے اور چلنے پھرنے وغیرہ میں کفار کی مشابہت اختیار کرنا، کیونکہ ان کی مشابہت اختیار کرنا ہی ان سے محبت کی دلیل ہے۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ﴾ ”جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔“ (۳) اس فرمان نبوی کے مطابق کفار کے خصوصی طرز طریقوں، رسوم و رواج اور عادات و عبادات میں ان کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔

(۲) کفار کے علاقوں میں ہی مقیم رہنا اور اہل دین بچانے کے لیے بلا و اسلام کی طرف منتقل نہ ہونا۔ جیسا کہ اس کی دلیل سابقہ عنوان کے تحت ذکر کی جا چکی ہے۔

(۳) کفار کے علاقوں کی طرف سفر کرنا۔ اہل علم نے کفار کے علاقوں کی طرف سفر کرنا حرام قرار دیا ہے، ہاں اگر کوئی ضرورت ہو جیسے علاج، تجارت اور تعلیم وغیرہ جس کا حصول ان کے علاقوں کی طرف سفر کیے بغیر ممکن نہ ہو تو بقدر ضرورت وہاں رہنا جائز ہے اور جب ضرورت پوری ہو جائے تو پھر بلا و اسلام کی طرف لوٹ جانا واجب ہے۔ اس سفر کے جواز کے لیے اہل علم نے یہ بھی شرط لگائی ہے کہ انسان ان علاقوں میں دین کی پابندی

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۵۴۴۵) ابو داؤد (۴۹۴۳) کتاب الأدب: باب فی الرحمة]

(۲) [بخاری (۲۸۹۶) کتاب الجہاد والسير: باب من استغاث بالضعفاء والضعفاء فی الحرب]

(۳) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۸۳۱) ابو داؤد (۴۰۳۱) کتاب اللباس: باب فی لبس الشهرة]

کرے، اسلام کو مضبوطی سے اپنے اوپر نافذ رکھے، گناہ کے مقامات سے بچے اور دشمنوں کی تمام چالوں اور دیسہ کاریوں سے بھی محفوظ رہے۔ علاوہ ازیں اہل علم نے بلا و کفار کی طرف دعوت اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے بھی سفر کو جائز قرار دیا ہے۔

(4) مسلمانوں کے خلاف کفار کا تعاون اور ان کا دفاع کرنا۔ یہ عمل انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔

(5) کفار سے مدد طلب کرنا، انہیں اپنا راز دار بنانا اور انہیں ایسے مناصب پر فائز کرنا جن کی بدولت وہ کبھی بھی مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلَوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْيَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تَخْفَىٰ صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ هَآئِنْتُمْ أُولَآءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتَوَلَّوْنَ بِالْكِتَابِ كُلَّهُ وَإِذَا لَقَوْكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا عَظْمًا عَلَيْكُمْ الْأَتَّامِلَ مِنَ الْغِطِ قُلْ مَوْتُوا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُوهُمْ وَإِن تَصِيبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَنْفَرُوا بِهَا وَإِن تَصِيبُوا وَتَسْقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ﴾ [آل عمران: ۱۶۸-۱۷۰] ”اے ایمان والو! تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے علاوہ اور کسی کو نہ بناؤ۔ (تم تو) نہیں دیکھتے دوسرے لوگ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو، ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے بھی ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے، ہم نے تمہارے لیے آیتیں بیان کر دیں۔ اگر عقل مند ہو (تو غور کرو) ہاں تم تو انہیں چاہتے ہو جبکہ وہ تم سے محبت نہیں رکھتے، تم پوری کتاب کو مانتے ہو (وہ نہیں مانتے پھر محبت کیسی؟) وہ تمہارے سامنے تو اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن تمہاری میں غصے کے مارے انگلیاں چباتے ہیں، کہہ دو کہ اپنے غصے میں ہی مر جاؤ، اللہ تعالیٰ دلوں کے راز کو بخوبی جانتا ہے۔ تمہیں اگر بھلائی ملے تو یہ ناخوش ہوتے ہیں اور اگر برائی پہنچے تو خوش ہوتے ہیں، تم اگر مبرکرو اور پرہیزگاری کرو تو ان کا مکر تمہیں کچھ نقصان نہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے۔“

(6) ہر جگہ ان کی تاریخ کو استعمال کرنا بالخصوص تاریخ میلادی (یعنی عیسوی تاریخ) جسے انہوں نے اپنے رسوم و رواج اور میلوں ٹیلیوں کے مطابق وضع کیا ہے۔ ان کی تاریخ کو استعمال کرنا دراصل ان کے شعائر و عید کے احیاء میں ان کی مشارکت کرنا ہے۔ اسی سے بچنے کے لیے تو عہد عمر و عثمان میں ہجری تاریخ کا اجراء کیا گیا تھا (جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس کام اور دیگر کفار کے تمام خاص کاموں میں ان کی مخالفت کرنا واجب ہے)۔

(7) کفار کے تہواروں میں کسی طرح سے بھی شرکت کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾ [الفرقان: ۷۲] یعنی رخصت کے بندے وہ ہیں جو جھوٹ (بعض مفسرین کے بقول کفار کے تہواروں) میں شرکت نہیں کرتے۔

(8) کفار کے غالب تہذیب و تمدن اور ترقی یافتہ ممالک کی طرف دیکھتے ہوئے ان کی مدح و ستائش بیان کرنا اور ان کے باطل عقائد اور فاسد دین سے صرف نظر کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَا تَمْدَنَّ عَيْنِكَ إِلَىٰ مَا مَتَعْنَاهُ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ وَهُوَ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لِنَفْسِهِمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَ أَبْقَىٰ﴾ [طہ: ۱۳۱] ”اور اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان (کفار) میں سے مخلقت لوگوں کو آرائش دنیا کی دے رکھی ہیں تاکہ انہیں اس میں آزمائیں، تیرے رب کا دیا ہوا ہی (بہت) بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔“

(9) کفار کے ناموں پر اپنے نام رکھنا۔ یعنی اپنے آباء و اجداد میں معروف اسلامی نام چھوڑ کر کفار و مشرکین کے ناموں پر اپنے بچوں اور بچیوں کے نام رکھنا اور یہ نہ دیکھنا کہ اللہ اور اس کے رسول کو کیسے نام پسند ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ﴿يَحْيَىٰ الْأَسْمَاءُ عَبْدُ اللَّهِ وَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ﴾ ”بہترین نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں۔“ (۱)

یقیناً یہ کفار سے محبت کی واضح نشانی ہے۔

(10) کفار کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾ [التوبة: ۱۱۳] ”پیغمبر اور دوسرے مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں، اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔“

کفار اور مسلمانوں کی باہمی دوستی ممکن نہیں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قُلْ يٰٓأَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۖ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۖ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ۖ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ ۖ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ۚ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ [الکافرون: ۱-۶] ”آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! میں عبادت کرتا ہوں اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں عبادت کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَسْجَعَ مِنْهُمْ﴾ [البقرة: ۱۲۰] ”یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔“

(3) ایک اور ارشاد یوں ہے کہ ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا آلِ إِبْرَہِیْمَ الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَکِنَّ اَتَّبِعْتُمْ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [البقرة: ۱۴۵] ”اور آپ اگر چہ اہل کتاب کو تمام دلیلیں دے دیں لیکن وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ آپ ان کے قبلے کو ماننے والے ہیں اور نہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلے کو ماننے والے ہیں اور اگر آپ باوجود اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا پھر بھی ان کی خواہشوں کے پیچھے لگ جائیں تو بالیقین آپ بھی ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔“

اللہ، رسول ﷺ اور مسلمانوں سے دوستی کا انعام

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [یونس: ۶۲] ”خبردار اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے۔“

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ وَامْتَنَعَ لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ﴾ ”جس نے اللہ (کی رضا) کے لیے محبت کی، اللہ کے لیے نفرت کی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روک لیا، یقیناً اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔“ (۱)

(3) محض رضائے الہی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں کو روز قیامت ایسا مقام عطا کیا جائے گا کہ انبیاء اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ (۲)

(4) ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”تم (روز قیامت) اسی کے ساتھ ہو گے جس کے ساتھ تم نے محبت کی۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد ہمیں جتنی خوشی اس بات سے ہوئی اتنی خوشی کسی بات سے نہیں ہوئی۔ (۳)

(۱) [صحیح: صحیح الجامع تصغیر (۵۹۶۵) ابو داؤد (۴۶۸۱)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داؤد، ابو داؤد (۳۵۲۷) کتاب الاجارۃ: باب فی الزہن، صحیح الترغیب (۳۰۲۳)]

(۳) [بخاری (۶۱۶۷) کتاب الأدب: باب ما جاء فی قول الرجل و یلک، ترمذی (۲۳۸۵)]

(5) فرمان نبوی ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ﴿أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِحَبْلَيْنِ؟ الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي﴾ ”میرے بزرگی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنا سایہ عطا کروں گا جبکہ آج میرے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں۔“ (۱)

کفار سے دوستی کا انجام

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿بَشِّرِ الْمُتَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَلِيتُهُمْ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةُ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ [النساء: ۱۳۸-۱۳۹]

”متافقین کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو جو اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی لگاتے ہیں، کیا یہ منافق ان کے پاس عزت کے متلاشی ہیں؟ حالانکہ عزت تو ساری اللہ کے لیے ہے۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿تَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَقُولُونَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ﴾ [المائدة: ۸۰] ”ان میں سے بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں، جو کچھ انہوں نے اپنے لیے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔“

(3) ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُخَذَرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ﴾ [آل عمران: ۲۸]

”مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں مگر یہ کہ ان کے کسی شر سے بچاؤ مقصود ہو، اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے۔“

(4) سورہ آل عمران میں ارشاد ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا قُرَيْشًا مِّنَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بِعَدَائِكُمْ كَافِرِينَ﴾ [آل عمران: ۱۰۰]

”اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کی کسی جماعت کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد مرتد کافر بنا دیں گے۔“

(5) سورہ مجادلہ میں ارشاد ہے کہ ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَخْلِفُونَ عَلَى الْكُذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [المجادلة: ۱۴-۱۵]

”کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اس قوم سے

دوستی کی جن پر اللہ غضبناک ہو چکا ہے، نہ یہ (مناقض) تمہارے ہی ہیں نہ ان کے ہیں، باوجود علم کے پھر بھی جھوٹ پر قسمیں کھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، یقیناً یہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت ہی برا کر رہے ہیں۔“

عقیدہ ولاء وبراء ایمان کی بنیاد ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِبَشَرٍ مَّا قَلَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ۝ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوا هُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ [المائدة: ۸۰-۸۱] ”ان میں سے بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں، جو کچھ انہوں نے اپنے لیے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر اور جو نازل کیا گیا اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔“

(شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ) مذکورہ بالا آیت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ ایمان کفار سے دوستی لگانے کی نفی و مخالفت کرتا ہے اور ایک دل میں ایمان اور کفار کی دوستی جمع نہیں ہو سکتی۔ نیز جس نے کفار سے دوستی لگائی وہ اُس طرح ایمان نہیں لایا جس طرح اس پر اللہ، نبی اور آپ ﷺ پر نازل کردہ تعلیمات کے حوالے سے ایمان لانا واجب تھا۔ (۱)

(محمد بن سعید قحطانی) عقیدہ ولاء وبراء کلمہ لا الہ الا اللہ کے لوازم میں سے ہے (یعنی جو بھی یہ کلمہ پڑھتا ہے وہ لازماً عقیدہ ولاء وبراء کا حامل بھی ہے، وہ اس طرح کہ کلمہ پڑھنے والے کے لیے یہ چیز لازم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے مانتے والوں سے محبت رکھے اور اللہ کے علاوہ تمام معبودانِ باطلہ اور ان کے قہقین سے دشمنی رکھے اور یہی عقیدہ ولاء وبراء ہے۔) (۲)

(حاتم بن عارف بن ناصر الشریف) عقیدہ ولاء وبراء کے بغیر ایمان باقی نہیں رہتا۔ بالفاظِ دیگر عقیدہ ولاء وبراء کا خاتمہ ایمان کا خاتمہ ہے۔ (۳)



(۱) [مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ (۲/۸۳)]

(۲) [الولاء والبراء (ص: ۱۹)]

(۳) [الولاء والبراء بین الغلو والخفاء فی ضوء الکتاب والسنة (ص: ۱۲)]

باب الکفر بالطاغوت

طاغوت کے ساتھ کفر کا بیان

طاغوت کا معنی و مفہوم

طاغوت کے معنی و مفہوم کے حوالے سے اہل علم نے جتنی بھی تعریفات ذکر فرمائی ہیں (جن کا بیان آئندہ طور پر پیش کیا جائے گا) ان کا خلاصہ یہ ہے کہ طاغوت لغوی طور پر لفظ طغیان سے مشتق ہے اور طغیان حد سے تجاوز کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَا كُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴾ [الحاقة: ۱۱] یعنی جب پانی اپنی عام معمول کی حد سے تجاوز کر گیا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر لیا۔ اور اردو میں بھی یہ محاورہ استعمال کیا جاتا ہے کہ ”پانی میں طغیانی آگئی“ یعنی پانی عام حد سے بڑھ گیا۔

اصطلاحاً طاغوت سے مراد ”ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جائے، اتباع کی جائے اور اطاعت کی جائے خواہ وہ شیطان ہو، بت ہو، حکمران ہو، امام ہو یا انسان کا اپنا نفس ہی ہو۔“ (۱)

(ابن عباس رضی اللہ عنہما) طاغوت سے مراد شیطان یا بت ہیں۔ (۲)

(امام ابن قیمؒ) طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی وجہ سے بندہ اپنی حد (شرعی) سے تجاوز کر جائے خواہ وہ معبود (جس کی عبادت کی جائے) ہو، متبوع (جس کی اتباع کی جائے) ہو یا مطاع (جس کی اطاعت کی جائے) ہو۔ پس وہ تمام لوگ طاغوت ہیں جن سے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر فیصلے کر دئے جاتے ہیں یا جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے یا جن کی (اس بات سے لاعلمی پر کہ آیا یہ اللہ کا حکم ہے یا نہیں) اللہ کے علاوہ

(۱) [اس تعریف کی مزید وضاحت یہ ہے کہ وہ تمام بت طاغوت ہیں جن کی اللہ کے علاوہ پوجا کی جاتی ہے اور وہ علمائے سوء طاغوت ہیں جو لوگوں کو گمراہی اور بدعات و خرافات کی طرف بلاتے ہیں، اللہ کے حرام کردہ کاموں کو حلال اور اللہ کے حلال کردہ کاموں کو حرام قرار دیتے ہیں اور حکمرانوں کے سامنے شریعت اسلامیہ کے خلاف قوانین کے نفاذ کو مزین کر کے پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسے لوگ اپنی مقررہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور ایک عالم کی حد تو یہ ہے کہ وہ خود کو نبوی تعلیمات کے تابع رکھے کیونکہ علماء ہی انبیاء کے حقیقی وارث ہیں، وہ ان کی استوں میں علم، عمل، اخلاق، دعوت اور تعلیم کے وارث ہیں۔ اور جب وہی حکام کے سامنے خلاف شرع کاموں کو مزین کریں گے تو وہ اس حد کو تجاوز کر جائیں گے جو شریعت کی اتباع کے حوالے سے ان پر واجب کی گئی تھی اور جب وہ طاغوت بن جائیں گے۔ اسی طرح اللہ کے علاوہ جن حکمرانوں کی اطاعت کی جاتی ہے وہ بھی طاغوت ہیں جبکہ وہ رعایا کو خلاف شرع کاموں کا حکم دیں اور اگر وہ شریعت اسلامیہ کے مطابق فیصلے کریں اور لوگوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق حکم دیں تو اس صورت میں وہ طاغوت نہیں ہوں گے، بلکہ ان کی اطاعت فرض اور واجب ہوگی جیسا کہ اللہ کا حکم ہے کہ ”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور امراء و حکام کی اطاعت کرو۔“ [النساء: ۵۹]

(۲) [تفسیر تنویر المعباس من تفسیر ابن عباس (۴۵/۱)]

اطاعت کی جاتی ہے۔ (۱)

(امام جوہریؒ) طاغوت سے مراد کاہن، شیطان اور ہر گمراہی کی بنیاد ہے۔ یہ لفظ واحد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے ﴿يُرِيدُونَ أَن يُقْحَضُوا إِلَيْهِ الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ﴾ [النساء: ۶۰] ”وہ چاہتے ہیں کہ طاغوت کے پاس فیصلہ لے جائیں حالانکہ انہیں اس کا انکار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔“ اور یہ لفظ جمع کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے ﴿أَوَلَيْسَاءُ هُمُ الطَّاغُوتُ﴾

[البقرة: ۲۵۷] ”ان (کافروں) کے اولیاء طاغوت ہیں۔“ البتہ لفظ طاغوت کی جمع طواغیت ہے۔ (۲)

(امام بغویؒ) طاغوت سے مراد شیطان ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر وہ چیز طاغوت ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے اور ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ چیز طاغوت ہے جو انسان کو سرکش بنادے۔ (۳)

(امام رازیؒ) طاغوت کے متعلق مفسرین کے پانچ اقوال ہیں:

- 1- عمر بن عبید، قتادہ اور مجاہدؒ نے کہا ہے کہ طاغوت سے مراد ”شیطان“ ہے۔
 - 2- سعید بن جبیرؒ نے کہا ہے کہ طاغوت سے مراد ”کاہن“ ہے۔
 - 3- ابوالعالیہؒ نے کہا ہے کہ طاغوت سے مراد ”جادوگر“ ہے۔
 - 4- کچھ اہل علم نے کہا ہے کہ طاغوت سے مراد ”بت“ ہیں۔
 - 5- اور کچھ کا کہنا ہے کہ طاغوت سے مراد ”سرکش جن و انس اور ہر حد سے تجاوز کر جانے والی چیز“ ہے۔
- اور فی الواقع ایسا ہے کہ یہ تمام ہی سرکش اور حد سے تجاوز کا سبب ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿رَبِّ اِنَّهُمْ اَصْلَحْنَ كَيْفُوًا مِّنَ النَّاسِ﴾ [ابراہیم: ۳۶] ”اے پروردگار! انہوں نے بہت زیادہ لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔“ (۴)

(امام بیضاویؒ) طاغوت سے مراد شیطان ہے، یا بت ہیں، یا ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے یا ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت سے روکتی ہے۔ (۵)

(امام نسفیؒ) طاغوت سے مراد شیطان یا بت ہیں۔ (۶)

(۱) [اعلام الموقعین (۱/۵۰۱)]

(۲) [کما فی تفسیر فتح القدیر للشوکانی (۱/۳۷۲)]

(۳) [تفسیر معالم التنزیل (۱/۳۱۴)]

(۴) [تفسیر مفاتیح الغیب للرازی (۳/۴۵۵)]

(۵) [تفسیر اہل التنزیل وأسرر التأویل للبیضاوی (۱/۷۸۷)]

(۶) [تفسیر مدونک التنزیل وحقائق التأویل للنسفی (۱/۱۳۰)]

(امام زکھریؒ) انہوں نے بھی طاغوت کی یہی وضاحت فرمائی ہے۔ (۱)
 (امام جلال الدین سیوطیؒ، امام جلال الدین محلیؒ) انہوں نے بھی یہی بات ذکر فرمائی ہے۔ (۲)
 (امام خازنؒ) طاغوت سے مراد شیطان ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ طاغوت سے مراد کافران اور جادوگر ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے اور ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ چیز طاغوت ہے جو انسان کو سرکش بنادے۔ (۳)
 (سید طنطاویؒ) طاغوت ہر اس چیز کا نام ہے جو انسان کو سرکشی اور حد سے تجاوز پر آمادہ کر دے جیسے بت، شیطان، ہر گمراہی کی بنیاد اور ہر وہ چیز جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے۔ لفظ طاغوت باب طَغًَا يَطْغَى طَغًَا وَطَغًَانًا سے ماخوذ ہے (جیسے سَبَعِي يَسْعَى سَعْيًا ہے)۔ یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی حد سے تجاوز کر جائے، کفر میں بہت بڑھ جائے اور فسق و فجور کے کاموں میں حد سے آگے نکل جائے۔ (۴)
 (امام محمد بن عبد الوہابؒ) طاغوت تو بہت زیادہ ہیں البتہ ان کے سردار پانچ ہیں:

- 1- ((إِبْلِيسَ لَعَنَهُ اللَّهُ)) "ابلیس (الناس پر لعنت کرے)۔"
 - 2- ((مَنْ عَبَدَ وَهُوَ رَاضٍ)) "جس کی (اللہ کے علاوہ) عبادت کی جائے اور وہ اس پر خوش ہو۔"
 - 3- ((مَنْ دَعَا النَّاسَ إِلَى عِبَادَةِ نَفْسِهِ)) "جو لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلائے۔"
 - 4- ((مَنْ ادَّعَى شَيْئًا مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ)) "جو علم غیب میں سے کسی چیز کا دعویٰ کرے۔"
 - 5- ((مَنْ حَكَّمَ بَغْيٍ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ)) "جو اللہ کی نازل کردہ تعلیمات کے خلاف فیصلے کرے۔" (۵)
- (ابو بکر الجزائریؒ) طاغوت کی تعریف یہ ہے ((كُلُّ مَا صَرَفَ عَنْ عِبَادَةِ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ إِنْسَانٍ أَوْ شَيْطَانٍ أَوْ غَيْرِهِمَا)) "ہر وہ چیز جو اللہ کی عبادت سے پھیر دے خواہ وہ انسان ہو یا شیطان ہو یا ان دونوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہو۔" (۶)

(اسعد حمدؒ) طاغوت سے مراد اہل جاہلیت کا ہر کام ہے جیسے بتوں کی پوجا، غیر اللہ سے فیصلے کروانا اور ان سے

(۱) [تفسیر الکشاف للزمخشری (۱/۲۲۷)]

(۲) [تفسیر حلالین (ص: ۲۶۲)]

(۳) [تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل للخازن (۱/۲۸۱)]

(۴) [التفسیر الرمیظ للطنطاوی (۱/۴۷۳)]

(۵) [حاشیة الاصول الثلاثة (۱/۴۸۸)]

(۶) [أبصر التفاسیر (۱/۱۳۰)]

مرد طلب کرنا وغیرہ اور ایک قول یہ ہے کہ طاغوت سے مراد شیطان ہے۔ (۱)

(شیخ شقیطی) کچھ علما کا کہنا ہے کہ طاغوت سے مراد شیطان ہے جیسا کہ ایک آیت میں ہے کہ ﴿وَالشَّيْطَانُ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَكُمْ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ﴾ [النساء: ۷۶] اور کافر طاغوت کی راہ میں لڑائی کرتے ہیں، پس تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑائی کرو۔“

تاہم حقیقت یہ ہے کہ طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے اور اس میں سب سے بڑا حصہ شیطان کا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت لوگوں سے پوچھیں گے کہ ﴿أَلَمْ نَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ﴾ [یس: ۶۰] ”اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہیں کرو گے۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنْتًا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا﴾ [النساء: ۱۱۷] ”یہ تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف عورتوں کو پکارتے ہیں اور دراصل یہ صرف سرکش شیطان کو پوجتے ہیں۔“ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا ﴿يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ﴾ [مریم: ۴۴] ”اے میرے والد! شیطان کی پوجا مت کرو۔“ اس مفہوم کی دیگر بہت سی آیات اس موقف پر شاہد ہیں۔ (۲)

(شیخ ابن باز) طاغوت ہر اس چیز کا نام ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے۔ لہذا بت، درخت، پتھر اور ستارے جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے سب طاغوت ہیں۔ اسی طرح جن کی پوجا کی جائے اور وہ اس پر خوش ہوں جیسے فرعون اور عمرو وغیرہ، ان سب کو بھی طاغوت کہا جائے گا۔ تمام شیاطین بھی طاغوت ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو شرک کی طرف بلاتے ہیں۔

البتہ جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے اور وہ اس پر راضی نہ ہوں جیسے انبیاء و صالحین وغیرہ تو وہ طاغوت نہیں کہلائیں گے بلکہ اس صورت میں اصل طاغوت تو وہ شیطان ہے جس نے لوگوں کو ان کی عبادت کی طرف بلایا اور لوگوں نے اس کی بات مان کر ان کی عبادت شروع کر دی۔ جبکہ انبیاء و صالحین تو اس سے بری ہیں کیونکہ انہوں نے لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف نہیں بلایا بلکہ وہ تو انہیں اس کام سے روکتے ہی رہے اور روز قیامت بھی ان کے اس عمل سے اظہارِ براءت ہی کریں گے، اس لیے وہ طاغوت نہیں۔ (۳)

(شیخ ابن عثیمین) طاغوت کی سب سے عمدہ تعریف وہ ہے جو امام ابن قیمؒ نے بیان فرمائی ہے۔ (۴)

(۱) [ایسر التفاسیر (۲/۶۳۱)]

(۲) [تفسیر أضواء البیان (۱/۱۸۶)]

(۳) [مجموع فتاویٰ ومقالات ابن باز (۵/۶۰۴)]

(۴) [مجموع فتاویٰ ورسائل ابن عثیمین (۱/۵۷/۲)]

(مخبر مستقل فتویٰ کمیٹی) طاغوت کا معنی عام ہے کہ ہر وہ چیز جس کی اللہ کے علاوہ عبارت کی جائے وہ طاغوت ہے۔ (۱)
طاغوت کے ساتھ کفر کا حکم دیا گیا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ
أَنْ يَتَّخِذُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا
بَعِيدًا ﴾ [النساء: ۶۰] ”کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ
سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے طاغوت (یعنی غیر اللہ) کی طرف لے جانا چاہتے
ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا انکار کریں، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور گمراہی میں ڈال دے۔“
(ابن کثیر) اس آیت میں اللہ کی طرف سے اس شخص کے ایمان کا انکار ہے جو اللہ اس کے رسول اور سابقہ انبیاء
پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے اور ساتھ ہی وہ اپنے فیصلے کتاب و سنت کے خلاف بھی کروانا چاہتا ہے۔ (۲)

(ابوبکر الجزائری) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ طاغوت کی ہر قسم کا انکار واجب ہے اور اسی طرح کتاب و سنت
کے مطابق فیصلہ کرانے کی دعوت دینا اور اسے قبول کرنا بھی واجب ہے۔ (۳)

(شیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ مومن ہے اور وہ اللہ
کے فیصلے پر طاغوت کے فیصلے کو ترجیح دیتا ہے تو وہ اپنے اس گمان میں چھوٹا ہے۔ (۴)

(شیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ) اس آیت میں طاغوت کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس فیصلے کا انکار کیا
جائے جو الٰہی قوانین کے خلاف کیا گیا ہو۔ (۵)

(شیخ صالح بن فوزان) طاغوت کا انکار توحید کا رکن ہے اور اس رکن کے بغیر کوئی بھی موجد نہیں بن سکتا اور توحید
ہی ایمان کی اساس ہے کہ جس کی وجہ سے تمام اعمال درست قرار پاتے ہیں اور اس کے معدوم ہونے سے تمام

اعمال فاسد ہو جاتے ہیں۔ (۶)

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۲۰/۵/۲۰۰۵)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۳/۴۶۷/۲)]

(۳) [ایسر التفاسیر (۲۷۶/۱)]

(۴) [تفسیر السعدی (۱۸۴/۱)]

(۵) [التمہید لشرح کتاب التوحید (۱۰۴/۲)]

(۶) [کتاب التوحید (ص: ۶۳)]

طاغوت کے ساتھ کفر کا کیا مطلب ہے؟

(امام محمد بن عبد الوہابؒ) طاغوت کے ساتھ کفر یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کے بطلان کا عقیدہ رکھا جائے، اسے ترک کیا جائے، اس سے نفرت کی جائے اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو کافر سمجھا جائے اور ان سے دشمنی رکھی جائے۔ (۱)

(عبد الرحمن بن ناصر السعدیؒ) طاغوت کے ساتھ کفر یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت اور شیطان کی اطاعت چھوڑ دی جائے۔ (۲)

(شیخ ابن بازؒ) طاغوت کے ساتھ کفر یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کا انکار کیا جائے، اس سے براءت کا اظہار کیا جائے اور یہ اعلان کیا جائے کہ یہ عمل باطل و مردود ہے۔ (۳)

طاغوت کے ساتھ کفر پہلے ہے اور اللہ پر ایمان بعد میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ [البقرة: ۲۵۷] ”جو شخص طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔“

(امام ابن کثیرؒ) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ((مَنْ خَلَعَ الْاَلْدَادَ وَالْاَوْتَانَ وَمَا يُدْعُوْا اِلَيْهِ الشَّيْطَانُ مِنْ عِبَادَةٍ كُلٍّ مَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَوَحَدَ اللّٰهُ فَعِبَادَةُ وَحْدَهُ وَ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ)) ”جس نے (پہلے اللہ کے) شریکوں، بتوں اور اللہ کے علاوہ ہر اس چیز کی عبادت کو چھوڑ دیا جس کی طرف شیطان دعوت دیتا ہے اور (پھر اس کے بعد) اللہ کو یکتا تسلیم کیا، اکیلے اسی کی عبادت کی اور یہ گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔“ تو ایسا شخص صراطِ مستقیم پر قائم ہو گیا۔ (۴)

(امام شوکانیؒ) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس نے (پہلے) شیطان کا، یا بتوں کا، یا کافروں اور گمراہی کی بنیاد ہر چیز کا یا ان سب اشیاء کا انکار کیا (اور پھر اللہ پر ایمان لے آیا وہ کامیاب ہو گیا)۔ (۵)

(۱) [الواجبات المحتضات (۸/۱)]

(۲) [تفسیر السعدی (۱۱۰/۱)]

(۳) [مجموع فتاویٰ ومقالات ابن باز (۵۶/۴)]

(۴) [تفسیر ابن کثیر (۶۸۳/۱)]

(۵) [تفسیر فتح القدیر (۳۷۲/۱)]

(امام رازیؒ) آیت کے ان الفاظ ﴿وَيُؤْمِنُ بِاللَّهِ﴾ میں یہ اشارہ ہے کہ کفر کے لیے ضروری ہے کہ پہلے کفر سے توبہ کرے پھر اس کے بعد ایمان لائے۔ (۱)

(امام محمد بن عبد الوہابؒ) ایک بہت بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ کی عبادت صرف طاغوت کے انکار کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ (۲)

(شیخ ابن بازؒ) کسی بندے کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ غیر اللہ کی عبادت (یعنی طاغوت) سے اٹھ کر عبادت اور اس کا انکار نہ کرے۔ (۳)

(شیخ ابن عثیمینؒ) طاغوت کا انکار کے بغیر ایمان کی تکمیل ممکن نہیں۔ (۴)

(شیخ صالح بن فوزان) اس (یعنی مذکورہ بالا) آیت میں کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا معنی ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا معنی ہے الْكَفَرُ بِالطَّاغُوتِ (غیر اللہ کی عبادت و اطاعت اور حاکمیت کا انکار) اور إِلَّا اللَّهُ کا معنی ہے الْإِيمَانُ بِاللَّهِ (اس بات کا اقرار کہ عبادت و اطاعت اور حاکمیت کا مستحق صرف اللہ ہی ہے)۔ (۵)

(ڈاکٹر عبد اللہ عزام) اس بات میں کوئی شک نہیں کہ طاغوت پر ایمان اللہ کے ساتھ کفر ہے یعنی جیسے طاغوت کے ساتھ کفر اللہ پر ایمان ہے۔ (۶)

تجرام انبیاء طاغوت کے ساتھ کفر کی دعوت لے کر مبعوث ہوئے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ [النحل: ۳۶] ”اور

یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (تاکہ وہ انہیں یہ دعوت دے) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔“

(امام رازیؒ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ بندوں میں اس کی یہ سنت ہمیشہ سے جاری ہے کہ اس نے ان کی طرف پیغمبر بھیجے، انہیں اپنی عبادت کا حکم دیا اور طاغوت کی عبادت سے روکا۔ (۷)

(امام زحمریؒ) اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجا جو انہیں خیر و بھلائی کا حکم دیتا تھا جو کہ اللہ کی

(۱) [تفسیر مفاتیح الغیب للرازی (۴/۵۵۳)]

(۲) [موسوعة توحيد رب العبيد: كتاب التوحيد للامام محمد بن عبد الوهاب (۱/۴۱)]

(۳) [مجموع فتاوى ومقالات ابن باز (۵/۶۱۴)]

(۴) [مجموع فتاوى ورسائل ابن عثيمين (۱۳۸/۲)]

(۵) [إعانة المستفيد بشرح كتاب التوحيد (۳۹/۱)]

(۶) [العقيدة وأثرها في بناء الحيل (ص: ۷۳)]

(۷) [تفسير مفاتيح الغيب (۳۸۴/۹)]

عبادت اور اس پر ایمان ہے اور شر و برائی سے روکتا تھا جو کہ طاغوت کی اطاعت ہے۔ (۱)
 (شیخ ابن عثیمین) ”نوح علیہ السلام سے محمد ﷺ تک ہر پیغمبر نے اپنی امت کو اکیلے اللہ کی عبادت کا حکم دیا اور طاغوت کی عبادت سے روکا... اور اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں پر طاغوت کا انکار فرض قرار دیا ہے۔ (۲)

کافروں کے دوست طاغوت ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ [البقرة: ۲۵۷] ”ایمان والوں کا دوست خود اللہ تعالیٰ ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے اور کافروں کے دوست طاغوت ہیں، وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے۔“

کافر طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا﴾ [النساء: ۷۶] ”جو لوگ ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں (یعنی محض رضائے الہی کے لیے) جہاد کرتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ طاغوت کی راہ میں (یعنی اوروں کو خوش کرنے اور محض دنیاوی اغراض و مقاصد کے لیے) لڑتے ہیں۔ پس تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو! یقیناً ان کو کہ شیطان جیلہ سخت کمزور ہے۔“
 (امام ابن کثیر) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے اللہ کی اطاعت اور اس کی رضامندی کے لیے جہاد کرتے ہیں جبکہ کافر لوگ شیطان (طاغوت اکبر) کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے لڑائی کرتے ہیں۔ (۳)
 (امام ابن جوزی) اس آیت میں طاغوت سے مراد شیطان ہے۔ (۴)

سابقہ اقوام کی ہلاکت کا سبب بھی طاغوت کی عبادت تھا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرِّ مِّنْ ذَٰلِكَ مُتَوَبِّعًا عِندَ اللَّهِ مَن لَّعَنَ اللَّهُ وَغَضِبَ

(۱) [تفسیر الکشاف (۳/۳۵۲)]

(۲) [مجموع فتاویٰ و رسائل ابن عثیمین (۱۲۴/۶)]

(۳) [تفسیر ابن کثیر (۳/۳۵۸/۲)]

(۴) [تفسیر زاد المسیر (۶۵/۲)]

عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتِ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٦٠﴾ [البائنة : ٦٠]

”کہہ دیجئے کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اس سے بھی زیادہ برا بدلہ پانے والا اللہ کے نزدیک کون ہے؟ وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اس پر وہ ناراض ہوا اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنادیا اور جنہوں نے طاغوت (یعنی غیر اللہ) کی عبادت کی، یہی لوگ بدتر درجے والے ہیں اور یہی راہ راست سے بہت زیادہ بھٹکنے والے ہیں۔“

(سید طنطاوی) ”جنہوں نے طاغوت کی پوجا کی“ یعنی اللہ کے علاوہ ہر اس باطل معبود (جیسے بت اور مورتیاں وغیرہ) کی پوجا کی جسے انہوں نے اپنی سرکشی اور اپنے نفوس کی خرابی کی وجہ سے گھڑ لیا تھا۔ (۱)

(شیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی) اس آیت میں طاغوت سے مراد شیطان ہے اور ہر وہ چیز جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے، طاغوت ہے۔ (۲)

(علی بن احمد الواحدی) ”انہوں نے طاغوت کی عبادت کی“ یعنی شیطان نے جو بھی ان کے لیے گھڑا انہوں نے اسی کی اطاعت کی۔ (۳)

طاغوت سے بچنے والوں کے لیے خوشخبری ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝﴾ [الزمر : ۱۷] ”اور جو لوگ طاغوت کی عبادت سے بچے اور (ہمدن) اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے وہ خوشخبری کے مستحق ہیں، میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں، پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں، یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی عظمند ہیں۔“

(شیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی) ”ان کے لیے خوشخبری ہے“ جس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں اللہ نے اس سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس میں دنیا کے اندر وہ بشارت بھی شامل ہے جو بندہ مومن کو ثنائے حسن، سچے خوابوں اور عنایت ربانی کی صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ انہیں اس بشارت میں صاف دکھائی دیتا ہے کہ اللہ دنیا و آخرت میں اپنے بندوں کا اکرام چاہتا ہے۔ ان کے لیے موت کے وقت، قبر میں اور روز قیامت بھی خوشخبری ہے۔ (۴)

(۱) [التفسير الوسيط (۱/۸۰۸)]

(۲) [تفسير السعدی (۱/۲۳۷)]

(۳) [الوجيز في تفسير الكتاب العزيز (۱/۱۶۲)]

(۴) [تفسير السعدی (۱/۷۲۱)]

باب المسائل المتفرقة عن الايمان والعقائد

ایمان و عقائد سے متعلقہ
متفرق مسائل کا بیان

صحابہ کرام کے حقوق کا بیان

❁ صحابی کون ہے؟

صحابی کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ((الصَّحَابِيُّ هُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ سَلَامًا وَ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ))
”صحابی وہ شخص ہے جو اسلام کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملا اور پھر اسی حالت میں فوت ہوا۔“ (۱)

❁ صحابہ سے محبت واجب اور ایمان کا جز ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ [التوبة: ۷۱]
”مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“ اور یقیناً مومنوں میں سے افضل ترین مومن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿آيَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ وَ آيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ﴾ ”ایمان کی علامت انصار سے محبت ہے اور نفاق کی علامت انصار سے نفرت ہے۔“ (۲)
شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے کہ ”صحابہ سے محبت دینِ ایمان اور احسان ہے اور صحابہ سے نفرت کفرِ نفاق اور سرکشی ہے۔“ (۳)

❁ صحابہ سے محبت کا میابی کا ذریعہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ [البقرة: ۱۷۷]
”جو شخص اللہ تعالیٰ سے، اس کے رسول سے اور مسلمانوں سے دوستی کرے، وہ یقیناً ماننے والے اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔“

بلاشبہ مسلمانوں سے دوستی میں صحابہ سے دوستی بھی شامل ہے۔ امام ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ”جو بھی اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مسلمانوں سے دوستی پر راضی ہو گیا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گیا اور

(۱) [وہیجئے: الاصابة (۷/۱) أثر علل الحديث في اختلاف الفقهاء (۴۳/۴) شرح التبصرة (۲۰۵/۱)]

(۲) [بخاری (۱۷) کتاب الايمان: باب علامة الايمان حب الانصار]

(۳) [شرح عقيدة طحاوية (۲۹۹/۲) بتحقيق احمد شاكر]

دنیا و آخرت میں اس کی مدد کی جائے گی۔“ (۱)

تمام صحابہ کی فضیلت و عدالت کا اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [التوبة: ۱۰] ”اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ [الفتح: ۱۸] ”یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جب کہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔“

ایک حدیث میں ہے کہ ”ان میں سے کسی کو بھی جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کر بیعت (یعنی بیعت رضوان) کی۔“ (۲) یہ اور اس طرح کی متعدد احادیث میں انفرادی و اجتماعی طور پر صحابہ کی تعریف کی گئی ہے (جنہیں تفصیلاً ذکر کرنے کا یہ مقام نہیں)۔ ان دلائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے اہل اسلام پر واجب ہے کہ وہ تمام صحابہ کے فضل و شرف کا اعتقاد رکھیں، سب صحابہ کو دنیا و آخرت میں سب سے اعلیٰ کے آپس کے اختلافات اور جھگڑوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ہمیشہ اچھے لفظوں میں ان کا ذکر کریں اور ان کے منہج اور اسوۂ حیات کو اپنانے کی کوشش کریں۔

(امام ابن کثیر) اہل السنۃ و الجماعہ کا موقف یہ ہے کہ تمام صحابہ ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی ان کے اقوال و افعال کی تعریف موجود ہے۔ اور وہ ایسی ہستیاں تھیں کہ انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب پانے کے لیے اپنی جان مال (سب) رسول اللہ ﷺ پر قربان کر دیئے۔ (۳)

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۱۳۹/۳)]

(۲) [مسلم (۲۴۹۶) کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل أصحاب الشجرة أهل بيعة الرضوان]

(۳) [اختصار علوم الحديث (صفحة: ۱۷۶-۱۷۷)]

(نورثی) قابل اعتماد اہل علم کے اجماع کے ساتھ تمام صحابہ عادل ہیں خواہ وہ فتنوں کا شکار ہوئے یا نہ۔ (۱)
(قرطبی) تمام صحابہ عادل، اللہ کے ولی، اس کے مقرب کردہ بندے اور انبیاء و رسل کے بعد ساری مخلوق میں
سے بہترین لوگ ہیں۔ (۲)
(شیخ عبدالرزاق بن عبدالحسن البدر) تمام صحابہ عادل ہیں کیونکہ اس کی گواہی خود اللہ اور اس کے رسول ﷺ
نے دی ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے۔ (۳)

(شیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ) صحابہ کرام کی شان میں وارد ہونے والی آیات و احادیث اس بات کی متقاضی
ہیں کہ (۱) جو صحابی بھی حالت ایمان میں فوت ہوا وہ مغفرت و رضوان کا مستحق ہے۔ (۲) تمام صحابہ عادل ہیں
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود انہیں عادل قرار دیا ہے اور ان کی تعریف فرمائی ہے۔ (۳) صحابہ کو گالی دینا اور انہیں برا بھلا
کہنا حرام ہے۔ (۴) اور صحابہ درجات میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ (۵)

(عماد السید محمد اسماعیل الشرنوبی) نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ”خبردار! تم میں جو حاضر ہے وہ غائب تک یہ پیغام پہنچا
دے“ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں، ان میں کوئی ایک بھی مجروح یا ضعیف نہیں کیونکہ
اگر کوئی ایک بھی غیر عادل ہوتا تو آپ ﷺ اسے اپنے مذکورہ فرمان میں مستثنیٰ قرار دے دیتے اور جب آپ ﷺ
نے ان سب کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ بعد والوں تک یہ پیغام پہنچادیں تو معلوم ہوا کہ وہ سب ہی عادل ہیں اور جسے
رسول اللہ ﷺ خود عادل قرار دے دیں اس کے شرف کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے۔ (۶)

(شیخ علی بن نایف الشود) اہل اللہ کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل (یعنی ثقہ و یستدار) تھے۔ (۷)
کسی بھی صحابی کو برا بھلا کہنا حرام ہے:

فرمان نبوی ہے کہ ﴿لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَإِنْ أَحَدُكُمْ لَوْ أَتَفَقَّ بِمِثْلِ أَحَدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مِنْهُ أَحَدُهُمْ
وَلَا نَصِيفَهُ﴾ ”میرے صحابہ کو گالی مت دو۔ تم میں سے کوئی ایک اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو وہ
ان کے ایک مد اور نصف مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔“ (۸)

(۱) [التقریب والتیسیر لمعرفة سنن البشير النفي للنفوي مع شرحه تدریب الراوى (۱۹۰/۲)]

(۲) [تفسير قرطبي (۲۹۹/۱۶)]

(۳) [تذكرة المؤنسى شرح عقيدة الحافظ عبد الغنى المقدسى (۲۸۲/۱)]

(۴) [شرح العقيدة الطحاوية (ص: ۶۲۴)]

(۵) [عدالة الصحابة (ص: ۲۳)]

(۶) [شبهات الرافضة حول الصحابة وردھا (۳/۱)]

(۷) [بخاری (۳۶۷۳) كتاب المناقب: باب قول النبي لو كنت متخذًا خليلاً، ابو داود (۴۶۵۸) كتاب

السنة: باب في النهي عن سب أصحاب رسول الله ﷺ]

نبی کریم ﷺ کے اہل بیت سے عقیدت رکھنا واجب ہے:

نبی کریم ﷺ کے اہل بیت سے مراد آپ ﷺ کی وہ آل ہے جس پر آپ ﷺ نے صدقہ حرام قرار دیا تھا اور وہ آل علی بن ابی طالب، آل جعفر، آل عباس، بنو حارث بن عبدالمطلب اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں۔ (۱) آپ ﷺ کے اہل بیت کے فضل و شرف کا اعتقاد رکھنا اور ان سے محبت و عقیدت رکھنا واجب اور ایمان کا جز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾
[الاحزاب: ۳۳] ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم اہل بیت سے گندی چیزوں کو دور کرنا چاہتا ہے اور تمہیں پوری طرح پاک صاف کرنا چاہتا ہے۔“

ایک دفعہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ ﴿أَذْكُرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي﴾ ”میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔“ (۲)

ائمہ سلف نبی ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں دوسرے تمام مسائل کی طرح نہایت ہی معتدل عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام اہل بیت سے محبت کرنی چاہیے اور انہیں اسی مقام پر فائز کرنا چاہیے جس کے وہ مستحق ہیں۔ تاہم ان سے محبت میں عدل کو ملحوظ رکھتے ہوئے غلو سے بچنا چاہیے۔ ان سے محبت کا اصل سبب ایمان کو سمجھنا چاہیے کیونکہ جس نے ایمان ہی قبول نہ کیا اسے نسب کی فضیلت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔“ (۳) اور ایک صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے تمام خاندان والوں سے کہہ دیا تھا کہ ”(روز قیامت) میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا (اس لیے خود ہی اپنے ایمان و عمل کی فکر کر لو)۔“ (۴) اور فرمان نبوی ہے کہ ”جس شخص کے عملوں میں کوتاہی ہو اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔“ (۵)

صحابہ میں چار خلفائے راشدین افضل ہیں:

یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ صحابہ میں سے چار افضل ترین ہیں، جنہیں خلفائے راشدین کہا جاتا ہے اور

(۱) [دیکھئے: اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنة (ص: ۳۶۶)]

(۲) [مسلم (۲۴۰۸) کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل علی بن ابی طالب]

(۳) [الحجرات: ۱۳]

(۴) [بخاری (۴۷۷۱) کتاب تفسیر القرآن: باب وأئینر عشیرتک الأقرین، مسلم (۲۰۴) کتاب الایمان:

باب فی قوله تعالیٰ وأئینر عشیرتک الأقرین]

(۵) [مسلم (۲۶۹۹) کتاب الذکر والدعاء: باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن]

وہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور یہ چاروں بھی اپنی اپنی خلافت کی ترتیب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے افضل ہیں۔ ان چاروں صحابہ کی سنت اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّينَ مِنْ بَعْدِي﴾ ”تم میری سنت کو اور میرے بعد آنے والے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔“ (۱)

ان چاروں صحابہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ یہاں ہم اختصار کے پیش نظر ان میں سے ہر ایک کے متعلق صرف ایک ایک حدیث ہی ذکر کر رہے ہیں۔

- 1- اگر میں اہل ارض میں سے کسی کو اپنا ظلیل بناتا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوتے۔ (۲)
- 2- اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتا۔ (۳)
- 3- عثمان رضی اللہ عنہ سے تو فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ (۴)
- 4- وہ (علی رضی اللہ عنہ) اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کا رسول ان سے محبت کرتے ہیں۔ (۵)

✽ دس صحابہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے:

انہی کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ عشرہ مبشرہ صحابہ یہ ہیں:

- 1- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ 2- عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ 3- عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
- 4- علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ 5- طلحہ رضی اللہ عنہ 6- زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
- 7- سعد بن مالک رضی اللہ عنہ 8- عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ 9- ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ
- 10- سعید بن زید رضی اللہ عنہ۔

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۵۴۹) ابو داؤد (۴۶۰۷) کتاب السنۃ: باب فی لزوم السنۃ، ابن ماجہ (۴۲) مقدمۃ: باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین، ترمذی (۲۶۷۶) کتاب العلم: باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ واختتاب البدع، السلسلۃ الصحیحۃ (۹۳۷)]

(۲) [بخاری (۳۶۵۴) کتاب المناقب: باب قول النبی سددوا الأبواب الا باب ابی بکر]

(۳) [حسن: صحیح الجامع الصغیر (۵۲۸۴) السلسلۃ الصحیحۃ (۳۲۷) ترمذی (۳۶۸۶) کتاب المناقب: باب فی مناقب عمر بن خطاب]

(۴) [مسلم (۲۴۰۱) کتاب فضائل الصحابۃ: باب من فضائل عثمان بن عفان]

(۵) [بخاری (۳۷۰۲) کتاب المناقب: باب مناقب علی بن ابی طالب، مسلم (۲۴۰۵) کتاب فضائل

الصحابۃ: باب من فضائل علی بن ابی طالب]

ان کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے۔ (۱)

□ کچھ اور صحابہ کے بارے میں بھی رسول اللہ ﷺ نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے جیسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ اور عکاشہ بن حصن رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ ائمہ سلف کا عقیدہ یہ ہے کہ جن صحابہ کے بارے میں بطور خاص جنتی ہونے کی بشارت موجود ہے انہیں بعینہ جنتی تسلیم کرنا چاہیے اور جن کے بارے میں کوئی خصوصی بشارت موجود نہیں انہیں بھی کتاب و سنت کے عمومی دلائل کی بنا پر جنتی ہی سمجھنا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ﴿وَ كُنَّا لَوْ عَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَى﴾ [النساء: ۹۵] ”اللہ تعالیٰ نے سب (صحابہ) سے ہی جنتی (یعنی جنت) کا وعدہ فرمایا ہے۔“

□ عام مسلمانوں کے متعلق ائمہ سلف کا عقیدہ یہ ہے کہ قطعی طور پر متعین کر کے کسی کو بھی جنتی یا جہنمی نہیں کہنا چاہیے، البتہ نیک لوگوں کے لیے ثواب کی امید رکھنی چاہیے اور گناہگاروں پر عقاب و سزائے خائف رہنا چاہیے، اور یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ جو بھی گنہگار عقیدہ توحید پر فوت ہوں گے وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے (بلکہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر جہنم سے نکال لیے جائیں گے اور جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے)۔ (۲)

اسلامی حکمرانوں کو خیر خواہی کے مستحق سمجھنا چاہیے

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا ”دین خیر خواہی کا نام ہے۔“ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کن کے لیے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لِلَّهِ وَ لِرَسُولِهِ وَ لِكِتَابِهِ وَ لِأَيُّمَةِ الْمُسْلِمِينَ وَ عَامَتِهِمْ﴾ ”اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، مسلمانوں کے حکام کے لیے اور ان کے عوام کے لیے۔“ (۳)

اہل علم کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ ان سے محبت کی جائے، ان کی اصلاح و فلاح کے لیے دعا کی جائے، ان کی اطاعت کی جائے بشرطیکہ وہ اللہ کی اطاعت کا حکم دیں، ان کی اقتدا میں نماز، حج اور جہاد جیسی عبادات انجام دی جائیں، ان کی جماعت کو بچھوڑا جائے اور ان کے خلاف خروج نہ کیا جائے حتیٰ کہ وہ کسی ایسے واضح کفر کا ارتکاب کر لیں جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۴۰۱۰) ابوداؤد (۴۶۴۹) کتاب السنۃ: باب فی الخلفاء، ترمذی

(۲۷۴۸) کتاب المناقب: باب مناقب عبد الرحمن بن عوف]

(۲) [دیکھئے: اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنۃ (ص: ۳۷۵)]

(۳) [مسلم (۵۵) کتاب الایمان: باب بیان أن الذین النصیحة]

﴿وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [النساء: ۵۹]

”اور امراء و حکام کی اطاعت کرو۔“

فرمان نبوی ہے کہ

﴿مَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي﴾ ”جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔“ (۱)

ایک اور فرمان نبوی یوں ہے کہ

”خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔“ (۲) ایک اور روایت میں ہے کہ ”تم میں سے جو بھی اپنے حکمران میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو صبر کرے کیونکہ جس نے باشت بھر بھی جماعت کو چھوڑا اور مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔“ (۳)

سلف صالحین کے فہم و بیج کو سب سے بہتر اور قابل اتباع سمجھنا چاہیے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَضَعْنَا عَنْهُمْ﴾ [التوبة: ۱۰۰] ”اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں (یعنی تابعین، تبع تابعین اور ائمہ سلف وغیرہ) اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَكَانَتْ مَصِيرًا﴾ [النساء: ۱۱۵] ”جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے اور ہر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا اور روزخ میں ڈال دیں گے، وہ پتھریں کی بہت ہی بری جگہ ہے۔“

آپ ﷺ کا ایک فرمان یوں ہے کہ

”اللہ میری امت کو کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور یقیناً اللہ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے۔“ (۴)

(۱) بخاری (۷۱۳۷) کتاب الأحکام: باب قول الله تعالى وأطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم]

(۲) صحيح: صحيح الجامع الصغير (۷۵۲۰) المشكاة (۳۶۹۶)

(۳) بخاری (۷۱۴۳) کتاب الأحکام: باب السمع والطاعة للإمام ما لم تكن معصية]

(۴) صحيح: صحيح ترمذی، ترمذی (۲۱۶۷) کتاب الفتن: باب ما جاء في لزوم الجماعة]

سلف صالحین کے عقیدے پر مشتمل چند کتب

آئندہ طور میں ان کتب کے اسماء ذکر کیے جا رہے ہیں جن میں ائمہ سلف کے مسائل عقیدہ بیان ہوئے ہیں۔

- 1- (کتاب السنہ) از امام احمد بن حنبل
- 2- (کتاب السنہ) از ابو یوسف احمد الجلال
- 3- (کتاب السنہ) از امام مروزی
- 4- (شرح السنہ) از امام بغوی
- 5- (کتاب اصل السنہ واعتقاد الدین)
- 6- (شرح مذاہب اہل السنہ)
- 7- (کتاب التوحید) از ابن خزیمہ
- 8- (الایمان عن شریعة الفرقۃ الناجیة)
- 9- (مقالات الاسلامیین) از ابو الحسن اشعری
- 10- (عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث)
- 11- (شرح اصول اعتقاد اہل السنہ)
- 12- (الحجة فی بیان المحجة)
- 13- (شعب الایمان) از ابو عبد اللہ شافعی
- 14- (خلق افعال العباد) از امام بخاری
- 15- (الرد علی الجہمیة والزنادقة)
- 16- (کتاب السنہ) از عبد اللہ بن احمد
- 17- (کتاب السنہ) از ابن ابی عاصم
- 18- (شرح السنہ) از امام حسن البرہاری
- 19- (الشریعة) از امام آجری
- 20- (صریح السنہ) از امام طبرہ
- 21- (اصول السنہ) از ابن ابی زینب
- 22- (کتاب النزول) از امام دارقطنی
- 23- (کتاب الصفات) از امام دارقطنی
- 24- (کتاب الرؤیة) از امام دارقطنی
- 25- (اعتقاد ائمة الحدیث) از اسماعیل
- 26- (کتاب العظمة) از ابو اشیخ اصفہانی
- 27- (الاعتقاد والہدایة) از امام ترمذی
- 28- (العقیدۃ الطحاویة) از طحاوی ازدی
- 29- (لمعة الاعتقاد) از امام ابن قدامہ
- 30- (کتاب الایمان) از امام ابو عیاد
- 31- (کتاب الایمان) از حافظ محمد بن یحییٰ
- 32- (کتاب الایمان) از ابن ابی شیبہ
- 33- (کتاب الایمان) از ابن مندہ
- 34- (مسائل الایمان) از ابو یعلیٰ
- 35- (مسألة الملوك) از ابن قسیرانی
- 36- (الملوك للمعلی العظیم) از امام ذہبی

- از امام احمد بن حنبلؒ
- 52- (اثبات صفة العلوق) از امام ابن قدامہؒ
- 37- (الرد علی من أنکر الحرف والصوت) 53- (البعث والنشور) از امام بخاریؒ
- از حافظ ابو الفرج عبد اللہ بن سعد بخاریؒ
- 38- (کتاب العرض) از محمد بن عثمان الجبلیؒ
- 54- (بغیة المرقاد) از ابن تیمیہؒ
- 55- (اقتضاء الصراط المستقیم) از ابن تیمیہؒ
- 39- (الرد علی الجہمیة) از امام ابن مندہؒ
- 56- (الصارم المسلول) از ابن تیمیہؒ
- 40- (الرد علی الجہمیة) از امام دارقطنیؒ
- 57- (کتاب الايمان) از ابن تیمیہؒ
- 41- (الاعتقاد الخالص من الشک والافتقاد) 58- (الرسالة التدميرية) از ابن تیمیہؒ
- از امام علماء الدین ابن العطارؒ
- 59- (الرد علی المنطقيين) از ابن تیمیہؒ
- 42- (العيون والاثر فی عقائد أهل الأثر) 60- (بيان تلبیس الجہمیة) از ابن تیمیہؒ
- از عبد الباقی مواعی حنبلیؒ
- 61- (شرح العقيدة الاصفهانية) از ابن تیمیہؒ
- 43- (قطف الثمر فی بیان عقيدة أهل الأثر) 62- (العقيدة الواسطية) از ابن تیمیہؒ
- از محمد بن صدیق خان القزوينیؒ
- 63- (العقيدة الحموية) از ابن تیمیہؒ
- 44- (الاقتصاد فی الاعتقاد) از امام غزالیؒ
- 64- (بيان تلبیس الجہمیة) از ابن تیمیہؒ
- 45- (الوجيز فی عقيدة السلف الصالح) 65- (أصول الايمان) از محمد بن عبد الوہابؒ
- از عبد اللہ بن عبد الحمید الاثریؒ
- 66- (نواقض الاسلام) از محمد بن عبد الوہابؒ
- 46- (أشراط الساعة) از عبد اللہ الغفلیؒ
- 67- (حقيقة الايمان) از علامہ البانیؒ
- 47- (أصول الايمان فی ضوء الكتاب والسنة) 68- (رسالة فی أسس العقيدة) از محمد السعویؒ
- از طائفة من علماء العرب
- 69- (تذكرة المؤسس) از شیخ عبد الرزاقؒ
- 48- (العقيدة وأثرها فی بناء الجیل) 70- (تطهير الاعتقاد) از امام صنعانیؒ
- از الدكتور عبد اللہ عزامؒ
- 71- (حقيقة الايمان) از عبد اللہ القناتیؒ
- 49- (الولاء والبراء) از محمد بن سعید قحطانیؒ
- 72- (مقالات للشيخ الفوزان) 73- (إعانة المستفيد) از صالح الفوزانؒ
- 50- (أصول الدين) از جمال الدین غزنویؒ
- 74- (القدر) از عبد اللہ بن وہب القرشیؒ
- 51- (الايمان حقیقته ، خوارمه ونواقضه) 75- (روايات الايمان) از سعید محمد قطبؒ
- از عبد اللہ بن عبد الحمید الاثریؒ

ایمان و عقائد سے متعلقہ

باب الاحادیث الضعیفة عن

ضعیف احادیث کا بیان

الایمان والعقائد

مومن کی فراست سے بچو

”مومن کی فراست (خیر فہمی و دانائی) سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے۔“ (۱)

تین چیزیں ایمان کی اصل ہیں

”تین چیزیں ایمان کی اصل ہیں: (۱) ”لا الہ الا اللہ“ کہے اس سے ہاتھ روک لینا، اسے کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہ دینا اور اسے کسی عمل کی وجہ سے اسلام سے خارج نہ کرنا۔ (۲) جہاد میری بعثت سے جاری ہے اور یہ جاری رہے گا حتیٰ کہ میری امت کا آخری گروہ و جال کے خلاف لڑائی کرنے کا، اسے کسی بھی ظالم کا ظلم اور کسی بھی عادل کا عدل باطل نہیں کر سکتا۔ (۳) تقدیر پر ایمان۔“ (۲)

مومن کے چہرے پر اس کی تعریف سے اس کا ایمان بڑھتا ہے

”جب مومن کے چہرے پر اس کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔“ (۳)

جو غیر محرم سے نظر ہٹا لے اللہ تعالیٰ اسے ایمان کی مٹھاس عطا فرماتا ہے

”(غیر محرم کی طرف) دیکھنا ایسے کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے خائف ہو کر اسے چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اسے ایسا ایمان عطا فرمائیں گے جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔“ (۴)

اشرف ایمان یہ ہے کہ صاحب ایمان سے لوگ امن میں ہوں

”سب سے زیادہ شرف والا ایمان یہ ہے کہ لوگ تجھ سے امن میں رہیں۔“ (۵)

افضل ایمان یہ ہے کہ اللہ کو اپنے ساتھ سمجھا جائے

”افضل ایمان یہ ہے کہ تمہیں یہ یقین ہو کہ تم جہاں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔“ (۶)

(۱) [ضعیف: تزیہ الشریعة للکبانی (۳: ۵۰۲) الموضوعات للصفحانی (۷۴)]

(۲) [ضعیف: ضعیف ابو داؤد (۲۵۳۲) کتاب الجہاد: باب فی الغزو مع ائمة الجور]

(۳) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغیر (۶۹۵) تذکرة الموضوعات للفتی (۱۶۴/۱) کشف الخفاء (۹۹/۱)]

(۴) [ضعیف جلد۱: الترغیب والترہیب للمنذری (۱۰۶/۴) مجمع الزوائد للہیثمی (۶۳/۸)]

(۵) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغیر (۸۷۴)]

(۶) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغیر (۱۰۰۲)]

ایمان تمنا کرنے کا نام نہیں

”ایمان تمنا کرنے اور آراستہ ہونے کا نام نہیں بلکہ ایمان وہ چیز ہے جس کا بوجھ دل میں ہوتا ہے اور جس کی تصدیق (صاحب ایمان کا) کروارو عمل کرتا ہے۔“ (۱)

ایمان ایک لباس ہے

”ایمان ایک لباس ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے یہ لباس پہنا دیتا ہے، پس جب بندہ زنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کا لباس اتار لیتا ہے اور اگر وہ توبہ کر لے تو اسے وہ واپس لوٹا دیتا ہے۔“ (۲)

ایمان کا لباس تقویٰ ہے

”ایمان عربیوں کے لیے اس کا لباس تقویٰ ہے، اس کی زینت حیا ہے اور اس کا پھل علم ہے۔“ (۳)

غیرت ایمان سے ہے

”بلاشبہ غیرت ایمان سے ہے اور بدکلامی نفاق سے ہے۔“ (۴)

بڑھاپے سے سرفید ہو جانا ایمانی لباس ہے

”بڑھاپے کی وجہ سے سر کی سفیدی ایمان کا لباس ہے۔“ (۵)

ایمان کے دروازے

”ایمان کے چونتھ (64) دروازے ہیں۔“ (۶)

تقدیر پر ایمان کا فائدہ

”تقدیر پر ایمان (تمام) فکر و غم دور کر دیتا ہے۔“ (۷)

(۱) [موضوع : ذخیرۃ الحفاظ لابن طاهر (۴/۶۵۶) السلسلة الضعيفة (۹۸/۱) تبیض الصحيفة لمحمد عمرو (۳۳) احادیث لاتصح (۲) سلسلة الأحادیث الروافیة (۲۲۹/۱)]

(۲) [ضعیف : السلسلة الضعيفة (۱۲۷۴) ضعیف الجامع الصغير (۱۴۲۱) کنز العمال (۳۱۳/۵)]

(۳) [موضوع : موضوعات الصفاتی (۲/۱)]

(۴) [ضعیف جدا : ضعیف الجامع الصغير (۱۵۱۲) مجمع الزوائد (۲/۲۲۵) المقاصد الحسنة (۱۵۹/۱)]

الدرر المنتشرة (۱/۱۹) کنز العمال (۳۸۶/۳) كشف الخفاء (۱/۸۱) السلسلة الضعيفة (۱۸۰۸)

(۵) [ضعیف جدا : ضعیف الجامع الصغير (۲۲۷۴)]

(۶) [ضعیف : ضعیف الجامع الصغير (۲۳۰۳)]

(۷) [موضوع : ضعیف الجامع الصغير (۲۳۰۵)]

ایمان کیا ہے؟

”ایمان قلبی نیت اور زبانی تصدیق کا نام ہے اور ہجرت وہ ہے جو مال و جان کے ساتھ کی جائے۔“ (۱)

ایمان محرمات اور لالچ سے بچاتا ہے

”ایمان حرام امور اور لالچ سے بچاتا ہے۔“ (۲)

ایمان دو نصف ہیں

”ایمان دو نصف ہیں، ایک نصف صبر میں ہے اور دوسرا شکر میں۔“ (۳)

ایمان اور عمل بھائی بھائی ہیں

”ایمان اور عمل دو بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھی کے بغیر قبول نہیں فرماتا۔“ (۴)

ایمان سے انسان کا ایک قول ہی کافی ہے

”ایمان سے آدمی کو یہی کافی ہے کہ وہ کہے میں اللہ کے رب ہونے پر، محمد (ﷺ) کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو گیا۔“ (۵)

نظافت ایمان کی طرف بلاتی ہے

”ظلال لیا کرو کیونکہ یہ نظافت (صفائی ستھرائی) ہے اور نظافت ایمان کی خراف بلاتی ہے اور ایمان صاحب ایمان کو جنت میں لے جاتا ہے۔“ (۶)

تین چیزیں ایمان کی تکمیل کا ذریعہ ہیں

”جس میں تین چیزیں ہوں گی اس کا ثواب واجب ہو گیا اور ایمان مکمل ہو گیا: (۱) ایسا اخلاق جس کے ذریعے وہ لوگوں میں زندگی بسر کرتا ہے۔ (۲) ایسا تقویٰ جو اسے اللہ کے حرام کردہ امور سے روک لیتا ہے۔

(۱) [موضوع: ضعیف الجامع الصغیر (۲۳۰۷)]

(۲) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغیر (۲۳۰۸)]

(۳) [ضعیف جدا: ضعیف الجامع الصغیر (۲۳۱۰)]

(۴) [موضوع: ضعیف الجامع الصغیر (۲۳۱۱) کثر العمال (۳۶۰)]

(۵) [ضعیف: السلسلة الضعيفة (۳۳۳۴) ضعیف الجامع الصغیر (۲۳۲۰)]

(۶) [موضوع: المصنوع فی معرفة الموضوع (۷۸/۱) احادیث لا تصح (۵/۱) تخریج احادیث الاحیاء

(۳۴/۱) السلسلة الضعيفة (۳۲۱۵) ضعیف الجامع الصغیر (۲۴۱۴) سناصد الحسنة (۸۱/۱)]

(3) ایسا علم و بردباری جو اسے جاہل کی جہالت سے بچالے۔“ (۱)

پانچ چیزیں ایمان کا حصہ ہیں

”پانچ چیزیں ایمان کا حصہ ہیں، اگر کسی شخص میں ان میں سے کوئی چیز بھی موجود نہ ہو تو اس کا ایمان درست نہیں۔ (1) اللہ کے حکم کو تسلیم کرنا (2) اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا (3) معاملات کو اللہ کے سپرد کر دینا (4) اللہ پر توکل کرنا (5) اور صدمہ کی ابتدا میں صبر کرنا۔“ (۲)

ابو بکر و عمر سے محبت ایمان کا حصہ ہے

”ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت ایمان کا حصہ جبکہ ان سے نفرت کفر ہے، انصار سے محبت ایمان کا حصہ جبکہ ان سے نفرت کفر ہے، عرب سے محبت ایمان کا حصہ جبکہ ان سے نفرت کفر ہے۔“ (۳)

حسد ایمان کو خراب کر دیتا ہے

”حسد ایمان کو اس طرح خراب کر دیتا ہے جیسے صبر (بوئی) شہد کو خراب کر دیتی ہے۔“ (۴)

مسواک نصف ایمان ہے

”مسواک نصف ایمان اور وضوء نصف ایمان ہے۔“ (۵)

صبر کا ایمان میں درجہ

”ایمان میں صبر کا وہی مقام ہے جو جسم میں سر کا ہے۔“ (۶)

یقین مکمل ایمان ہے

”صبر نصف ایمان جبکہ یقین مکمل ایمان ہے۔“ (۷)

(۱) [ضعیف: مجمع الزوائد (۲۷/۱) كشف الخفاء (۲۷۸/۲) ضعيف الجامع الصغير (۲۵۴۷)]

(۲) [ضعیف جدا: النافلة في الأحاديث الضعيفة والباطلة (۱۵۶) السلسلة الضعيفة (۳۵۵۲) ضعيف الجامع الصغير (۲۸۵۳) الموضوعات لابن الجوزي (۱۳۶/۱)]

(۳) [ضعیف جدا: السلسلة الضعيفة (۳۴۷۷) ضعيف الجامع الصغير (۲۶۸۰)]

(۴) [ضعیف: المقاصد الحسنة (۱۰۳/۱) كشف الخفاء (۳۵۶/۱) ضعيف الجامع الصغير (۲۷۸۲) الضعيفة (۳۵۲۳)]

(۵) [ضعیف: ضعيف الجامع الصغير (۲۳۶۳)]

(۶) [ضعیف جدا: تذكرة الموضوعات للفتني (۱۸۹/۱) السلسلة الضعيفة (۳۷۹۳) ضعيف الجامع الصغير (۲۵۳۵)]

(۷) [ضعیف: ضعيف الجامع الصغير (۳۵۳۶) المصنوع في معرفة الحديث الموضوع (۲۱۸/۱) كشف الخفاء (۳۹۶/۲)]

قتل و ذبح کرنے میں سب سے نرم اہل ایمان ہیں

”قتل (اور ذبح) کرنے میں لوگوں میں سب سے زیادہ نرم اہل ایمان ہیں۔“ (۱)

نماز ایمان کا ستون ہے

”نماز ایمان کا ستون اور جہادِ عمل کی کوہان ہے اور زکوٰۃ ان دونوں کے درمیان ہے۔“ (۲)

اُونی لباس پہننے سے ایمانی مٹھاس حاصل ہوتی ہے

”اُونی لباس کو لازم پکڑو، تم اپنے دلوں میں ایمان کی مٹھاس پاؤ گے۔“ (۳)

علم ایمان کا ستون ہے

”علم اسلام کی حیات اور ایمان کا ستون ہے۔“ (۴)

ایمان کی موجودگی میں کوئی چیز بھی نقصان نہیں دیتی

”جیسے شرک کی موجودگی میں کوئی چیز نفع نہیں دیتی اسی طرح ایمان کی موجودگی میں کوئی چیز نقصان

نہیں دیتی۔“ (۵)

ایمان کی بنیاد تقویٰ ہے

”ہر چیز کی کوئی بنیاد ہوتی ہے اور ایمان کی بنیاد تقویٰ ہے۔“ (۶)

ایمان کا خلاصہ نماز ہے

”ہر چیز کا ایک خلاصہ ہوتا ہے اور ایمان کا خلاصہ نماز ہے اور نماز کا خلاصہ تکبیر تحریمہ ہے۔“ (۷)

(۱) [ضعیف: النافلة فی الأحادیث الضعیفة والباطلة (۱۰/۱) ابن الجارود (۸۴۰) ابو داود (۲۶۶۶) ابو یعلیٰ

(۴۹۷۳) بیہقی (۷۱/۹)]

(۲) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغیر (۳۵۶۵)]

(۳) [موضوع: ضعیف الجامع الصغیر (۳۷۹۰)]

(۴) [ضعیف جدا: السلسلة الضعیفة (۳۹۴۲) ضعیف الجامع الصغیر (۳۸۷۲)]

(۵) [ضعیف: الموضوعات لابن الجوزی (۱۳۶/۱) کنز العمال (۶۸/۱) القوائد المجموعة للشوکانی

(۲۲۴/۱) اللالی المصنوعة (۴۶/۱) ضعیف الجامع الصغیر (۴۲۷۶) الضعیفة (۴۱۲۵)]

(۶) [موضوع: السلسلة الضعیفة (۱۹۱۳) ضعیف الجامع الصغیر (۴۷۱۹)]

(۷) [ضعیف: مجمع الزوائد (۲۹۳/۱) السلسلة الضعیفة (۴۲۲۳) ضعیف الجامع الصغیر (۴۷۳۶)]

کامل مومن وہ ہے جو آزمائش کو نعمت سمجھے

”کسی بھی مومن کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک وہ آزمائش کو نعمت اور خوشحالی کو مصیبت نہ سمجھے۔“ (۱)

اہل بیت سے محبت کے بغیر ایمان کا حصول ناممکن ہے

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کسی بھی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ میرے اہل بیت اور میرے قرابت داروں سے اللہ کے لیے محبت نہ کرے۔“ (۲)

ایمان قیص کی مانند ہے

”ایمان کی مثال قیص کی مانند ہے، تم اسے پہن بھی لیتے ہو اور اتار بھی دیتے ہو۔“ (۳)

شرابی سے ایمان نکال لیا جاتا ہے

”جو شخص شراب پیتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے اس طرح ایمان نکال لیتے ہیں جیسے انسان قیص اپنے سر کی جانب سے اتار دیتا ہے۔“ (۴)

صبح کے وقت نماز فجر کے لیے جانے والا ایمان کا جھنڈا اٹھاے ہوئے ہے

”جو شخص صبح کے وقت نماز فجر کے لیے گیا وہ ایمان کا جھنڈا اٹھاے ہوئے ہے اور صبح کے وقت بازار کی طرف گیا وہ الٹیس کا جھنڈا اٹھاے ہوئے ہے۔“ (۵)

مدینہ دارالایمان ہے

”مدینہ نبویہ الاسلام اور دارالایمان ہے۔“ (۶)

حقیقت ایمان تک رسائی زبان کو بروکے بغیر ممکن نہیں

”بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اپنی زبان کو بروکے۔“ (۷)

(۱) [موضوع: ضعیف الجامع الصغير (۴۸۸۷) مجمع الزوائد (۵۲۱) السلسلة الضعيفة (۴۳۷۴)]

(۲) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغير (۵۰۳۳) کنز العمال (۹۲/۱۲)]

(۳) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغير (۵۲۳۵) کنز العمال (۲۶۲/۱)]

(۴) [ضعیف: السلسلة الضعيفة (۱۲۷۴) کنز العمال (۳۱۴/۵) ضعیف الجامع الصغير (۵۶۱۰)]

(۵) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغير (۵۷۱۱) المسند الجامع (۷۳/۱۶)]

(۶) [ضعیف: ضعیف الترغیب والترہیب (۷۶۹) ضعیف الجامع الصغير (۵۹۲۱)]

(۷) [ضعیف: السلسلة الضعيفة (۲۰۲۷) مجمع الزوائد (۳۰۲/۱۰) ضعیف الجامع الصغير (۶۳۲۱)]

افضل ایمان ہجرت ہے

”رسول اللہ ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ افضل ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہجرت“۔ (۱)

صاحب ایمان وہ ہے جو بکثرت اللہ کا ذکر کرنے

”جو بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا وہ ایمان سے خارج ہے۔“ (۲)

حیاء کے بغیر ایمان نہیں

”جس میں حیاء نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔“ (۳)

غیبت اور چغلی ایمان کو ختم کر دیتے ہیں

”غیبت اور چغلی ایمان کو یوں جھاڑ دیتے ہیں جیسے چرواہا (جانوروں کے لیے) درخت کے پتے جھاڑتا ہے۔“ (۴)

وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے

”وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔“ (۵)

بلی سے محبت ایمان کا حصہ ہے

”بلی سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔“ (۶)

ایمان میں کمی بیشی کفر ہے

”ایمان مضبوط پھاڑوں کی مانند دل میں جاگزیں ہوتا ہے، اس میں کمی بیشی کفر ہے۔“ (۷)

(۱) [ضعیف: مجمع الزوائد (۲۹/۱) کنز العمال (۲۶/۱) المسند الجامع (۵۲/۳۳)]

(۲) [موضوع: السلسلة الضعيفة (۵۱۲۰) ضعيف الترغيب والترهيب (۱/۱۱۱)]

(۳) [ضعیف: ضعيف الترغيب والترهيب (۱۵۸۸) کتاب الادب: باب الترغيب في الحياء]

(۴) [ضعیف: السلسلة الضعيفة (۵۲۶۴) ضعيف الترغيب والترهيب (۱/۹۹۴)]

(۵) [موضوع: المقاصد الحسنة (۱۰۰۱) موضوعات الضعفاء (۲/۱) النور المنتشرة (۹/۱) تذكرة

الموضوعات (۱/۱۱) المصنوع في معرفة الحديث الموضوع (۹۱/۱) السلسلة الضعيفة (۳۶)]

(۶) [موضوع: المصنوع في معرفة الحديث الموضوع (۹۱/۱) كشف الغطاء (۳۴۷/۱)]

(۷) [موضوع: السلسلة الضعيفة (۴۶۴)]

ایمان میں زیادتی کفر اور کی شرک ہے

”وَدَقِيقٌ لِّمَنْ رَّسُولُ اللَّهِ ﷺ كِي خِدْمَتِ مِیْنِ حَاضِرٍ هُوَ كَرِیْفَتِ كِیَا كَرِیَا اِیْمَانِ مِیْنِ كِی مِیْشِی هُوْتِی هَی؟
آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں، ایمان دل میں مکمل ہے، اس میں زیادتی کفر اور اس میں کی شرک ہے۔“ (۱)
کامل مومن وہ ہے جو مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے

”آدمی اس وقت تک مکمل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک مذاق میں بھی جھوٹ نہ چھوڑ دے اور جھگڑانہ چھوڑ دے خواہ وہ (اپنی بات میں) سچائی کیوں نہ ہو۔“ (۲)

اذان کے وقت کلام کرنے سے زوال ایمان کا خدشہ ہے

”جو اذان کے وقت کلام کرتا ہے خدشہ ہے کہ کہیں اس کا ایمان زائل نہ ہو جائے۔“ (۳)

ساری کائنات کو پیغمبر آخر الزماں کے لیے تخلیق کیا گیا۔

”(اے پیغمبر!) اگر تو نہ ہوتا تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔“ (۴)

جس نے خود کو پہچان لیا اس نے رب کو پہچان لیا

”جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا۔“ (۵)

میں ایک مخفی خزانہ تھا

”میں ایک مخفی خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا۔“ (۶)

ترجمہ:

حافظ عمران ایوب لاہوری

(۱) [موضوع: تحریر الطحاویة للألبانی (ص: ۳۷۸)]

(۲) [ضعیف: الايمان لابن سلام، بتحقيق علامه البانی (ص: ۳۰) كشف الخفاء (۱/۴۳۲)]

(۳) [موضوع: موضوعات الصفائی (۱/۱) كشف الخفاء (۲/۲۲۶)]

(۴) [موضوع: اللؤلؤ المرصوع للمبشبی (۴۵۴) ترتيب الموضوعات (۱۹۶) السلسلة الضعيفة (۲۸۲)]

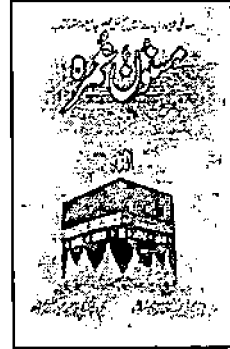
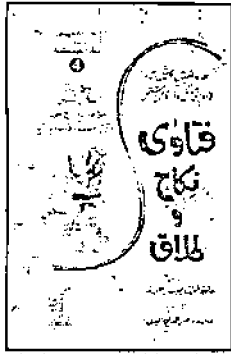
(۵) [موضوع: موضوعات الصفائی (۲/۱) تذكرة الموضوعات للفتنی (۱/۱) المصنوع فی معرفة

الحديث الموضوع (۱۸۹/۱) سلسلة الأحاديث الواعية (۲۳۵/۱) الاسرار المرفوعة (۵۰۶)]

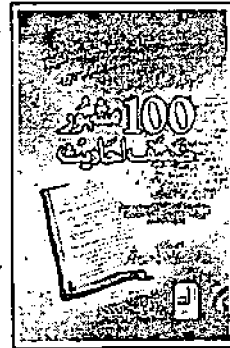
(۶) [موضوع: المقاصد الحسنة (۱۷۴/۱) تذكرة الموضوعات (۱/۱) المصنوع (۱/۱۴۱)]

فہرست مطبوعات الکتاب انٹرنیشنل

مؤلفات و مرتبات: حافظ عمران ایوب لاہوری



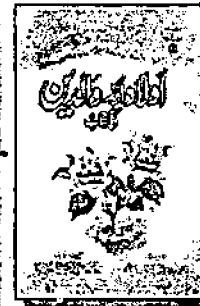
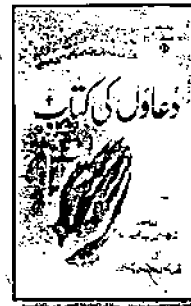
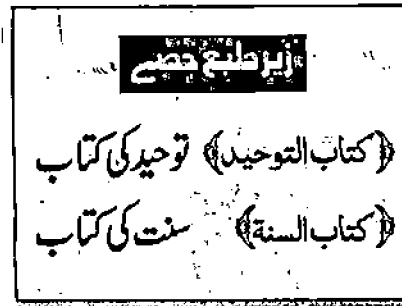
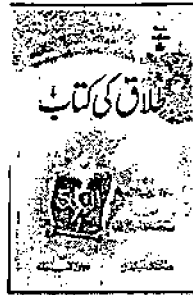
ہماری کتب کی خصوصیات
اپنے موضوع پر جامع کتب
مسائل میں کتاب و سنت کے علاوہ
ائمہ اربعہ کے موقف کی وضاحت
رکبار فقہاء و علما کے فتاویٰ
تمام مسائل باوالات
تمام حوالہ جات کی مکمل ترجیح
علامہ الہادی اور دیگر محققین کی تحقیق



تالیف و تہذیب
حافظ اعجاز الرحمن لاہوری
تحقیق و ادارات
علامہ ناصر الدین البانہ

سلسلہ فقہ الحدیث

اسلامی طرز زندگی سے متعلق جدید طرز تحقیق سے آراستہ کتب



الکتاب انٹرنیشنل

جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

Ph. 26986973, 26985534

Eman ki Kitab

1

۱- ایمان کا تعلق دل سے ہے اور اگر دل میں ایمان نہ ہو تو کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ یعنی ایمان ہی انسان کا سب سے قیمتی متاع ہے۔ اس لئے اس کی حفاظت بھی سب سے زیادہ کرنی چاہیے۔ ایمان کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ ایمان سے متعلقہ شرعی مسائل کا علم ہو۔ مثلاً ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ ایمان کے ارکان کون کون سے ہیں؟ ایمانی کمزوریوں کا کیا علاج ہے؟ کن اعمال کے ارتکاب سے ایمان ضائع ہو سکتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

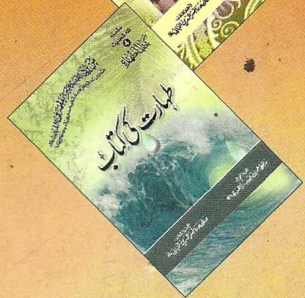
۲- ہمارے ایک نوجوان فاضل دوست حافظ عمران ایوب لاہوری نہایت ہی ذہین اور محنتی قلم کار ہیں۔ اسلامی ریسرچ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا خاص فضل فرمایا ہے۔ کم عمر اور مختصر وقت میں انہوں نے مختلف موضوعات پر بیس کے قریب تحقیقی کتب تالیف کر کے اہل علم میں کافی پذیرائی حاصل کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہمت و کوشش میں مزید اضافہ فرمائے۔

۳- زیر نظر تالیف ”کتاب الایمان“ ان کے فقہ الحدیث کے سلسلہ کی پہلی کتاب ہے۔ جس میں قرآن کریم اور صحیح احادیث کی روشنی میں ایمان سے متعلقہ تقریباً تمام مسائل کو انتہائی جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ تمام آیات اور احادیث کی تخریج کی گئی ہے۔ اکثر و بیشتر مسائل میں ائمہ سلف اور عرب علماء کے اقوال و فتاویٰ بھی نقل کیے گئے ہیں۔ بلاشبہ ان تمام خوبیوں کی وجہ سے یہ کتاب ایمانی مسائل اور ان کے دلائل کا ایک ایسا قیمتی ذخیرہ بن کر سامنے آئی ہے جسے ہر لائبریری اور ہر گھر کی زینت و ضرورت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

۴- ادارہ فقہ الحدیث پبلیکیشنز نے اس کتاب کو باطنی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے بھی خوب آراستہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہم سب کے لیے راہ نجات بنائے۔ (آمین)!

پروفیسر ڈاکٹر محمد اعجاز حفظہ اللہ

اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور



Al-Kitab International

Jamia Nagar, New Delhi-25
Ph.: 26986973 M. 9312508762